

غلبه حق

فہرست مضامین

تعارف

پیش لفظ

امرا اول

امرو دوم

امرو سوم

امرو چہارم

امرو پنجم

امرو ششم

امرو ہفتم

ایک ماہم واقعہ

امرو ہشتم

لاہوری فریق کی مایوسی

۴

۲

۶

۱۰

۱۴

۱۲

۱۵

۱۶

۲۱

۲۲

باب اول

- ۲۵ نبوت مسیح موعود اور مولوی محمد علی صاحب کے عقیدہ میں تبدیلی
- ۲۷ فاروقی صاحب کی دو غلط بیانیوں
- ۲۸ پہلی بات کے خلاف واقعہ ہونے کا ثبوت
- ۳۱ مولوی محمد علی صاحب کا عدالتی بیان
- ۳۵ مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے سچے معنی
- ۴۱ مولف کی دوسری غلط بیانی
- ۴۳ مولوی محمد علی صاحب کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بعض اور اختلافات -
- ۴۴ ۱۔ ولادت مسیح
- ۴۷ ۲۔ آیت و آخرین منہم کی تفسیر
- ۵۰ ۳۔ آیت و ما کان منہم من حتی تبعث رسولاً کی تفسیر
- ۵۵ لاہوری فرقہ کی خود سری

باب دوم

- ۵۵ ”فتح حق“ کے متن پر تبصرہ
- ۵۶ آیت خاتم النبیین کی تفسیر فاروقی صاحب کے نزدیک
- ۵۷ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک ” ” ”

- ۵۹ انقطاع نبوت کے متعلق احادیث کا اجمالی حل
- ۶۵ پہلی حدیث: سیکون فی امتی ثلاثون کذاباً
- ۶۷ دوسری حدیث: لانی بعدی
- ۷۰ تیسری حدیث: مثلی مثل الانبیاء من قبل کثل رجل
بنی بیتاً
- ۷۲ مسیح موعود کی نبوت کے متعلق پہلی حدیث
- ۷۹ دوسری حدیث
- ۸۰ علامہ السیوطی علیہ الرحمۃ کا قول: من قال بسبب نبوتہ فقد کفر
- ۸۱ امام علی القاری علیہ الرحمۃ کا مذہب
- ۸۲ شیخ محمد الدین ابن العربی علیہ الرحمۃ کا مسیح موعود کے متعلق بلاشبہ نبی
ہونے کا اقرار

باب سوم

- ۸۹ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اپنی نبوت کے متعلق تدریجی انکشاف
- ۹۲ تعریف نبوت میں ترمیم و تبدیلی
- ۹۹ محض محدث ہونے سے حضرت مسیح موعود کا انکار
- ۱۰۴ ظنی نبوت نبوت ہی ہے
- ۱۰۶ تعریف نبوت میں ترمیم کا مزید ثبوت
- ۱۱۶ غیر مبایعین کے عذر کی تردید

- ۱۱۹ نبوت کے متعلق تدریجی انکشاف قابل اعتراض نہیں
- ۱۲۶ حقیقی اور مجازی کی تعریف۔
- ۱۳۳ وحی نبوت کی اقسام
- ۱۴۰ مسئلہ کفر و ایمان

باب چہارم

- ۱۴۶ پیش گوئی اسلمہ احمد
- ۱۴۶ فاروقی صاحب کا بہتان اور اس کا جواب
- ۱۵۶ فاروقی صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت احمد سے انکار

باب پنجم

- ۱۶۰ پیش گوئی مصلح موعود
- ۱۶۶ پسر موعود کے نو سال میں پیدا ہونے کا وعدہ الہی
- ۱۶۸ پیش گوئی میں انصار کا طریق
- ۱۷۰ فاروقی صاحب کی خطرناک تحریف
- ۱۸۶ حضرت خلیفہ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے نوٹوں کا عکس
- ۱۸۹ مجدد احمدیت!
- ۱۹۲ حضرت خلیفہ المسیح الثانیؑ کی بیماری پر فاروقی صاحب کا سنگدلانہ رویہ
- ۱۹۸ فاروقی صاحب کے بہتانات

- ۲۰۱ مبادلہ کا ڈھونگ
- ۲۰۳ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کی دعوت مبادلہ
- ۲۰۴ ناروتی صاحب کی غلط بیانی اور ایک غلط فیصلہ کی اشاعت
- ۲۰۸ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کی الزامات سے الہامی بریت
- ۲۱۲ ناروتی صاحب کے پیش کردہ الہامات و روایات کی غلط تشریح کی تردید
- ۲۱۳ ۱۔ الفتنۃ ہمنا
- ۲۱۸ ۲۔ ولا تکلفی فی الذین ظلموا
- ۲۲۲ ۳۔ اُخرج منہ الیزیدیون
- ۲۲۳ ۴۔ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے
- ۲۲۶ ۵۔ ایک خواب
- ۲۲۸ ناروتی صاحب کا شرارت آمیز نوٹ
- ۲۳۰ ایک الہام کی غلط تشریح
- ۲۳۱ محمود مہشت میں
- ۲۳۲ حضرت محمودؒ کے متعلق ایک اور روایہ
- ۲۳۳ ایک اور خواب

باب ششم

- ۲۳۴ خلافت و انجمن
- ۲۳۵ ناروتی صاحب کی خلافت کے متعلق غلط بیانی

- ۲۳۸ الوصیت میں خلافت کا ذکر
- ۲۴۱ فاروقی صاحب پر محبت طرز
- ۲۴۲ فاروقی صاحب کی ایک اور غلط بیانی
- ۲۴۴ بیعت خلافت اولیٰ کے الفاظ
- ۲۴۵ درخواست بخدمت مولوی نور الدین صاحب
- ۲۴۶ فاروقی صاحب کی ایک اور غلطی
- ۲۴۸ خلافتِ اولیٰ کے خلاف بعض لوگوں کی ریشہ و انیاں
- ۲۵۲ ایک اہم واقعہ کا ذکر
- ۲۵۸ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ کا ایک پر شوکت اعلان
- ۲۶۰ ایک اہم واقعہ
- ۲۶۳ سر الخلافۃ کی عبارتوں کا مفہوم
- ۲۶۶ حضرت ابو بکرؓ کے پہلے خطبہ کا مفہوم
- ۲۶۸ شیخ مصریٰ کا جماعت سے اخراج ہوا تھا
- ۲۶۸ نام نہاد حقیقت پسند پارٹی
- ۲۶۹ طریق انتخابِ خلافت

باب ہفتم

- ۲۶۶ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ پر تبدیلیِ عقیدہ کے الزامات کی حقیقت
- ۲۸۵ انکو آئری کمیشن میں حضرت المسیح الثانیؒ کا بیان

كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي

غلبہ حق

مُصَنَّفٌ

قاضی محمد زبیر لاٹکیوی

سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ

مہتمم نشر و اشاعت نظارت اصلاح و ارشاد

صدر انجمن احمدیہ ربوہ

تعارف

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے پچھلے دنوں ایک کتاب بنام ”فتح حق“ شائع کی ہے۔ اس کتاب کے مؤلف حاجی ممتاز احمد فاروقی ہیں۔ اس میں جماعت احمدیہ کے دونوں فرقوں کے درمیان متنازع امور بھی زیر بحث لائے گئے ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی ذات پر اسلامی اخلاق کو نظر انداز کر کے انتہائی ناپاک حملے کئے گئے ہیں۔ کتاب ”غلبہ حق“ میں سنجیدگی اور متانت کے ساتھ مذکورہ کتاب کا جواب دیا گیا ہے

ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس کتاب کے مطالعہ سے احمدیہ جماعت کے دونوں فرقوں کے باہمی اختلافات کی حقیقت اور پس منظر سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔

مہتمم نشر و اشاعت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ایک کتاب بنام ”فتح حق“ مؤلفہ الحاج ممتاز احمد صاحب فاروقی ستارہ خدمت ہماری جماعت کے خلاف شائع کی ہے۔ مؤلف نے اپنی کتاب کا نام ”فتح حق“ رکھا ہے۔ حق کو بیشک فتح ہوتی ہے۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں لاہوری فریق کو جو فتوحات حاصل ہوتی رہی ہیں ان کی حقیقت امور ذیل پر غور سے واضح ہو جاتی ہے۔

اہر اول : مولوی محمد علی صاحب چاہتے تھے کہ چھ سال تک حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ماننے کے بعد اب جماعت میں کوئی خلیفہ منتخب نہیں ہونا چاہیے چنانچہ انھوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے ایک اشتہار مخفی طور پر تیار کر رکھا تھا۔ اور ڈاک میں روانہ کرنے کے لیے اس کے پکیٹ بھی بنوا رکھے تھے۔ اس کا عنوان تھا۔ ”ایک نہایت ضروری اعلان“۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ جماعت میں خلافت کے نظام کی ضرورت نہیں، بلکہ انجمن کا انتظام ہی کافی ہے۔ البتہ غیر احمدیوں سے بیعت لینے کی غرض سے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وصیت کے احترام میں کوئی شخص بطور امیر مقرر کیا جاسکتا ہے مگر یہ شخص جماعت یا صدر انجمن کا مطاع نہیں ہوگا، بلکہ اس کی امارت محدود اور مشروط ہوگی وغیرہ۔ اس میں افسوس جماعت کو ابھارا گیا تھا کہ وہ کسی واجب الطاعت خلافت پر رضا مند نہ ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات پر یہ اشتہار فوراً تقسیم کر دیا گیا حالانکہ خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے اُتھدہ ہونے والے خلیفہ کے متعلق جو وصیت لکھی تھی وہ آپ نے اپنی وفات سے پہلے مولوی محمد علی صاحب سے تین مرتبہ مجلس میں بلند آواز پر پڑھوائی تھی اور مولوی صاحب سے پوچھا تھا کہ اس میں کوئی بات رہ تو نہیں گئی جس پر مولوی صاحب نے تسلیم کیا تھا کہ یہ بالکل درست ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کے آنکھیں بند کرنے سے پہلے ہی آپ کی اس وصیت کی مخالفت کا فیصلہ کر لیا۔

جماعت نے مولوی محمد علی صاحب کے اس اشتہار کو ٹھکرا دیا، اور سوائے چند آدمیوں کے جو مولوی محمد علی صاحب کے ہم خیال تھے، قادیان میں موجود تمام جماعت نے فوراً حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور آپ کو خلیفۃ المسیح الثانی تسلیم کر لیا۔ یہ حق کی پہلی فتح تھی۔ مولوی محمد علی صاحب احمدیت میں خلافت کو مٹانے میں سخت ناکام رہے۔

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام پورا ہوا ”اِنِّیْ مَعَكُمْ وَ مَعِ اَهْلِكُمْ“ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارے اہل کے ساتھ ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے جس اہل بیت کو یہ لوگ ناتواں اور بچہ سمجھتے تھے خدا تعالیٰ نے اُسے اُن کے مقابلہ میں بڑا بنا دیا۔

امردوم: لاہوری فریق نے شروع شروع میں اخبارِ پیغام صلح میں لکھا کہ :-
ابھی بمشکل قوم کے بیسویں حصہ نے خلیفہ تسلیم کیا ہے۔

(پیغام صلح ۵ مئی ۱۹۰۷ء کا نمبر ۳)

اور یہاں تک لکھ دیا کہ ”افسوس مؤیدین خلافت کی تعداد کہنے کو دو ہزار بتائی جاتی ہے لیکن دراصل ایسے مؤیدین کی تعداد جو موجودہ خلافت کے حالات سے باخبر ہوں“

اس قدر کم ہے جن کی تعداد ۴۰ مومن تو ایک طرف رہے۔ ۱۰ کے ہندسہ تک بھی نہیں پہنچ سکی۔ اور وہ بھی اپنے ہی گھر کے آدمی بجز دو چار اصحاب کے۔

(پیغام صلح ۱۹ اپریل ۱۹۱۴ء)

مگر چند دنوں میں ہی جب باہر کی تمام جماعت ہائے احمدیہ نے بھی بیعت کر لی تو اخبار ”عصر جدید“ نے لکھا:-

”وہ گروہ جو خواجہ کمال الدین صاحب کے ہم خیال ہو کر دوسرے مسلمانوں سے بظاہر مل کر کام کرنا چاہتا ہے اور جس میں بہت سے احمدی لاہور وغیرہ کے شامل ہیں اُن کو صاحبزادہ بشیر محمود کے فریق نے تقریباً ہر جگہ شکست دے دی ہے“

(بحوالہ انجمن دہلی ۲۲ مئی ۱۹۱۴ء ص ۱۷)

اس انقلاب کے بعد خلافت احمدیہ کا انکار کرنے والے یہ کہنے لگ پڑے، کہ کثرت کوٹی چیز نہیں۔ (پیغام صلح ۲۴ جنوری ۱۹۱۵ء) حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی موجود ہے کہ میں تیرے خالص اور دلی محبوبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا..... اور ان میں کثرت بخشوں گا۔ (اشہد ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

غرض لاہوری فریق نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ احمدیت میں خلافتِ ثانیہ نہایت مضبوطی سے قائم ہو گئی ہے اور اب اس کا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس لیے انہوں نے لاہور میں اپنی ایک مجلس شوریٰ منعقد کی جس میں یہ فیصلہ کیا کہ ایک وفد قادیان بھیجا جائے جو میاں محمود احمد صاحب سے یہ کہے کہ ہم لوگ آپ کو جماعت کا امیر بننے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ آپ دو شرطیں مان لیں۔

”ایک شرط یہ کہ پُرانے احمدیوں سے بیعت نہ لی جائے۔ اور دوسری

شرط یہ کہ انجن کے اختیارات و فیصلہ جات میں آپ کسی قسم کا دخل نہ دیں۔“
 ان لوگوں کا یہ نصلہ قابل قبول نہ تھا، کیونکہ خلیفہ اولؒ سے ان لوگوں نے کوئی
 ایسی شرطیں نہیں منوائی تھیں۔ بلکہ ان کو ایسی کسی شرط کے بغیر واجب الاطاعت خلیفہ مسیح
 تسلیم کیا تھا۔ یہ فیصلہ اس بات کی روشن دلیل تھا کہ شروع شروع میں مسئلہ نبوت
 مسیح موعود اور منکرین مسیح موعود کے کفر و اسلام کا مسئلہ ان لوگوں کے نزدیک
 ایسی اہمیت نہیں رکھتا تھا کہ حضرت مرزا محمود احمد صاحب کو امیر جماعت تسلیم کرنے
 میں ان کے لیے روک ہو۔ ان کی مجلس شوریٰ میں یہ ریزولوشن پاس ہوئے:-

(۱) ”چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت کی رو
 سے ۴۰ مومنوں کے اتفاق رائے سے بیعت لینے والے بزرگوں
 کا انتخاب ہو سکتا ہے اور ہماری رائے میں یہ ضروری ہے
 کہ بڑی بڑی جماعتوں میں ایسے بزرگ بیعت لینے کے لیے
 منتخب کیے جائیں تاکہ سلسلہ ترقی کرے اور آسانی سے لوگ
 اس میں داخل ہو سکیں۔ ایسے بزرگ احمد کے نام پر یعنی
 غیر احمدیوں کو احمدی سلسلہ میں داخل کرنے کے لیے لوگوں
 سے بیعت لیں گے۔“

(۲) ”صاحبزادہ صاحب کے انتخاب کو اس حد تک ہم جائز
 سمجھتے ہیں کہ وہ غیر احمدیوں سے احمد کے نام پر بیعت لیں،
 یعنی سلسلہ احمدیہ میں ان کو داخل کریں لیکن احمدیوں سے
 دوبارہ بیعت لینے کی ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ اس
 حیثیت میں ہم انہیں امیر تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔
 لیکن اس کے لیے بیعت کی ضرورت نہ ہوگی اور نہ ہی امیر

اس بات کا مجاز ہو گا کہ جو حقوق و اختیارات صدر
انجمن احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیے ہیں
اور اس کو اپنا جانشین قرار دیا ہے اس میں کسی قسم کی
دست اندازی کرے۔

ایک وفد مفصلہ ذیل احیاب کا صاحبزادہ صاحب کی
خدمت میں حاضر ہو کر مذکورہ بالا ریزولوشنوں کو پیش
کرے اور ان ریزولوشنوں سے اتفاق کرنے کی درخواست
کرتے تاکہ مل کر سلسلہ کی خدمت جاری رہ سکے۔

اس کے بعد تجویز کردہ ممبران کے نام درج ہیں۔ ملاحظہ ہو پیغام صلح ۲۴ مارچ ۱۹۱۴ء
زیر عنوان روئیداد جلسہ شوریٰ صبح کالم اول۔

چونکہ مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے ساتھی ہلاکسی شرط کے ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء
کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کی بیعت کر چکے تھے اور انھیں واجب الطاعت امام
مان چکے تھے، اس لیے کوئی وجہ نہ تھی کہ خلیفہ ثانی اُن کی ان شرطوں کو قبول فرما لیتے۔
اس طرف سے مایوس ہو کر انہوں نے مسئلہ نبوت مسیح موعود اور مسئلہ کفر و اسلام
کے خلاف ایک خاص محاذ قائم کر لیا اور ان دونوں امور کو خلافتِ ثانیہ کے انکار
کی وجہ قرار دے دیا۔

امر سوم: جب لاہوری فریق کے لوگ غور کرتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ جماعت لاہو
ترقی نہیں کر رہی تو بعض اُن میں سے یہ جواب دیتے ہیں کہ اس کی وجہ قادیانیوں کا
عقیدہ نبوت مسیح موعود و تکفیر مسلمین ہے۔ چونکہ ان کا یہ خیال غلط ہے اس لیے
اُن کی انجمن کے ایک صدر نے اس کی پُر زور تغلیظ فرماتے ہوئے کہا:-

”یہاں لاہور میں کام شروع کئے ہوئے ہمیں ۷۳ سال گذر

چکے ہیں اور ہم اس چار دیواری سے باہر نہیں نکلے.....
 بخشش ہوتی ہیں کہ ہماری ترقی میں کیا روکیں ہیں۔ بعض
 کہتے ہیں کہ جماعت قادیان نے دعوائے نبوت کو حضرت
 امام زمان کی طرف منسوب کر کے اور دوسرے تمام مسلمانوں
 کو کافر کہہ کر ایک بہت بڑی روک پیدا کر دی ہے لیکن
 ان اعتقاد کے باوجود ان کی ترقی تو بدستور ہو رہی ہے
 میرے خیال میں ہماری ترقی کے رُکنے کی وجہ
 یہ ہے کہ ہمارا مرکز دلکش نہیں..... بہت سے نوجوان
 ہمارے سامنے ہیں جن کے باپ دادا سلسلہ پر عاشق تھے
 ان نوجوانوں میں وہ روح آج مفقود ہے۔“

تقریر الحاج شیخ میاں محمد صاحب مطبوعہ

پیغام صلح ۶ فروری ۱۳۵۲ء مکہ کالم ۱

اب مبینہ! ان لوگوں کا مرکز کیوں دلکش نہیں؟ ہمارے نزدیک اس کی وجہ
 یہ ہے کہ ان میں کوئی خلیفہ موجود نہیں جس کے ہاتھ پر سب پڑانے اور نئے احمدیوں
 نے بیعت کر لی ہو۔ اور سب اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوں اور اسے اپنا واجب
 الطاعت راہنما اور مرشد سمجھتے ہوں۔

لاہوری فریق نے انجمن کے نظام کو نظام خلافت پر فوقیت دی تو اس کا
 نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے امیر کی آوازیں وہ جاذبیت پیدا نہ ہو سکی جو خلیفہ کی آواز
 میں ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان کے نوجوانوں میں احمدیت کی روح مفقود
 ہو رہی ہے۔ بلکہ ان کے بڑے بھی انجمن کی بات نہیں مانتے حتیٰ کہ اب ان کو
 اعتراف کرنا پڑا ہے کہ وہ اپنی تنظیم میں فیل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ان کی انجمن

کی حالیہ رپورٹ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے جنرل سیکرٹری تحریر کرتے ہیں :-
 ”واقعات اور تجربہ نے ہمارے سامنے یہ تلخ حقیقت
 واضح کر دی ہے کہ اشاعت اسلام کے میدان میں ہماری
 ساری کامیابی کاراز ہماری جماعتی ترقی اور وسیع سے
 وابستہ ہے۔ ہم نے عام طور پر اپنی مسلمان قوم سے جو
 توقعات وابستہ کر رکھی تھیں کہ ہمارے مشنوں اور ترویج علوم
 فرقانہ کے کارناموں کو دیکھ کر ہمارے دینی مقاصد میں
 لوگ از خود شمولیت اور شرکت اختیار کر لیں گے، وہ تمام
 حرف غلط کی طرح ثابت ہوئیں۔“

(احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی ۵۲ ویں سالانہ رپورٹ ص ۵)

۴ کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں :-

”حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کے استحکام اور احباب
 سلسلہ کے باہمی تعلقات کو استوار کرنے کے لیے یہ تجویز
 فرمایا تھا کہ ہماری اولادوں کے رشتے ناٹے اپنی جماعت
 کے اندر ہونے چاہئیں اور انجمن نے حتی الوسع باہمی رشتے
 ناٹوں کے لیے کوشش بھی کی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس
 سلسلہ میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ عام طور پر
 راکوں کے رشتے باہر کر لیے جاتے ہیں اور جماعت میں
 راکپوں کے رشتے تلاش کرنے میں مشکلات کا سامنا ہوتا
 ہے۔ یہ ایک ناخوشگوار حقیقت ہے جس سے اجتناب
 ضروری ہے۔ امام وقت کے ارشاد کی تعمیل میں ضروری

ہے کہ ہم جماعت میں رشتے ناطے کریں خواہ ہمیں اس میں نقصان یا تکلیف ہی کیوں نہ برداشت کرنی پڑے۔“

امرحیارم: غیر از جماعت مسلمانوں پر یہ اثر ہے کہ احمدیوں کا لاہوری فرقہ اپنے عقائد میں سنجیدہ نہیں۔ چنانچہ پروفیسر الیاس برنی اپنی کتاب ”قادیانی مذہب“ کے ایڈیشن ششم کے مقدمہ میں ”قادیانی جماعت قادیان کے عقائد“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:-

”(الف) ”قادیانی جماعت قادیان جو مرزا قادیانی صاحب کے تمام دعووں پر ایمان رکھتی ہے اور جماعت لاہور کی طرح نبوت کے دعووں سے اعراض و انکار نہیں کرتی۔ اور تذبذب اور تلون نہیں دکھاتی۔ قادیانی فرقہ بہت زیادہ مقبول ہے جماعت لاہور اپنی دورخی کے طفیل اسلام کے نام پر ”قادیانیت“ کی تبلیغ کے واسطے مسلمانوں سے بھی امداد حاصل کر لیتی ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی صاحب کو مجدد، محدث، مہدی اور مسیح موعودہ بھی لازمی مانتی ہے اور اُن کو نہ ماننے کی بنا پر وہ بھی مسلمانوں کو فاسق جانتی ہے۔ اور لطف یہ کہ خود دادیلا کرتی رہتی ہے کہ جماعت قادیان نے مسلمانوں کو مرزا صاحب کے انکار کی بنا پر کافر قرار دیکر اسلام میں بڑا فتنہ پھیلادیا۔ گویا ”خود را فضیحت دیگران را نصیحت“ (مقدمہ مذکور ص ۲۰)

پروفیسر الیاس برنی صاحب نے یہ درست لکھا ہے کہ لاہوری فرقہ حضرت مرزا صاحب کے منکر مسلمانوں کو فاسق جانتا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب اپنی

کتاب "النّبوة فی الاسلام" کے صفحہ ۱۸ پر صاف کہتے ہیں۔ "مجددِ دل کا ماننا ضروری ہے اور ان کے انکار سے انسان فاسق ہو جاتا ہے۔"

پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں: "عبد دسے انحراف کرنے والا جاہلیت کی موت مرنے ہے۔" فاروقی صاحب اپنی کتاب کا نام فسخِ حق رکھ رہے ہیں۔ اب وہ دیکھ لیں کہ ان کے فرقہ کو ہماری جماعت کے مقابلہ میں کیسی فتح ہوئی ہے سوائے اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق جو آپ نے مخالفوں کے متعلق فرمایا۔ گندہ دہنی کو وہ فتح سمجھنے لگیں۔

(ب) مولوی ابوالحسن علی ندوی ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ لکھتے ہیں:-

"قادیانیت کی اس شاخ نے جس کا مرکز قادیان اور اب بلوہ

ہے اور جس کی قیادت مرزا غلام احمد صاحب کے فرزند اکبر مرزا بشیر الدین محمود صاحب کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب کے نبوت کے عقیدہ کو اپنی جماعت کی اساس بنایا ہے۔

وہ پوری فصاحت اور استقامت کے ساتھ اس عقیدہ پر قائم ہیں..... اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس شاخ نے

ایک واضح اور قطعی موقف اختیار کیا ہے اور اپنی اخلاقی جرأت کا ثبوت دیا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ مرزا صاحب

کی صحیح ترجمانی و نمائندگی اور ان کی تعلیمات و تصریحات کی محض صدائے بازگشت ہے۔ لیکن لاہور شاخ کا موقف

بڑا عجیب اور ناقابلِ فہم ہے۔ مرزا صاحب کی تصنیفات اور تحریروں کا مطالعہ کرنے والا قطعی اور بدیہی طور پر سمجھتا

ہے کہ وہ صاف صاف نبوت کے مدعی ہیں اور جو

اُس پر ایمان نہ لائے اس کی تکفیر کرتے ہیں۔“

(قادیانیت ص ۲۰۱ و ۲۰۲)

(ج) یورپ کے مشہور مستشرق H.R.GIBB پروفیسر آکسفورڈ یونیورسٹی لکھتے ہیں:-

”۱۹۱۴ء میں پہلے خلیفہ کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ دو حصوں میں بٹ گئی جماعت کا اصل حصہ یعنی قادیانی شاخ تو بانی سلسلہ کے دعویٰ نبوت اور ان کے بعد اجرائے خلافت پر قائم رہی۔ لیکن الگ ہونے والے لاہوری فریق نے ان دونوں کا انکار کر دیا۔ اور ایک نئے امیر کی قیادت میں انہیں اشاعت اسلام کی بنیاد ڈالی۔ لاہوری فریق نے بعد میں اہل سنت والجماعت کے ساتھ مل جانے کی کوشش کی، مگر علماء داب بھی انہیں شیعہ کی نگاہ سے ہی دیکھتے ہیں۔“

(ترجمہ از محمد نزم طبع دوم ۱۹۷۱ء)

(د) اخبار سیاست لکھتا ہے:-

”لاہوری احمدیوں کا مسلمانوں کو یہ بتانا کہ وہ انہیں مسلمان سمجھتے ہیں سرتاپا منافقت ہے۔ جس سے مسلمانوں کو آگاہ ہو جانا چاہیے۔“

(سیاست ۱۹ فروری ۱۹۷۵ء)

(لا) اخبار احسان لکھتا ہے:-

”مرزائیوں کے لاہوری جماعت کے فریب کاروں کا گروہ مرزا کو نبی سمجھنے اور کہنے میں قادیانیوں سے کم نہیں ہے اور جب وہ مسلمانوں سے یہ کتنے دکھاٹی دیتے ہیں کہ ہم قادیان کے مدعی نبوت کو محض محدث اور بددہلہ محض ایک نیک

مولوی سمجھتے ہیں تو اُن کا مقصد دھوکہ دینے کے سوا اور
کچھ نہیں ہوتا۔“ (احسان ۲۵ فروری ۱۹۳۵ء)

(۱) اخبار زمیں دار لکھتا ہے :-

” لاہوری مرزائی قادیانیوں سے کہیں زیادہ مسلمانوں

کے لیے خطر ناک ہیں۔“ (زمیں دار ۷ فروری ۱۹۳۵ء)

امریجنم : مولوی محمد علی صاحب کا اعتراض | مولوی محمد علی صاحب فرماتے

ہے :-

” یہ صحیح ہے کہ ہمارا لٹریچر مقبول ہوا، مگر وہ پھل کیوں

نہ لگا جو لگنا چاہیے۔ صرف اس لیے کہ وہاں کام کرنے

والا کوئی نہیں تھا۔“ (پیغام صلح ۱۹ مئی ۱۹۳۵ء)

مولوی صاحب کا مقصود یہ ہے کہ وہ مبلغین پیدا کرنے میں ناکام رہے جن

سے پھل لگ سکتا ہے۔

امریجنم : احمدی لاہوری فریق کی ناکامی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ مولوی صدر الدین

صاحب نے جو آجکل اُن کے امیر ہیں ۲۱ سال تک مولوی محمد علی صاحب کا ناک

میں دم کیے رکھا تھا۔ یہاں تک کہ مولوی محمد علی صاحب وصیت کر گئے تھے کہ یہ صاحب

میرے جنازے کو ہاتھ تک نہ لگائیں۔ لیکن ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ لاہوری فریق نے

مولوی صدر الدین کو ہی اپنی جماعت کا امیر بنالیا۔

مولوی محمد علی صاحب جن دنوں کراچی میں بیمار تھے وہ اپنے ایک دوست کو کراچی

سے لکھتے ہیں :-

” برادر مکرم ابھی مجھے ایک دوست کی طرف سے ایک نوٹس

کی نقل ملی ہے جو سات ممبران جنرل کونسل کی طرف سے باہر

کے احباب کو بھیجا گیا ہے کہ ۱۵ جولائی کو احمدیہ بلڈنگس
لاہور میں ۱۱ بجے دن کے ایک مجلس منعقد ہوگا (نقل مطابق
اصل - ناقل) اس میں وہ احباب شامل ہوں جن کو یہ نوٹس
بھیجا جا رہا ہے۔ اس کے اصل محرک ڈاکٹر غلام محمد اور
مولانا صدر الدین ہیں۔

جب سے میں گزشتہ بیماری کے حملہ سے اٹھا ہوں
اس وقت سے یہ دونوں بزرگ اور شیخ عبدالرحمن صاحب
مصری میرے خلاف پروپاگنڈا میں اپنی پوری قوت خرچ
کر رہے ہیں اور ہر ایک تنکے کو پہاڑ بنا کر جماعت میں ایک
فتنہ پیدا کرنا شروع کیا ہوا ہے۔“

آگے لکھا ہے :-

”نہ صرف وہ میری بیماری سے پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں
بلکہ ان امور کے متعلق مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر کے
میری بیماری کو بڑھا رہے ہیں۔“

پھر لکھتے ہیں :-

”نہ صرف یہ نوٹس جاری کر کے جماعت کے بنیادی نظام
پر کھٹاڑی چلائی گئی اور امیر جماعت کے خلاف علم بغاوت
بلند کیا گیا ہے بلکہ ان سخت گرمی کے ایام میں مولانا صدر الدین
صاحب نے بعض جماعتوں میں دورہ بھی کیا ہے، تاکہ
اُن پر اپنا ذاتی اثر ڈال کر میرے متعلق جھوٹی باتوں کا
خوب چرچا کریں۔“ (چٹھی ص ۱)

امر منہم: محترمہ بیگم صاحبہ مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے ایک خط ۱۱/۲۹ کو مسلم ٹاؤن پوسٹ آفس اچھروہ سے ہندوستان کے ایک لاہوری احمدی کے نام لکھا۔ اس میں آپ تحریر فرماتی ہیں:-

”ہمارے محبوب محمد علی کی تمام زندگی ایک روشن ستارے کی طرح تھی..... اور جس قدر کام اور تصنیفات وہ کرتے رہے۔ وہ اس کی گواہ ہیں۔ اُن کی روز افزوں مقبولیت کی وجہ سے اپنی جماعت میں ہی سُو حاسد پیدا ہو گئے اور سالہا سال سے ان کی راہ میں روڑے اٹکاتے رہے۔“
(خط ص ۱)

آگے ص ۱ پر تحریر فرماتی ہیں:-

”مولوی محمد علی صاحب نے ترجمہ قرآن کو دائمی طور پر ناسخ کرنے کے لیے ایک ٹرسٹ قائم کر دیا۔ مفسدوں نے مخالفت کا طوفان برپا کر دیا اور طرح طرح کے بہیودہ الزام لگائے۔ یہاں تک بکواس کی کہ آپ نے احمدیت سے انکار کر دیا ہے اور انجمن کا مال غصب کر لیا ہے۔“

پھر آگے ص ۱ پر تحریر فرماتی ہیں:-

”آخر ان شرارتوں کی وجہ سے مولوی محمد علی صاحب کی صحت بگڑ گئی اور ان تفکرات نے آپ کی جان لے لی۔ سب ڈاکٹر یہی کہتے ہیں کہ اس غم کی وجہ سے حضرت مولوی صاحب کی جان گئی۔“

ص ۱ پر تحریر فرماتی ہیں:-

”ایک وصیت لکھ کر شیخ میاں محمد صاحب کو بھیج دی
کہ سات آدمی جو اس فتنہ کے بانی ہیں اور جن کے دستخط
سے یہ سرکل نکلے تھے اور جن کا سرغنہ مولوی صدرالدین
ہے میرے جنازہ کو ہاتھ نہ لگائیں اور نہ ہی نماز جنازہ
پڑھائیں چنانچہ اس پر عمل ہوا“

صفحہ ۷۸ پر تحریر فرماتی ہیں :-

”اگرچہ مولوی صدرالدین امیر مقرر ہوا ہے۔ مگر تمام
اختیارات الحاج شیخ میاں محمد کے سپرد ہوئے ہیں
اور وہ انجن کے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے ہیں“

صفحہ ۸ پر تحریر فرماتی ہیں :-

حضرت امیر مرحوم و مغفور نے اپنے آخری چند ایام میں
ایک تحریر لکھی ہے ’میری زندگی کا ایک دردناک وزن‘
یہ تحریر سالانہ جلسہ کے موقع پر جنرل کونسل میں پیش ہوئی
اور ارادہ ہے کہ اس کو چھپوا کر جنرل کونسل کے ممبران کو
دی جائے۔ آپ کو بھی اس کی ایک نقل بھجواؤں گی“

محترمہ بیگم صاحبہ کی چٹھی میں بعض اور دردناک واقعات بھی لکھے ہیں۔ مگر سرت
ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؑ کو شروع خلافت
میں ہی الہاماً ان لوگوں کے متعلق بتلادیا تھا لَیْمَدِ قَتْلُہُمْ کہ خدا ان کو پھاڑ
دے گا۔ اب دیکھ لو فتح کس کی ہوئی۔ خدائے قادر و توانا کی یا اہل پیغام جنگ کی
نعلیوں کی ؟

دیکھئے وہی ڈاکٹر غلام محمد صاحب جو مولوی صدر الدین صاحب کے ساتھ مل کر مولوی محمد علی صاحب کے خلاف تھے اپنے نئے امیر مولوی صدر الدین کے خلاف بھی ہو گئے۔

ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی پریذیڈنٹ شپ اور مولوی صدر الدین کی امارت کے زمانہ میں ایک سرکل جاری کیا جس میں لکھا:-

”در حقیقت جماعت و قوم کی بہبود کے لیے کوئی بھی انتظام

کرے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب تک مولوی صاحب

مکرم (مولوی صدر الدین صاحب ناقل) سیاہ و سفید

کے مالک نہ بنا دیئے جائیں۔ خود اُن کے قول کے مطابق

وہ اقتدار کے بھوکے ہیں۔ جب تک وہ اسے حاصل نہ

کر لیں گے۔ جماعت میں فتنہ و فساد ختم نہیں ہو سکتا۔ مگر

جس روز جماعت نے وہ قدم اٹھایا، تو وہ دن جماعت

اور تحریک احمدیت (احمدی لاہوری فریق کی تحریک

اور ان کی جماعت۔ ناقل) کے خاتمہ کا دن ہو گا۔ حضرت

امیر مولانا محمد علی صاحب جو مخمور اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

مخمور و مخمور نے مولوی صدر الدین صاحب کے متعلق جو کچھ تحریر کیا،

اس کا ایک ایک لفظ اب صحیح اور درست ثابت ہوا ہے۔ مولانا مکرم کا

ایسے وقت میں مجلس مخمدین کا اجلاس بلانا قوم میں

انتشار پھیلانے کے مترادف ہے۔ اب اجاب کو

چاہیے کہ مولوی صاحب کو تحریری کارروائیوں سے پرہیز

کرنے کی تلقین فرمائیں۔ (خاکسار غلام محمد احمدیہ بلڈنگ لاہور۔ ۱۳۵۵ھ)

اب فاروقی صاحب بتائیں کیا فتح اسی کا نام ہے؟ اگر اس کا نام فتح ہے تو پھر ناکامی اور انتشار کس کو کہتے ہیں؟ دیکھئے آپ کے مولوی محمد یعقوب صاحب ایڈیٹر لائٹ (LIGHT) آپ کی تحریک کی حالت یوں بیان فرماتے ہیں:-
 ”تحریک ایک لاش بن کر رہ گئی تھی اور چند آدمی اسے
 نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔“

(پیغام صلح ۲۴ جنوری ۱۹۵۲ء)

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد جانشین کے لیے جو وصیت فرمائی تھی، اس کی راہ میں روڑے اٹکانے والے تو ناکام ہوئے اور خلافت ثانیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے قائم ہو گئی اور دن دو گنی اور رات چو گنی ترقی کرتی رہی۔

۱۹۳۶ء میں یہ بحث چل نکلی کہ ممبران احمدیہ انجمن اشاعت ایک اہم واقعہ اسلام لاہور کے بعض ارکان جو انجمن حمایت اسلام کے رکن ہیں رکنیت سے خارج کر دیئے جائیں۔ اس سلسلہ میں انجمن حمایت اسلام کے دو رکن یعنی مولوی احمد علی صاحب امیر خدام الدین اور میاں عبد المجید صاحب بیرسٹر نے مولوی محمد علی صاحب سے چند سوالات کا جواب طلب کیا جن میں سے ایک سوال یہ تھا:-

سوال کی عبارت:- ”کیا آپ کا اعتقاد اُن (مرزا صاحب: ماقبل) کے متعلق شروع سے بیکرا ایک ہی ہے یا کبھی بدلا؟ ایک ہی ہے تو خیر اور اگر بدلا ہے تو اب کیا ہے اور پہلے کیا تھا اور بدلنے کی وجہ کیا ہے؟“

اگر مولوی صاحب نے نبوت مسیح موعودؑ کے متعلق اپنے خیالات میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی ہوتی تو وہ ایک فقرہ میں یہ جواب دے سکتے تھے کہ میرا اعتقاد شروع سے بیکرا آج تک ایک ہی ہے۔ مگر مولوی صاحب کو یہ لکھنے کی جرأت نہ ہوئی

بلکہ انھوں نے جواب میں لکھا

”اگر آپ احمدیہ جماعت لاہور کے متعلق کوئی فتویٰ دینا چاہتے ہیں تو جماعت کے مطبوعہ عقائد آپ کے سامنے ہیں تیس سال قبل کی میری ذاتی تحریرات سے ان کا کوئی تعلق نہیں، ان عقائد کی بناء پر جو چاہیں فتویٰ دیں۔“
 ”اگر ذاتی طور پر مجھ پر فتویٰ کا سوال ہے تو ایسا کفر کا فتویٰ جس کو تیس سال قبل کی تحریروں سے سہارا دینے کی ضرورت ہو شاید ہی مفید ثابت ہو۔“

(پیغام صلح ۳ جنوری ۱۹۳۶ء ص ۹ کالم ۱)

اس جواب کے باوجود لاہوری احمدیوں کے وہ اراکین جو انجمن حمایت اسلام کے ممبر تھے ختم نبوت کے منکر قرار دے کر انجمن حمایت اسلام کی ممبری سے خارج کر دیے گئے۔ پس سٹرکب کا بیان حقیقت پر مبنی ہے کہ لاہوری فرقہ نے بعد میں اہل سنت و الجماعت کے ساتھ مل جانے کی کوشش کی مگر علماء اسلام انہیں شبہ کی نگاہ سے ہی دیکھتے ہیں (محمدان ازم ص ۸ طبع دوم)

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے بھی ممبر تھے اور اسلام آباد کالج ہوسٹل کے مشیر طبی بھی رہے۔ لیکن اس موقع پر جو سلوک انجمن حمایت اسلام نے ان سے کیا وہ نہایت عبرت آموز ہے۔ پیغام صلح انجمن حمایت اسلام کے فتوے کفر لگانے کا واقعہ یوں لکھتا ہے:-

”احمدیوں کے خلاف فتویٰ کفر لگا دیا گیا اور ان کے ساتھ بائیکاٹ کی یہ صورت پیش کی گئی کہ احمدی انجمن کے ملازم نہ ہو سکیں نہ وظائف حاصل کر سکیں وغیرہ وغیرہ

مرزا یعقوب بیگ (ناقل) صاحب انجمن کے جنرل کونسل کے ممبر تھے وہ اس ریزولوشن کے خلاف تقریر کرنے کے لیے مجلس میں پہنچے اور انہوں نے بتایا کہ انجمن کو کفر بازی سے بالاتر ہونا چاہیے۔ اس پر ایک ممبر صاحب جو بہت سی ڈگریوں کے مالک ہیں اور عمر میں شاید حضرت میرزا صاحب سے بہت چھوٹے تھے سخت برہم ہو کر گستاخانہ لہجہ میں تکفیر احمدیت پر اصرار کرنے لگے حضرت مرزا صاحب کو اس سے اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ کا رنگ سُرخ ہو گیا۔ وہاں سے اٹھے اور گھر پہنچے۔ بیڑھیاں چڑھ رہے تھے کہ اس صدمہ سے فالج کا حملہ ہوا اور دس بارہ روز بیمار رہ کر جان بحق تسلیم ہو گئے۔ گویا انجمن حمایت اسلام نے اپنے ایک رفیق اور معزز کارکن کی خدمات کا یہ صلہ دیا کہ اس کی جان ہی کو لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(پیغام صلح ۳ نومبر ۱۹۴۷ء ص ۷)

کاش ہمارے پچھڑے ہوئے بھائی اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور اسی جماعت سے آمین جنہیں خدا کا برگزیدہ مسیح موعود اُن کا بھائی بنا گیا ہے۔ اے خدا تو انہیں توفیق عطا فرما۔

مولوی محمد علی صاحب کے دل پر بھی اس واقعہ کا بہت اثر تھا کہ انجمن حمایت اسلام نے اُن کے فریق پر بھی فتویٰ کفر لگا دیا ہے حالانکہ انہیں مسلمان کہتے کہتے اُن کی زبان سُکھتی تھی۔ مولوی صاحب کی ناراضگی کا یہ اثر ہوا کہ اُنہوں نے خود ان لوگوں کو ختم نبوت کا منکر قرار دیدیا۔ چنانچہ انہوں نے اعلان کیا :-

الف۔ ”جو لوگ نیا نبی تو نہیں مانتے لیکن وہ کسی پرانے نبی کا آنا
بعد از حضرت ختمی پناہ مانتے ہیں وہ بھی ایسے ہی منکر ختم نبوت
ہیں جیسے کہ وہ آپ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کا عقیدہ
رکھتے ہیں“

ب۔ ”حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں سوائے ایک ہماری
جماعت احمدیہ لاہور کے کوئی جماعت اسلامی ختم نبوت
کی نازل نظر نہیں آتی“

(پیغام صلح ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

اس سے پہلے ۱۹۴۱ء میں مولوی محمد علی صاحب اپنے اصولی عقیدہ کا بایں الفاظ
اعلان فرما چکے تھے:-

”بیشک ختم نبوت کے منکر کو میں بے دین اور دائرۃ اسلام

سے خارج سمجھتا ہوں“ (پیغام صلح ۲ جنوری ۱۹۴۱ء)

اس حوالہ کی موجودگی میں ہمیں صغریٰ کبریٰ بنا کر یہ منطقی نتیجہ نکالنے کا حق حاصل
ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک تمام کلمہ گو بجز فریق لاہور بے دین اور
دائرۃ اسلام سے خارج ہیں۔ دیکھئے صغریٰ یہ بنے گا تمام کلمہ گو یعنی اسلامی
جماعتیں بجز فریق لاہور ختم نبوت کے منکر ہیں اور کبریٰ یہ ہوگا ”ختم نبوت کا منکر ہے
وہ بے دین اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے“ اس کا بدیہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ:-

تمام کلمہ گو بجز فریق لاہور بے دین اور دائرۃ اسلام سے خارج ہیں۔ کیا
فاروقی صاحب اس بدیہی نتیجہ سے اتفاق کرتے ہیں؟

امرہ ششم: مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہمنواؤں نے حضرت حلیفۃ المسیح
الثانی رضی اللہ عنہ کی حقیقی خلافت سے تو انکار کر دیا۔ مگر مولوی صاحب کی امارت

میں تین خلیفے ان کی انجمن نے تجویز کیے۔ اول مولوی غلام حسن خالص صاحب پشاور، دوم سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی۔ سوم خواجہ کمال الدین صاحب۔

(دیکھو پیغام صلح ۲۴ اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۷)

مقدم الذکر دونوں خلیفے تو بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی بیعت میں شامل ہو گئے اور خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنا مشن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے منقطع کر لیا۔ دیکھو پیغام صلح ۲۴ جنوری ۱۹۳۱ء صفحہ ۲۔ خواجہ صاحب مرحوم نے آخری عمر میں ایک خواب دیکھا جس میں مذکور ہے کہ:-
تخت کے سامنے ملازموں کو کھڑا کرنے کی جگہ تھی.....

میرے ہمراہ حضرت مولوی (محمد علی - ناقل) صاحب تھے۔
..... ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم پر کوئی مقدمہ ہے اور
اس عدالت عالیہ میں ہم بطور ملازم کھڑے ہیں.....
میں نے سمجھا کہ صاحب عرش نے کوئی حکم دیدیا ہے جسکے
سنانے کے لیے حضرت مرزا صاحب اٹھے گودہ خود خون
کی حالت میں تھے مگر انہوں نے نہایت غضبناک آواز
میں حکم سنایا:-

خواجہ صاحب نے اپنی کتاب ”مجدد کامل“ ص ۱۲۵ میں یہ خواب شائع کی، اور
انجمن اشاعت اسلام لاہور کے طریق کار پر اعتراضات کیے جس کے جواب میں مولوی
محمد علی صاحب کو ایک لمبا چوڑا مضمون لکھنا پڑا۔ (دیکھو پیغام صلح ۲۴ جنوری ۱۹۳۱ء)
فاروقی صاحب! کیا یہ آٹھ باتیں آپ لوگوں کی فتح کی دلیل ہیں؟
میں اپنے پیش لفظ کو لاہوری فریق کی مایوسی پر ختم
لاہوری فریق کی مایوسی کرتا ہوں۔ پیغام صلح لکھتا ہے:-

”بعض کوتاہ فہم یخیاں بھی دل میں لیے ہوئے ہیں،
 جس کا اظہار وہ وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔ کہ چونکہ
 یہ صدی اب ختم ہونے والی ہے اس لیے اس صدی
 کے عہد کی تحریک بھی اب زندگی کے آخری مرحلوں
 پر ہے۔ اب نیا مجد دہی آکر اس کو دوبارہ زندہ کرے گا
 اس میں زندگی کی روح پیدا کرنا ہمارا کام نہیں۔“

{ پیغام صلح ۱۵ جنوری ۱۹۵۸ء }
 { بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۱۲۳ }

اپنی اس کتاب کے پیش لفظ کو میں اپنے تین احباب کے دلی شکریہ پر ختم
 کرتا ہوں جن میں سے ایک میرے عزیز شاگرد مولوی دوست محمد شاہ مصنف
 تاریخ احمدیت ہیں جنہوں نے بعض ضروری حوالہ جات کی تلاش میں مجھے مدد
 دی ہے اور مشورہ بھی دیا ہے۔ اور اسی طرح میرے دوسرے عزیز شاگرد ڈاکٹر
 سید ظہور احمد شاہ صاحب واقع زندگی ہیں جنہیں میں نے اس کتاب کا اکثر
 حصہ املا کرایا ہے۔ اور انہوں نے نہایت تنہا ہی اور خوش دلی سے یہ کام انجام
 دیا ہے۔ تیسرے میرے محترم بزرگ حضرت سید حافظ مختار احمد صاحب شاہماہ پوری
 ہیں جنہوں نے باوجود ضعیف العمری اور بیماری کی حالت میں اس مسودہ کو نہایت کمال
 سن کر مجھے اپنے قیمتی مشورہ اور اصلاح سے نوازا ہے۔ جزاھم اللہ احسن
 الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔

ادنیٰ خادم سلیلہ

قاضی محمد ندیر لائل پوری

۲۷ اکتوبر ۱۹۶۶ء

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

— 100 —

باب اول

نبوت مسیح موعود اور مولوی محمد علی صنا کے عقیدہ میں تبدیلی

اس حقیقت کو بیان کرنے کے بعد کہ احمدیوں کے لاہوری فریق کو ہماری جماعت کے مقابلہ میں سراسر ناکامی اور نہرِ میت ہوئی ہے اب ہم ممتاز احمد صاحب فاروقی کی کتاب "فتح حق" کے نفسِ مضمون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

فاروقی صاحب نے اس کتاب کو اردو اور انگریزی میں اس طرح شائع کیا ہے کہ ایک صفحہ پر انگریزی تحریر ہے اور دوسرے صفحہ پر اردو۔ اور اس کے پیش لفظ میں وجہ تالیف یہ ظاہر کی ہے کہ :-

”بیرونی ممالک کے مسلمانوں اور احمدی احباب کا تقاضا

تھا کہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی اور جماعت احمدیہ

میں تفرقہ بازی اور اس کی حقیقت پر انگریزی زبان میں

کوئی کتاب ہونی چاہیے تاکہ اردو نہ جاننے والے لوگ

بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکیں۔ تو ان احباب کی

خاطر یہ مختصر کتاب لکھی گئی ہے۔ (پیش لفظ فتح حق ص ۵)

فاروقی صاحب نے اپنی اس کتاب میں ایک حد تک اختلافی مسائل پر

نوٹ: ”استفادہ“ کے ساتھ حاصل کا لفظ درست نہیں۔ استفادہ کر سکیں چاہیے۔

بحث کی ہے۔ مگر یہ امر سخت قابل افسوس ہے کہ انہوں نے اس بحث میں ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے خلاف نہایت بُرہانی بے ادبی اور گستاخی سے کام لیا ہے جس کی کسی متدین اور شریف مسلمان سے توقع نہیں کی جاسکتی۔ جو گندہ طریق انہوں نے اختیار کیا ہے اس کی نہ دنیا کا کوئی قانون اجازت دیتا ہے نہ شریعتِ محمدیہ۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ مذہبی بحثوں میں ذاتی حملوں پر اس لیے اُتر آتے ہیں کہ وہ اپنے دلائل کی کمزوری کو فریقِ ثانی پر ناجائز حملوں کے پردہ میں چھپا سکیں۔ اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اپنے مد مقابل پر گند اُچھالنے بغیر وہ اپنی بحث کی کمزوری پر پردہ نہیں ڈال سکتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آریوں اور عیسائیوں نے گند اُچھالنے کا جو طریق اختیار کر رکھا تھا افسوس ہے کہ ہمارے مقدس امام حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ممتاز احمد صاحب فاروقی بھی آپ کے خلاف اُنہی کی روش پر چل نکلے ہیں۔ اور عیسائیوں اور آریوں کی طرح گند سے اور ناپاک اعتراضات کر کے اپنی فتح کا تقارہ بجانا چاہتے ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذکودا موشکراً بالخیر کہ اپنے وفات یافتہ لوگوں کا بھلائی سے ذکر کیا کرو۔ مگر افسوس ہے کہ مخالفت کے اندھے جوش میں فاروقی صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زریں ہدایت کو پس پشت ڈالتے ہوئے اُس بزرگ ہستی کے فرزندِ ارجمند کے خلاف، اُن کے وفات پا جانے کے بعد، ناپاک، نجس اور گندے حملے کیے ہیں جس بزرگ ہستی کو وہ اپنا آقا و مولیٰ اور ساری امتِ محمدیہ کے لیے مسیح موعود اور مہدی مہمود تسلیم کرتے ہیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی حالت بھی سخت قابلِ انسوس ہے جس کی طرف سے یہ دل آزار اور ہمارے جذبات کو مجروح کرنے والی کتاب شائع ہوئی ہے۔

فاروقی صاحب کی | فاروقی صاحب نے اپنی کتاب کے پیش لفظ میں دو دو غلط بیابیاں | صریح غلط بیابیاں کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

”حضرت مرزا صاحب نے بار بار اعلان کیا کہ آپ کا دعویٰ اسلامی اصطلاح میں نبوت کا نہیں، بلکہ مجددِ مسیح اور محدثیت کا ہے جس کے انکار سے کوئی شخص دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ ۱۹۰۸ء میں آپ کی وفات تک اور پہلے خلیفہ مولوی نور الدین صاحب کے زمانے تک آپ کے مریدین آپ کو صحیح مقام دیتے رہے مگر ۱۹۱۲ء میں مولانا نور الدین صاحب کی وفات کے بعد جب حضرت مرزا صاحب کے فرزند مرزا محمود احمد نے عنانِ خلافت سنبھالی تو انہوں نے یہ عقیدہ تراشا کہ حضرت مسیح موعود نبی تھے اور ان کا منکر کا فر ہے“

(پیش لفظ فتح حق ص ۳)

پہلی غلط بیانی: اس بیان میں فاروقی صاحب کی پہلی غلط بیانی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی وفات تک اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کی خلافت کے زمانہ میں آپ کے مریدین آپ کو نبی نہیں مانتے تھے بلکہ صرف مجدد اور محدث ہی مانتے تھے۔

دوسری غلط بیانی: اور دوسری غلط بیانی یہ ہے کہ ۱۹۱۲ء میں حضرت مولوی

نور الدین صاحب کی وفات کے بعد حضرت مرزا صاحب کے فرزند مرزا محمود احمد رضا نے عنانِ خلافت سنبھالی تو انھوں نے یہ عقیدہ تراشا کہ حضرت مسیح موعود نبی تھے اور ان کا منکر کافر ہے۔

جس کتاب کا آغاز ہی غلط بیانی سے ہوا ہے اُس کے متعلق کوئی اچھی توقع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جب معمار پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھے تو اس کی ساری تعمیر میں کجی ہی پائی جائے گی۔

پہلی بات کے خلاف واقعہ ہونے کا ثبوت

مؤلف کتاب کی پہلی غلط بیانی کا ثبوت یہ ہے کہ لاہوری فریق کے سرگروہ اور لیڈر مولوی محمد علی صاحب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی زندگی میں ۱۹۱۱ء میں رسالہ دیو لو آف ریجنسز کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ تو اس وقت وہ خود بھی حضرت اقدس کو نبی ہی مانتے تھے اور دوسروں میں بھی آپ کی نبوت کی ہی اشاعت کرتے تھے۔ البتہ حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں جب لاہور سے اخبار ”پیغام صلح“ جاری ہوا تو پیغام صلح سے تعلق رکھنے والوں کے متعلق ۱۹۱۳ء میں جماعت میں یہ احساس پیدا ہونے لگا کہ یہ لوگ حضرت اقدس کے درجہ کو گھٹا کر پیش کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو نبی اور رسول تسلیم نہیں کرتے۔ چونکہ ابھی اختلاف نمایاں نہ تھا اور اختلاف رکھنے والوں نے ابھی شدت اختیار نہیں کی تھی اور انھیں یہ بھی ڈرتھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ ناراض ہو کر انہیں جماعت سے خارج نہ کر دیں اس لیے انہوں نے فوراً پیغام صلح میں اعلان کیا:-

”معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں

ڈال دیا ہے کہ اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق رکھنے والے
یا ان میں سے کوئی ایک سیدنا و ہادینا حضرت مہینا
غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مہمود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے مدارج عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف
کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی
صورت سے اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے،
خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جانتے والا ہے حاضر و
ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس
قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض ہتھان ہے۔ ہم حضرت
مسیح موعود اور مہدی مہمود کو اس زمانہ کا نبی،
رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔ اور جو درجہ
حضرت مسیح موعود نے اپنا بیان فرمایا ہے اس سے
کم پیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ ہمارا
ایمان ہے کہ دنیا کی نجات حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم اور آپ کے غلام حضرت مسیح موعود پر
ایمان لائے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد ہم اس
کے خلیفہ برحق سیدنا و مرثدا حضرت مولوی
نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح کو بھی سچا پیشوا سمجھتے
ہیں۔ اس اعلان کے بعد اگر کوئی بدظنی پھیلانے
سے باز نہ آئے تو ہم اپنا معاملہ خدا پر چھوڑتے ہیں۔“

(پیغام صلح لاہور ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء ص ۲)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ اخبار پیغام صلح کے متعلقین نے ۱۹۱۳ء میں اعتراف کیا تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں اور آپ کے درجہ کو گھٹا کر پیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ اخبار پیغام صلح سے تعلق رکھنے والے ہی وہ لوگ ہیں جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے مسند خلافت پر سرفراز ہونے کے بعد خلافت ثانیہ کے انکار کے ساتھ ہی کھل کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرنے لگے۔

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور رسول مانتی تھی اور اس وقت اسی بارے میں بعض دل میں اختلاف رکھنے والے بھی کھل کر سامنے آنا نہیں چاہتے تھے۔ ہمارے اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا مسئلہ اور آپ کو نبی قرار دینا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی اختراع نہ تھی اور فاروقی صاحب نے یہ غلط بیانی کی ہے کہ آپ نے یہ عقیدہ ۱۹۱۴ء میں تراشا۔

۱۹۱۲ء میں بھی پیغام صلح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت میں ایک نظم شائع ہوئی تھی جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں سے

کیا ختم رسالت نے کمال اپنا دکھایا

امت میں ہے دریا ئے نبوت کو بہایا

اس فیض کے ملنے سے ہوئے خیر امم ہم

کیا ہرج ہے امت میں نبی بن کے گر آیا

مومن کے لیے کوئی بشارت ہے تو اس سے
امت میں اگر کوئی کرامت ہے تو اس سے

(پیغام صلح - ۲۲ فروری ۱۹۱۷ء)

نوٹ :- ۲۲ مارچ ۱۹۱۷ء کو جماعت احمدیہ میں خلافتِ ثانیہ قائم ہوئی۔

مولوی محمد علی صاحب کا عدالتی بیان | حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود
علیہ السلام کے خلاف ۱۹۰۴ء میں

مولوی کرم دین جہلمی نے انگریزی عدالت میں استغاثہ دائر کر رکھا تھا کہ
اُنھوں نے مجھے کذاب کہہ کر ازالہ حیثیتِ عرفی کا ارتکاب کیا ہے۔ مولوی
کرم دین صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کو بطور گواہ استغاثہ عدالت میں پیش کرایا
تو مولوی صاحب موصوف نے عدالت میں حاضر ہو کر باقرارِ صالح یہ بیان دیا :-
(۱) ”مکذّب مدّعی نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب

ملزم مدّعی نبوت ہے۔“

(۲) مرزا صاحب دعویٰ نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے
ہیں یہ دعویٰ اس قسم کا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن کوئی شریف
نہیں لایا۔ ایسے مدّعی کا مکذّب قرآن شریف کے رُوسے
کذاب ہوتا ہے۔“

(مسل مقدمہ مولوی کرم دین جہلمی درق ۳۶۲)

عدالت میں اُن کا یہ حلیفہ بیان بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب
موصوف نے یہ بیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے اور آپ کی عدالت
میں موجودگی میں دیا ہے کہ چونکہ آپ مدّعی نبوت ہیں۔ اس لیے آپ کو حق پہنچتا
ہے کہ مولوی کرم دین کو اس کے تکذیب کرنے کی وجہ سے کذاب قرار دیں اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بھی اس عدالت میں اپنے آپ کو غلطی نبی قرار دیا تھا۔ اگر حضرت مسیح موعود کے نزدیک ان کی غلطی نبوت، نبوت نہ ہوتی تو آپ کا مذہبی فرض تھا کہ اپنے اس مرید کو سمجھاتے کہ تم مجھے مدعی نبوت کیوں قرار دے رہے ہو اور جرح میں اس سے کھواتے کہ اسے آپ کو مدعی نبوت قرار دینے میں غلطی لگی ہے پس عدالت کا یہ رویکار ڈگواہ ہے کہ حضرت آدس اپنی زندگی کے ایام میں جماعت میں مدعی نبوت سمجھے جلتے تھے اور آپ کو بھی مدعی نبوت ہونے سے انکار نہیں تھا۔ اسی لیے آپ کے ایک متنازع مرید نے آپ کو عدالت میں باقرار صالح مدعی نبوت قرار دیا۔

اسی طرح مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے ریویو آف ریلیجنز کی ایڈیٹری کے زمانہ میں خواجہ غلام الثقلین سے تخریری بحث میں بھی حضرت مرزا صاحب کو مدعی نبوت کی حیثیت میں ہی پیش کیا ہے نہ کہ مدعی محدثیت کی حیثیت میں چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

ممبر۔ ”چار اصول خواجہ غلام الثقلین نے اپنی طبیعت سے ایجاد کیے جن کی رو سے وہ حضرت مرزا صاحب کو پرکھنا چاہتے ہیں۔ خواجہ غلام الثقلین نے ان اصول کے قائم کرنے میں جن کی رو سے وہ کسی مدعی نبوت کے سچ یا جھوٹ کو پرکھنا چاہتے ہیں۔ بڑی غلطی کھاٹی ہے۔“
(ریویو آف ریلیجنز جلد ۲ صفحہ ۳۹۵)

ممبر۔ ”مجھے تعجب آتا ہے کہ اعتراض کرتے وقت تو عیسائی اور اس سلسلہ کے مخالف بڑی بڑی باریکیاں نکالتے ہیں، مگر اس موٹی بات کو نہیں سمجھتے کہ ایک مدعی نبوت میں

کس امتیازی شان کا پایا جانا ضروری ہے۔“

(ریویو جلد ۲ صفحہ ۴۴۴)

نمبر ۳۔ ”چار باتیں خواجہ غلام الثقلین نے آیت اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ اٰمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کے ان معنوں کی تردید میں جو میں نے بیان کی ہیں پیش کی ہیں۔“

نمبر ۱ شیطان نے خدا کی عزت کی قسم کھائی کہ وہ سب کو گمراہ کرے گا۔۔۔۔۔ شیطان اپنے اس خیال میں سچا ہو گیا۔ نمبر ۲ قوم فرعون ان ربی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر دیتی تھی۔ نمبر ۳ مسیح مصلوب ہوئے۔ نمبر ۴ خلفاء اربعہ اور سبطین میں سے منجملہ چھ کس کے پانچ نفس دشمنوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے۔

بحثِ ثویہ تھی کہ سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں امتیازی نشان قرآن کریم نے کیا قرار دیا ہے۔ اب خواجہ غلام الثقلین خود ہی بتا دیں کہ ان پیش کردہ امور میں سے سوائے تیسرے کے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے، باقی مدعی نبوت کون کون ہے۔ کیا شیطان مدعی نبوت ہے کیا بنی اسرائیل کے شیرخوار لڑکے مدعی نبوت تھے، کیا خلفاء اربعہ اور سبطین مدعی نبوت تھے؟ اگر نہیں تو ان باتوں کو امر زیر بحث سے کیا تعلق ہے؟

(ریویو جلد ۵ صفحہ ۴۴۲)

اس بحث میں مولوی صاحب موصوف نے الٰہی نصرت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت میں پیش کیا تھا۔ معترض نے اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ خلفاء ثلاثہ اور سبطین تو شہید ہو گئے۔ ان کی تو کوئی نصرت نہ ہوئی اور مسیح علیہ السلام بھی مصلوب ہوئے اور بنی اسرائیل کے شیر خوار بچے بھی قتل کیے گئے۔ اس کے جواب میں مولوی محمد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحب آپ ایک مدعی نبوت کے مقابلہ میں نکلے ہیں۔ سوان میں سوائے مسیح علیہ السلام کے باقی مدعی نبوت کون کون ہیں۔ کیا بنی اسرائیل کے شیر خوار بچے مدعی نبوت ہیں۔ کیا خلفاء ثلاثہ اور سبطین (امام حسنؑ اور حسینؑ) مدعی نبوت ہیں۔ اگر نہیں تو پھر ان باتوں کو امر زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں۔

دیکھئے اس بحث میں مولوی صاحب موصوف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محدث کی حیثیت میں پیش نہیں کیا تھا۔ خلفاء ثلاثہ اور سبطین کی محدثیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محدث قرار دیا تھا۔ پس اس بحث میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدس کو محض مجدد اور محض محدث کی حیثیت میں پیش نہیں کیا بلکہ مدعی نبوت کی حیثیت میں پیش کیا ہے اور اس زمرہ میں داخل قرار دیا ہے۔ جس کے فرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور خلفاء ثلاثہ اور سبطین کو اس زمرہ سے خارج بیان کر کے خوب واضح کر دیا ہے کہ یہ مضمون لکھنے وقت مولوی محمد علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مدعی نبوت مانتے تھے۔ اس زمانہ میں مولوی محمد علی صاحب آیت قرآنہ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اور آیت من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من التائبین و الصمد یقین والشہداء والصالحین کی روشنی میں ہی تلقین فرماتے تھے کہ :-

”میں بھی اس وسیع دُعا کے کرنے کا حکم ہے اور اس کی قبولیت بھی یقینی ہے۔ مخالف خواہ کوئی ہی معنی کرے مگر ہم تو اس بات پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے۔ صدیق۔ شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے۔ مگر چاہیے مانگنے والا۔“

{ تقریر مولوی محمد علی صاحب مندرجہ الحکم }
۸ جولائی ۱۹۰۸ء

مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک ”یہ سلسلہ سچے معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا ہے اور یہ اعتقاد رکھنا ہے کوئی نبی خواہ وہ پرانا نبی ہو یا نیا آپ کے بعد ایسا آ سکتا جس کو نبوت بدول آپ کے واسطے سے مل سکتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خداوند تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیئے مگر آپ کے متبعین کامل کے لیے جو آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر آپ کے اخلاقِ کامل سے ہی یہ نور حاصل کرتے ہیں ان کے لیے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔“
(ریویو آف ریجینز آر دو ماہ مئی ۱۹۰۸ء ص ۱۸۶)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفہ المسیح الاولؑ کے زمانہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمیشہ نبی ہی کی حیثیت میں پیش کیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ حضرت خلیفہ المسیح الثانیؑ کی خلافت سے انکار کی اہمیت جتانے کے لیے بعد میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سے کھلم کھلا انکار کر دیا اور اپنے پہلے بیانات کے خلاف یہاں تک لکھ دیا کہ :-

”میں مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی
بیخ کنی سمجھتا ہوں بلکہ میرے نزدیک خود مرزا صاحب
پر بھی اس سے بہت بڑی زد و پڑتی ہے۔ اگر تم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہیں مانتے
تو میرے نزدیک یہ بڑی خطرناک راہ ہے اور تم خطرناک
غلطی کے مرتکب ہوتے ہو۔“

{ اخبار پیغام صلح جلد ۲ نمبر ۱۱۹
۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء }

اگر اس عبارت میں مولوی صاحب کی حضرت مرزا صاحب کو نبی قرار دینے سے
مراد مستقل نبی قرار دینا ہو تو ہم اس کے پہلے سے قائل ہیں کیونکہ ہم تو آپ کو ظلی نبی
ہی مانتے ہیں۔ جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چشمہ معرفت ص ۲۲۲ میں نبوت
کی ایک قسم قرار دیا ہے اور ص ۳۲۵ میں لکھا ہے کہ :-

”نبوت اور رسالت کا لفظ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی میں
میری نسبت صدا یا مرتبہ استعمال کیا ہے مگر اس لفظ سے
وہ مکالمات و مخاطبات الہیہ مراد ہیں جو بکثرت امور غیب
پر مشتمل ہیں اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ہر ایک شخص گفتگو
میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے بِكَلِّ ان یصطلح
سو یہ خدا کی اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات
کا نام اس نے نبوت رکھا“

پھر مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں :-
”اس امت میں جس قسم کی نبوت ہو سکتی ہے وہ حضرت

علیؑ کو ضرور ملی ہے۔

(النہۃ فی الاسلام ص ۱۱۵)

یہ عقیدہ مولوی محمد علی صاحب نے قادیان سے لاہور آجانے کے بعد اختیار کیا ہے۔ کیونکہ قادیان میں ریویو آف ریلیجنز کی ایڈٹری کے زمانہ میں تو انہوں نے خواجہ غلام الثقلین کے مقابلہ میں حضرت اقدس کو مدعی نبوت ہی قرار دیا تھا اور شہید ہونے والے خلفاء ثلاثہ کے مدعی نبوت ہونے سے جن میں حضرت علیؑ بھی داخل ہیں صاف انکار کر دیا تھا۔

اسی طرح اپنا عقیدہ بدل لینے پر مولوی صاحب موصوف نے آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اور آیت الذین احملہم من النبیین والصّٰدِقِیْن والشّٰہِدِۃِ الصّٰلِحِیْن کی تفسیر اپنے پہلے بیان کے خلاف لاہور کے زمانہ میں اپنی تفسیر ”بیان القرآن“ میں یہ لکھ دی ہے :-

”یہاں بنی کا لفظ آجانے سے بعض لوگوں کو یہ ٹھوکر لگی ہے کہ خود مقام نبوت بھی اس دعا کے ذریعہ مل سکتا ہے اگر اھدنا الصراط المستقیم کو حصول نبوت کی دعا مانا جائے تو ماننا پڑے گا تیرہ سو سال میں کسی مسلمان کی دعا قبول نہ ہوئی۔“

(بیان القرآن ص ۱۱)

پھر لکھتے ہیں :-

پس مقام نبوت کے لیے دعا کرنا ایک بے معنی فقرہ ہے اور اس شخص کے منہ سے نکل سکتا ہے جو اصول دین

سے ناواقف ہو“ **بیان القرآن تفسیر سورۃ الفاتحہ**

اصول دین سے ناواقفی گویا اب دعا کے ذریعہ تمام نبوت، ملنے کو ملوی صاحب اپنے پہلے بیان کے خلاف غلطی اور

کھو کر اور اصول دین سے ناواقفی قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ اس دعا کے نتیجہ کے متعلق یہ کہہ چکے تھے کہ ”اس (دعا۔ ناقلاً) کی قبولیت بھی یقینی ہے اور مخالف خواہ کوئی ہی معنی کرے ہم تو اس بات پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے۔ صدیق، شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے، مگر چاہیے مانگنے والا“ (تقریر مندرجہ الحکم ۸ جولائی ۱۹۰۸ء)

افسوس ہے کہ وہ اپنے اس عقیدہ پر قادیان میں تو قائم تھے مگر لاہور کے زمانہ میں قائم نہیں رہے اور ہم لوگ خدا کے فضل سے اس عقیدہ پر اب بھی اسی طرح قائم ہیں جیسے کہ مولوی محمد علی صاحب قادیان کے زمانے میں اس پر قائم تھے۔

مولوی محمد علی صاحب کا پہلا مذہب کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذہب کے عین مطابق تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود آیت اهدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں لکھا ہے :-

”پس ضروری ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ تک پہنچانے کے لیے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقت آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ“

(لیکچر سببا لکھٹ ص ۲۷)

اور ایک غلطی کا ازالہ میں حضور تحریر فرماتے ہیں :-

”یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لیے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگویاں ہیں، جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لا یظہر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسولی سے ظاہر ہے۔ پس مصطفیٰ غیب پانے کے لیے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت النعمت علیہم گواہی دیتی ہے کہ اس مصطفیٰ غیب سے یہ امت محروم نہیں۔ اور مصطفیٰ غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے۔ اور وہ طریق براہ راست بند ہے۔ اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ اس مومہبت کے لیے محض بروز ظہیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔“

(ایک غلطی کا ازالہ حاشیہ ص ۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بیان کے مطابق انبیاء میں امر شریک جسکی رو سے وہ سب نبی کہلاتے رہے صرف انہما علی الغیب ہے یعنی خدا کی طرف سے اہم امور غیبیہ پر کثرت سے اطلاع دیا جانا۔ آپ نے امت کو یہ انعام دئیے جانے کے وعدہ کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے پانے والے کے لیے نبی ہونا ضروری قرار دیا ہے البتہ یہ واضح کر دیا ہے کہ یہ مومہبت نبوت اب کسی براہ راست نہیں مل سکتی، بلکہ اس مومہبت کے پانے کے لیے صرف بروز ظہیت اور فنا فی الرسول

کا دروازہ کھلا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضور کی ظلی نبوت بھی ذرا صل موبہت الہی ہے نہ کسی امر۔ پس مسیح موعود کی نبوت اور پہلے انبیاء کی نبوت میں اس موبہت کے ذریعہ حصول میں فرق ہے نہ کہ نفس نبوت میں۔

پس فاروقی صاحب کا یہ کہنا باطل ہے کہ جس شخص کا تزکیہ کسی انسان کی پیروی سے ہوا ہے اُس میں چونکہ اکتساب کا رنگ آگیا ہے اس لیے اسے نبی نہیں کہہ سکتے..... کہ اس کا نور آفتاب کے نور کی طرح اصلی نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ خود عکس ہوتا ہے جیسے چاند کا نور۔
(فتح حق ص ۷)

حضرت اقدس نے مسیح موعود اور نبی اللہ کا بلند مقام بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اور عکسی طور پر حاصل کیا ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بذریعہ آپ کے خاتم النبیین ہونے کے مسیح موعود نبی اللہ کے لیے صرف شرط کی حیثیت رکھتی ہے۔ ورنہ مسیح موعود نبی اللہ کا مقام آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل کیا ہے۔ کسی طور پر۔ چنانچہ حضرت اقدس خود تحریر فرماتے ہیں :-

”میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی مہنر سے اس نعمت سے کامل تحفہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی اور میرے لیے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء خیر النوری حضرت مصطفیٰ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔
(حقیقۃ الوحی ص ۶)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سراسر خدا کا فضل ہے یعنی موہبت۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اس موہبت کے لیے شرط تھی۔ جیسا کہ اس سے پہلے پیش کردہ ایک غلطی کا ازالہ کی عبارت سے ظاہر ہے کہ:-

”اس موہبت کے لیے بروز خلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔“

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلیت کاملہ سے جو نبوت آپ کو ملی، اسے آپ موہبت ہی قرار دیتے ہیں۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نور لینے میں قمر ہی ہیں مگر اُمت کے لیے آپ شمس بھی۔ چنانچہ آپ پر امام نازل ہوا یا شمس یا قمر انت متی وانا منك۔ اے قمر اور اے شمس تیرا یہ مقام میری طرف ہے اور اب میرا ظہور تیرے ذریعہ ہوگا۔

فاروقی صاحب نے اپنے پیش لفظ میں مؤلف کی دوسری غلط بیانی | دوسری خلاف واقعہ بات یہ لکھی ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب نے ۱۹۱۴ء میں یہ عقیدہ تراشا تھا کہ حضرت مسیح موعود بنی ہیں اور ان کا منکر کافر ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس بیان کے خلاف واقعہ ہونے کا اعتراف خود مؤلف فتح حق کے قلم سے صراہ پر یوں کرا دیا ہے کہ وہ لکھتے ہیں:-

”اپریل ۱۹۱۱ء میں میاں محمود احمد صاحب نے رسالہ تشیخہ الاذہان میں ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا ”مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے“۔ اس

مضمون میں میاں صاحب لکھتے ہیں۔ ”پس نہ صرف اس کو جو آپ (سیح موعود) کو کافر تو نہیں کہتا مگر آپ کے دعویٰ کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سپی قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے۔“ پس یہ پہلی تبدیلی ہے جو میاں محمود احمد صاحب نے اپنے عقیدہ میں کی۔“

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا البشیر الدین محمود احمد صاحب نے حضرت سیح موعود کے انکار کو کافر قرار دینے کا عقیدہ ۱۹۱۴ء میں اپنی خلافت کے زمانے میں اختیار نہیں کیا بلکہ ۱۹۱۱ء میں جبکہ حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسیح تھے آپ کا یہی عقیدہ تھا اور آپ کا یہ مضمون حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ کی اجازت سے ہی رسالہ تشہید الایمان میں شائع ہوا تھا۔ اگر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ کے نزدیک یہ عقیدہ غلط ہوتا تو آپ حضرت صاحبزادہ مرزا البشیر الدین محمود احمد صاحب کو اس کی اشاعت سے روک دیتے۔ آپ کا اس مضمون کو پڑھ لینے کے بعد اس کی اشاعت کی اجازت دینا اس عقیدہ کے ساتھ خود آپ کے متفق ہونے پر روشن دلیل ہے۔

فاروقی صاحب آگے لکھتے ہیں :-

”مسلمانوں کی تکفیر کے اعلان پر میان صاحب سے یہ سوال ہوا کہ صرف نبی کا منکر کافر ہوتا ہے کیا آپ

حضرت مسیح موعود کو نبی سمجھتے ہیں۔ تو اس پر میاں
 محمود احمد صاحب نے یہ اعلان کیا کہ حضرت مسیح موعود
 نبی ہیں۔ یہ دوسری تبدیلی ہے جو میاں محمود احمد صاحب
 نے اپنے عقیدہ میں کی۔ (صفحہ ۵۱)

فاروقی صاحب کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ۱۹۱۱ء میں ہی حضرت
 صاحبزادہ مرزا البشیر الدین محمود احمد صاحب حضرت مسیح موعود کو نبی بھی مانتے
 تھے پس فاروقی صاحب کی یہ بات کہ آپ نے ۱۹۱۲ء میں عنانِ خلافت
 سنبھالنے پر یہ عقیدے تراشے غلط ہونے کے علاوہ خود اُن کے اپنے بیان
 کے بھی خلاف ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بعض اور اختلافات

مولوی محمد علی صاحب نے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پرنسپل
 اور لاہوری فریق کے امیر تھے۔ حضرت اقدس کو اپنی تحریرات میں بار بار نبی
 قرار دینے کے بعد لاہور میں آکر صرف آپ کی نبوت ہی سے انکار نہیں کیا بلکہ
 آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اور عقائد سے بھی منحرف ہو گئے۔
 ولادتِ مسیح [۱] اچانچہ مولوی محمد علی صاحب موصوف پہلے حضرت عیسیٰ کی
 ولادت کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔
 چنانچہ رپو لو آف ریلیجنسز کی ایڈٹری کے زمانہ میں وہ پادری چٹو پادیہ کو
 جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”مسیح کی پیدائش ایک ایسے رنگ میں ظاہر ہوئی تھی جس میں باپ کا دخل نہ ہوا، اس لیے اُس کو کلمہ کہا گیا۔ کیونکہ وہ معمولی طور پر باپ کے نطفہ سے ماں کے شکم میں نہ آیا اور وہ اس معمولی طریق سے حاملہ نہ ہوئی بلکہ خدا کے ”کُن“ سے حاملہ ہوئی اس لیے اُسے کلمہ کہا۔“

(ریو یوحنا، نمبر ۱۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ چنانچہ آپ اپنی عربی تصنیف مواہب الرحمن میں لکھتے ہیں کہ :-

”یہ بات ہمارے عقائد میں داخل ہے کہ عیسیٰ اور یحییٰ

دونوں خرقِ عادت کے طور پر پیدا ہوئے ہیں اور

اس ولادت میں کوئی استبعادِ عقلی نہیں ہے۔ خدا

نے قرآن مجید میں دونوں کے قصوں کو ایک ہی سورۃ

میں جمع کر دیا ہے تاکہ پہلا قصہ دوسرے پر گواہ ہو۔“

پھر اسی جگہ حضرت اقدس یہ بھی تحریر فرماتے ہیں :-

”اہل بصیرت کے نزدیک دوہی احتمال ہو سکتے ہیں

یا تو یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کے کلمہ سے

پیدا ہوئے یا نعوذ باللہ یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ

ولد الحرام تھے۔ اور یہ بات ہم قرآن اور انجیل کے

مطابق لکھتے ہیں۔ پس تم کامیابی اور صداقت کا

راستہ مت ترک کرو۔“

اسی طرح آپ نے ۵ مئی ۱۹۰۴ء کو ایک شخص کے سوال پر فرمایا :-

”قرآن مجید کے پڑھنے سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح
بن باپ ہیں اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔
خدا تعالیٰ نے گمٹل آدم کو فرمایا اس سے بھی ظاہر
ہے کہ اس میں ایک عجوبہ قدرت ہے جس کے واسطے
آدم کی مثال کا ذکر کرنا پڑا۔“

(دبر ۱۶ مئی ۱۹۰۶ء ص ۳)

پھر فرماتے ہیں :-

”ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ مسیح بے باپ تھے۔
اور اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں ہیں۔ نیچری جو یہ ثابت کرتے
ہیں کہ ان کا باپ تھا وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ ایسے لوگوں کا
خدا مردہ خدا ہے اور ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی
جو خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے باپ پیدا نہیں
کر سکتا۔ ہم ایسے آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج
سمجھتے ہیں۔“
(الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۱ء)

مولوی محمد علی صاحب کانیا عقیدہ

مسیح کا باپ تھا | لاہور میں آکر مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کے عقیدہ اور خود اپنے پہلے عقیدہ کے خلاف یہ نیا عقیدہ اختیار کر لیا
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے لطف سے تھے۔ چنانچہ آپ نے
انگریزی ترجمہ القرآن اور اردو تفسیر بیان القرآن میں اس عقیدہ کا اظہار کیا
ہے اور یوسف بنجار کو ان کا باپ قرار دیا ہے :-
پھر آپ اپنی کتاب ”حقیقت مسیح“ کے صفحہ پر لکھتے ہیں :-

”اگر معجزانہ پیدائش سے یہ مراد ہے کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے تو قرآن کریم نے یہ کہیں نہیں لکھا، اگر کہا جائے کہ اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے تو دعویٰ قرآن کریم سے دلیل دینے کا تھا۔ مگر نہ صرف قرآن کریم میں یہ ذکر نہیں کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے بلکہ کوئی حدیث بھی ایسی نہیں ملتی“

اسی طرح فاروقی صاحب کے والد بزرگوار اور مولوی محمد علی صاحب کے خسر مکرم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے بھی حضرت مسیح کی بن باپ ولادت کے عقیدہ کے خلاف یہ لکھا کہ :-

”ہم کسی عورت کی نیکی کے ادعا کے باوجود کبھی نہیں مان سکتے کہ وہ بغیر کسی مرد کے حاملہ ہو گئی ہے۔ خواہ وہ عورت کتنی ہی پارسا اور صاحبِ عفت و عصمت ہو اور خواہ وہ بیت المقدس اور کعبہ کے اندر ہی رہتی ہو، وہ لاکھ دفعہ کہے کہ میں بغیر مرد کے حاملہ ہوئی ہوں مگر ہم اسے جھوٹا ہی سمجھیں گے۔ دنیا کی کوئی عدالت خواہ مسلمان ہو یا عیسائی کبھی اس کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتی۔ پس ایک حاملہ عورت پر حسن ظن کا تقاضا یہی ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ اس کا شوہر ضرور موجود ہے جس سے وہ حاملہ ہوئی ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ اس کا کوئی شوہر نہیں عرف عام میں اس کی عزت پر حملہ کرنے والا ٹھہرے گا۔“

(ولادت مسیح ص ۳۰۲)

گو یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دوسرے تمام مسلمان جو حضرت مسیح کی بلا باپ ولادت کے قائل ہیں بقول ڈاکٹر بشارت احمد صاحب حضرت مریم صدیقہ کی عزت پر حملہ کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔ یہی وہ نچریت ہے جس سے حضرت مسیح موعودؑ اپنی جماعت کو بچانا چاہتے تھے۔ لیکن افسوس کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا انکار کر کے یہ لوگ آپ کے اس مخصوص عقیدہ سے بھی منحرف ہو گئے کہ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ ہوئی تھی جو قرآن سے ثابت ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے متعلق جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے باپ پیدا نہیں کر سکتا فرماتے ہیں کہ ہم ان کو دائرۃ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں (الحکم ۲۴ جون ۱۹۸۷ء) افسوس ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سے آزادی کے ان طلبگاروں پر یہ وعید بھی کارگر نہ ہوئی اور انہوں نے اس مسیح موعود کا یہ فیصلہ جسے رسول کریمؐ نے حکم و عدل قرار دیا تھا رد کر دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک آیت آخرین منهم کی تفسیر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورہ جمعہ کی آیت و آخرین منهم لَمَّا یلحقوا بھم کی تفسیر میں تحریر فرمایا تھا :-

”رجل فارس اور مسیح موعود ایک ہی شخص کے نام ہیں جیسا کہ قرآن شریف نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ و آخرین منهم لَمَّا یلحقوا بھم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے

ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا اور یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اُس کی صحبت سے مشرف ہوں اور اس سے تعلیم و تربیت پائیں۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا۔ اس لیے اس کے اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے۔ بہر حال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کے متعلق ایک پیشگوئی ہے اور نہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول رکھا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے تھے جنہوں نے آنحضرت کو نہیں دیکھا۔

(زئیمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۷)

مولوی محمد علی صاحب کا خلافتِ حقہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت اس تفسیر سے انحراف سے انکار کے بعد مولوی محمد علی صاحب اور اہل پیغام صراطِ مستقیم سے اتنے دور جا پڑے کہ سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات اور تعلیمات کو بالکل چھوڑ بیٹھے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف آیتِ آخرین منہم کی تفسیر میں اور حدیث "لناله رجل من فارس" کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا تفسیر کے خلاف لکھتے ہیں :-

”حدیث کا منشا یہ نہیں کہ آخرین منہم صرف فارسیوں میں سے ایک یا چند آدمی ہیں بلکہ یہ آخرین کی مدح کے طور پر آیا ہے کہ دوسرے لوگ جنہوں نے مجھ سے براہ راست تعلیم نہیں پائی بلکہ وہ مجھ سے بعد میں آئیں گے اور میری تعلیم سے فائدہ اٹھائیں گے، تو اُن میں سے ایسے کامل الایمان لوگ بھی ہونگے اور اُن آخرین منہم میں کُل امت صحابہ کے بعد اول سے لیکر آخر تک شامل ہیں۔ گویا ایک تو نبی کریم کے صحابہ ہیں، جن کی تعریف قرآن شریف میں بار بار آچکی اور ایک آخرین ہیں۔ ان کی تعریف میں آنحضرت نے یہ لفظ فرمایا کہ ان میں بھی بڑے بڑے کامل الایمان لوگ ہونگے۔

اور یہ آیت نص صریح اس بات پر ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا
حضرت عیسیٰ آسکتے ہیں۔

(بیان القرآن ص ۸۴۸ تصنیف مولوی محمد علی منشا)

حالانکہ ۱۹۰۷ء میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تفسیر سے پورا اتفاق کرتے ہوئے آپ کے ہمنوا ہو کر اس آیت کے متعلق لکھا تھا :-

”نیز آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی جو ابھی ان صحابہ میں شامل نہیں ہوئی وہ قوم (جماعت مسیح موعود) بھی انہی لوگوں کے ہم رنگ اور ان میں بھی اسی طرح

نبی مبعوث ہوگا جو انھیں خدا کی آیات سنائے گا اور
 انھیں پاک بنائے گا اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم
 دیگا۔۔۔۔۔ آیت کریمہ میں جن لوگوں کے درمیان اس
 فارسی الاصل نبی کی بعثت لکھی ہے انھیں آخرین کہا
 گیا ہے۔ یہی وہ لفظ ہے جو جنسہ یا جس کے مترادف
 الفاظ اُن تمام پیش گوئیوں میں لکھے ہوئے ہیں جو مسیح
 موعود کے نزول کے متعلق ہیں۔

پھر آگے چل کر یہ لکھا ہے :-

”نبی آخر زمان کا ایک نام رجل من ابناء فارس بھی
 ہے“

{ ریویو آف پلینیزر جلد ۶ نمبر ۳
 بابت ماہ مارچ ۱۹۰۷ء }

حضرت مسیح موعودؑ سے مولوی صاحب کا ایک اختلاف حضرت

علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ :-

”بعض نادان کہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے اکثر انسان تو
 آپ کے نام سے بھی بے خبر ہیں۔ پھر وہ لوگ زلزلوں اور
 آتش فشاں پہاڑوں سے کیوں ہلاک ہوئے۔ اس کا جواب
 یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے کثرت گناہوں اور بد کاریوں کی
 وجہ سے اس لائق ہو چکے تھے کہ دنیا میں ان پر عذاب
 نازل کیا جائے۔ پس خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کے

موافق ایک نبی کے مبعوث ہونے تک وہ عذاب ملتوی رکھا
 اور جب وہ نبی مبعوث ہو گیا اور اس قوم کو ہزار ہا اشتہاروں
 اور رسالوں سے دعوت دی گئی۔ تب وہ وقت آ گیا کہ
 ان کو ان کے جرائم کی سزا دی جاوے۔ اور یہ بات ہرگز
 غلط ہے کہ یورپ اور امریکہ کے لوگ میرے نام سے بھی
 بے خبر ہیں۔ یہ امر کسی منصف مزاج پر پوشیدہ نہیں ہو گیا
 کہ عرصہ قریباً میں برس کا گزر گیا ہے جبکہ میں نے سولہ
 ہزار اشتہار دعوت، انگریزی میں چھپوا کر اور اس میں
 اپنے دعویٰ اور دلائل کا ذکر کر کے یورپ اور امریکہ میں
 تقسیم کیا تھا اور بعد اس کے مختلف اشتہارات وقتاً
 فوقتاً تقسیم ہوتے رہے اور پھر کئی برس سے رسالہ
 انگریزی ریویو آف ریلیجنس یورپ اور امریکہ میں بھیجی
 جاتا ہے اور یورپ کے اخباروں میں بار بار میرے دعویٰ
 کا ذکر ہوا ہے..... پس اصل بات یہ ہے جس کو اللہ
 تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ وَمَا كُنَّا
 مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا۔ خدا تعالیٰ
 دنیا میں عذاب نازل نہیں کرتا، جب تک اس سے پہلے
 رسول نہیں بھیجتا۔ یہی سنت اللہ ہے اور ظاہر ہے
 یورپ اور امریکہ میں کوئی رسول پیدا نہیں ہوا۔ پس
 ان پر جو عذاب نازل ہوا صرف میرے دعویٰ کے بعد
 ہوا۔“ (تمتہ حقیقتہ الوحی صفحہ ۵۲-۵۳)

اسی طرح حضور فرماتے ہیں :-

”جو شخص غور اور ایمان داری سے قرآن کریم کو پڑھے گا اُس پر ظاہر ہوگا کہ آخری زمانہ کے سخت عذابوں کے وقت جبکہ اکثر حصے زمین کے زیرِ دُربریہ کیے جائیں گے اور سخت طاعون پڑے گی اور ہر ایک پہلو سے موت کا بازار گرم ہوگا اُس وقت ایک رسول کا آنا ضروری ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا وَمَا كُنَّا مَعَدِّينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا یعنی ہم کسی قوم پر عذاب نہیں بھیجتے جب تک عذاب سے پہلے رسول نہ بھیج دیں۔ پھر جس حالت میں چھوٹے چھوٹے عذابوں کے وقت میں رسول آئے ہیں جیسا کہ زمانہ کے گزشتہ واقعات سے ثابت ہے تو پھر کیوں کر ممکن ہے کہ اس عظیم الشان عذاب کے وقت میں جو آخری زمانہ کا عذاب ہے اور تمام عالم پر محیط ہوئے والا ہے جس کی نسبت تمام نبیوں نے پیش گوئی کی تھی۔ خدا کی طرف سے رسول ظاہر نہ ہو۔ اس سے تو صریح تکذیب کلام اللہ کی لازم آتی ہے۔ پس وہی رسول مسیح موعود ہے“

(تمتہ حقیقۃ الوحی ص ۶۴)

پھر یہی آیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الہاماً نازل ہوئی ملاحظہ ہو

بدرد۔ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء ص ۳۔

لاہور آکر مولوی محمد علی قادیان سے لاہور آکر مولوی صاحب موصوف صاحب کی تفسیر۔ آیت وَمَا كُنَّا مَعَدِّينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا

کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

”جو لوگ ان الفاظ سے یہ مراد لیتے ہیں کہ دنیا میں کبھی کوئی عذاب نہیں آتا جب تک پہلے کوئی رسول مبعوث نہ کیا جائے وہ غلطی کرتے ہیں۔ پھر اگر رسول کی ضرورت ہے تو عین اس مقام پر جہاں عذاب آئے۔ مثلاً جنگ کا عذاب یورپ میں آئے یا کوئی بیماری زلزلہ اٹلی میں آئے اور اس سے دلیل یہ لی جائے کہ اس وقت کوئی رسول مبعوث ہو گیا ہے تو پھر ایسے رسول کا ہندوستان میں مبعوث ہونا خدا کے حکیم کا فضل نہیں ہو سکتا جس میں حکمت کچھ بھی نہیں۔ وہ رسول یورپ یا اٹلی میں آنا چاہیے تھا۔ پھر دوسری وقت یہ ہے کہ ہر رسول کے لیے ایک وقت مقرر کرنا پڑے گا کہ اگر اس کے بعد اتنے عرصہ تک عذاب آئے تو یہ اس کی بعثت کی وجہ سے ہوگا اور اگر اس میعاد کے بعد آئے تو نیا رسول چاہیے اور اب جو عذاب آرہے ہیں اگر ان کے لیے کوئی نیا رسول پیدا ہونا ضروری ہو چکا ہے تو اب آئندہ رسول کی کب ضرورت ہوگی۔ آیا یہ قانون تیرہ سو سال کا بن جائے گا۔ ایسی باتیں کرنا گویا لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ مذہب علم نہیں بلکہ ایک کھیل ہے۔“

(بیان القرآن صفحہ ۱۱۴ و ۱۱۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو آیت وما كنا معذبين حتى ننبعث

رسولؐ کو اپنی صداقت کی دلیل بٹھرا کر اس کے رُوسے اپنا رسول ہونا تحریر فرمایا تھا اور یورپ، امریکہ اور اٹلی وغیرہ میں زلازل وغیرہ عذابوں کے آنے کا باعث اپنا بطور رسول مبعوث ہونا قرار دیا تھا لیکن صدافسوس کہ مولوی محمد علی صاحب لاہور میں آکر اس امر کو مذہب کو کھیل بتانا قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر عہد الحکیم خاں نے بھی حضرت مسیح موعودؑ کی تکذیب میں ایسی باتیں لکھی تھیں چنانچہ ڈاکٹر مذکور نے لکھا تھا کہ :-

”اور خداوند کریم بھلا ایسا باؤ لہ ہو گیا ہے کہ تکذیب تو قادیان، بٹالہ، امرتسر میں ہو اور وہ تباہ کرتا پھرے کو لمبو، اٹلی، سان فرانسسکو۔ فارموسا اور دیگر بلاد و دیہات کو جن کو آپ کی خبر تک نہیں“
(الذکر الحکیم نمبر ۳ ص ۴۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-
”جو شخص مجھے سچے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر حال میں مجھے حکم بٹھراتا ہے اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا تم اس میں نخواستہ، خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھتا۔ اس لیے آسمان پر اس کی عزت نہیں“

(اربعین نمبر ۳ حاشیہ ص ۳۴)

لاہوری فریق کی خود سری | اس ہدایت کے خلاف لاہوری فریق کی خود سری
ملاحظہ ہو۔ پیغام صلح جلد ۳ نمبر ۵ میں لکھا ہے:-

”اگر امام مسیح موعودؑ - ناقل بھی ہم سے وہ بات
مذافی چاہے جس کی قرآن و حدیث میں سند نہیں تو
ہم اُسے نہیں مانیں گے“

حالانکہ اس امام آخر الزماں کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم و عدل
قرار دیا ہے اور اہل پیغام خود مسیح خود پر حکم بننا چاہتے ہیں۔

باب دوم

فاروقی صاحب کی کتاب ”فتح حق“ کے پیش لفظ کی بعض اہم باتوں پر تبصرہ
کرنے کے بعد اب ہم ان کی کتاب کے متن پر تنقیدی نگاہ ڈالتے ہیں۔
اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷ پر فاروقی صاحب نے ”ست یحٰن“ سے یہ عبارت
نقل کی ہے:-

”جو لوگ خدا سے براہ راست بغیر کسی نبی کی اتباع کے
تعلق پیدا کرتے ہیں وہ نبی کہلاتے ہیں اور جو نبیوں کی
اتباع کے نتیجہ میں خدا سے تعلق پیدا کرتے ہیں وہ ولی
کہلاتے ہیں“ (ست یحٰن ص ۶۶ و ۶۷)

اس بارہ میں واضح ہو کہ یہ بات عام انبیاء کے لحاظ سے تو درست ہے
لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک حاتم النبیین کی شان کا تقاضا
یہ بھی ہے کہ آپ کا متبع محض ولی ہی نہیں بنتا بلکہ نبی بھی بن سکتا ہے بشرطیکہ
دنیا میں ایک نبی کی ضرورت ہو چنانچہ حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:-

”مجھے خدا تعالیٰ نے میری وحی میں بار بار امتیٰی کہہ کر بھی بکارا ہے اور نبیٰ کہہ کر بھی۔ ان دونوں ناموں کو سننے سے میرے دل میں نہایت لذت پیدا ہوتی ہے اور میں شکر کرتا ہوں کہ اس مرکب نام سے مجھے عزت دی گئی اور اس مرکب نام رکھنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تابعیساٹیوں پر ایک سرزنش کا تازیانہ لگے کہ تم تو عیسیٰ بن مریم کو خدا بناتے ہو لیکن ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کلا سکتا ہے حالانکہ وہ امتیٰ ہے“

(ضمیمہ برائین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۷)

”اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے حالانکہ وہ امتیٰ ہے“ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس نبی بھی ہیں اور امتیٰ بھی نہ کہ محض ولی۔ پس گو دوسرے نبیوں کی اتباع میں صرف ولی ہی پیدا ہو سکتے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک ولی سے بڑھ کر امتیٰ نبی بھی پیدا ہو سکتا ہے۔

فاروقی صاحب کی آیت خاتم النبیین کی تفسیر

فاروقی صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۱ پر آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں خاتم النبیین کے دو معنی کیے ہیں۔ اول آخری نبی جنہیں وہ خاتم النبیین کے حقیقی معنی قرار دیتے ہیں اور دوسرے معنی ”نبیوں پر عمر“ کیے ہیں اور ان کی تشریح میں لکھا ہے :-

”خاتم النبیین کے لفظ کے دو ہی مفہوم ہیں اول یہ کہ
 آپ آخری نبی ہیں اور دوسرے یہ کہ آپ کی اتباع سے
 وہ کمالات آئندہ بلا انقطاع ملا کریں گے جو پہلے
 متفرق نبیوں کی وساطت سے ملتے تھے“ ص ۱۸
 حضرت یحییٰ موعود کی تفسیر | اس تفسیر کے بالمقابل حضرت یحییٰ موعود علیہ
 السلام نے خاتم النبیین کے معنی ”نبیوں کی مہر“ کی یہ تشریح فرمائی ہے کہ:-
 ”اللہ جل شانہ“ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب
 خاتم بنا یا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لیے مہر دی جو کسی
 اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم
 النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشی ہے
 اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے یہ قوت قدسیہ
 کسی اور نبی کو نہیں ملی“

(حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۹)

سرت بچن کی عبارت ص ۶۶-۶۷ سے آپ معلوم کر چکے ہیں کہ انبیاء کی اتباع
 سے ولی بنتے ہیں۔ مگر اس عبارت میں ”خاتم النبیین“ کا بلند ترین اور انبیاء میں
 سے ممتاز ترین مقام بیان کیا گیا ہے جو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 پیروی میں کمالات نبوت بھی ملتے ہیں یعنی ولایت اور محدثیت وغیرہ اور آپ کی
 توجہ روحانی ”نبی تراش“ بھی ہے۔ یعنی آپ کے فیضان سے آپ کا امتی متعاقب نبوت
 بھی پاسکتا ہے اور حضرت اقدس نے یہ اعلان بھی فرما دیا ہے کہ ”نبی تراش“
 ہونے کی قوت قدسیہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دی گئی ہے اس
 سے ظاہر ہے کہ ”خاتم النبیین“ کے فیض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی

کو ولایت کے مقام سے بڑھ کر نبوت کا مقام بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر اس جگہ ”نبی تراش“ سے مراد ”ولی تراش“ لی جائے تو خاتم النبیین کی خصوصیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام انبیاء حقیقاً شریک ہو جاتے ہیں حالانکہ حضرت یحییٰ موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔

پس بے شک حضرت یحییٰ موعود علیہ السلام کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی کے معنوں میں بھی خاتم النبیین ہیں گو یہ معنی حقیقی معنی نہیں بلکہ حقیقی معنی نبی تراش کو لازم ہیں پس آپ آخری نبی اس وصف کے ساتھ ہیں کہ آپ نبی تراش بھی ہیں جس کے یہ معنی ہوئے کہ آئندہ کوئی شخص آپ کی شریعت کی پیروی کے بغیر مقام نبوت نہیں پاسکتا۔ لیکن آپ کی شریعت چونکہ قیامت تک ہسکی لہذا آپ شارع انبیاء میں آخری فرد ہیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان افاضہ بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ :-

”بجز اس (خاتم النبیین - ناقل) کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں، ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے، جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے“

(حقیقۃ الوحی ص ۲۸)

اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ :-

”اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی بڑ سے ہزار ہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی

(حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۲۸)

ہے اور نبی بھی۔

پس امت محمدیہ میں تیرہ سو سال تک امتی نبی اکثرت ہوا ہے۔ یہ کون ہے ؟
حضورؐ فرماتے ہیں :-

”خود حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اسرائیلی نبیوں کے مشابہ
لوگ پیدا ہونگے اور ایک ایسا ہوگا جو ایک پہلو سے نبی
ہے اور ایک پہلو سے امتی اور وہی مسیح موعود کہلائیگا“

(حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۱۰)

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ
السلام کے درمیان گوہزار ہا اولیاء ہوئے ہیں لیکن امتی نبی اس وقت تک صرف
ایک ہی شخص ہوا ہے جو مسیح موعود علیہ السلام ہیں پس مولوی محمد علی صاحب
کا یہ کہنا کہ جو نبوت حضرت مسیح موعود کو حاصل ہے وہ حضرت علیؑ کو ضرور علی،
محض حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے انحراف ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب یہ ہے کہ :-
”شرعیات لانے والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت
کے نبی ہو سکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے امتی ہو“

(تجلیات الہیہ ص ۲۵)

انقطاع نبوت کے متعلق احادیث کا اجمالی حل

فاروقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰ تا ۱۲ میں تین حدیثیں انقطاع نبوت
کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ ہم ان سب حدیثوں کو صحیح مانتے ہیں۔ لیکن ان سب حدیثوں
میں ”صرف نبی“ کی آمد کا انقطاع مذکور ہے نہ کہ ”امتی نبی“ کی آمد کا انقطاع۔

یہ حدیثیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعویٰ میں روک نہیں ہیں کہ آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے امتی حضرت اقدس کا ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہونا یا بالفاظ دیگر ”ظلی نبی“ ہونا تو فاروقی صاحب کو بھی مسلم ہے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور ہم لوگ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ظلی اور امتی نبی ہی مانتے ہیں مستقل اور تشریعی نبی نہیں مانتے۔ یہ الگ بحث ہے کہ ”امتی نبی“ اور ”ظلی نبی“ نبی ہوتا ہے یا نہیں؟ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ”صرف نبی“ نہیں تو پھر ان حدیثوں کا ہمارے سامنے پیش کرنا جن میں صرف نبی کا انقطاع ہوا ہے دانشمندی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں:-

”مگر اس کا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا) کامل پیر ”صرف نبی“ نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اُس پر صادق آ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے“

(الوصیت ص ۱۶)

۲ گے چل کر لکھتے ہیں:-

”..... ایسی صورت کی نبوت نبوت محمدیہ سے الگ نہیں بلکہ اگر غور سے دیکھو تو خود وہ نبوت محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرائے جدید میں جلوہ گر ہوئی ہے یہی معنی اس فقرہ کے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے حق میں فرمایا کہ نبی اللہ و اہلکم منکم یعنی

وہ نبی ہے اور امتی بھی ہے۔ ورنہ غیر کو اس جگہ قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے تاہلاک ہونے سے بچ جائے۔“ (الوصیت ص ۱۸ و ۱۹)

نیز مختصر یہ فرماتے ہیں:-

”مجھے خدا تعالیٰ نے میری وحی میں بار بار امتی کر کے بھی پکارا ہے اور نبی کر کے بھی۔ ان دونوں ناموں کے سننے سے میرے دل میں نہایت لذت پیدا ہوتی ہے اور میں شکر کرتا ہوں کہ اس مرکب نام سے مجھے عزت دی گئی اور اس مرکب نام رکھنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ”تا عیسائیوں پر ایک سرزنش کا تازیانہ لگے کہ تم تو عیسیٰ بن مریم کو خدا بناتے ہو مگر سہارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد ہو سکتا ہے اور عیسےٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ امتی ہے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۷)

پس حدیث لانی بعدی اور اس قسم کی اور احادیث جو انقطاع نبوت پر دال ہیں حضرت اقدس کے نزدیک امتی نبی کے آنے میں مانع نہیں۔ کیونکہ امتی نبی ”صرف نبی“ نہیں کہلاتا۔ بلکہ امتی اور نبی کے دونوں لفظ اس پر اجتماعی حالت میں صادق آتے ہیں۔ اور امتی نبی کے انقطاع کے بارہ میں کوئی حدیث نبوی موجود نہیں۔ بلکہ بعض ایسی احادیث موجود ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کے امکان پر روشن دلیل ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آیت و لیکن رسول اللہ و ہاتم النبیین

اور حدیث لابی بعدی کے پیش نظر تحریر فرماتے ہیں :-
 ”اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو خاتم النبیین ہیں پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آ سکتا ہے؟
 اس کا جواب یہی ہے کہ بے شک اس طرح سے تو کوئی نبی
 نیا ہو یا پرانا نہیں آ سکتا۔ جس طرح سے آپ لوگ
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں
 اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس
 برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں
 کا عقیدہ ہے۔ بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت
 ہے اور آیت و لکن رسول اللہ و خاتم
 النبیین اور حدیث لابی بعدی اس عقیدہ کے
 کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔ لیکن ہم اس
 قسم کے عقاید کے سخت مخالف ہیں۔ اور ہم اس آیت
 پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا و لکن رسول
 اللہ و خاتم النبیین اور اس آیت میں ایک
 پیش گوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور
 وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے
 دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے ہیں اور ممکن
 نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی

رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے نبوت
 کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت
 صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص
 اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر طلی
 طور پر وہی نبوت کی چادر پہناٹی جاتی ہے جو نبوت محمدی
 کی چادر ہے۔ اس لیے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ
 نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے
 چشمہ سے لیتا ہے۔ اور نہ اپنے لیے بلکہ اسی کے جلال
 کے لیے۔ اس لیے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد
 ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد ہی کو
 ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت کہ ما
 کان محمد اباً احید من رجالکم ولکن
 رسول اللہ وخاتم النبیین اس کے معنی یہ ہیں
 کہ لیس محمد اباً احید من رجال الدنیا ولکن
 هو اب لرجال الآخرة لانه خاتم النبیین
 ولا سبیل الی فیوض اللہ من غیر تو وسطہ
 (ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا کے آدمیوں میں سے
 کسی کے باپ نہیں۔ لیکن آخرت کے آدمیوں کے باپ
 ہیں۔ کیونکہ وہ خاتم النبیین ہیں اور اللہ کے فیوض
 کی طرف ان کے توسط کے بغیر کوئی راہ نہیں۔ (ناقل)۔
 غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد

ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے رُوسے اور یہ نام
 بحیثیت ذنابی الرسول کے مجھے ملا۔ لہذا خاتم النبیین
 کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔ لیکن عیسیٰ کے اُترنے سے ضرور
 فرق آئے گا اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کے
 رُوسے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی
 خبر دینے والا پس جہاں یہ معنی صادق آئیں گے نبی کا
 لفظ بھی صادق آئے گا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط
 ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصطفیٰ کی خبر
 اس کو مل نہیں سکتی اور یہ آیت روکتی ہے لَا يُظَاهِرُ
 عَلٰی غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُولٍ
 اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں
 کے رُوسے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم
 آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ امت مکالمات
 محاطات الہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جس کے ہاتھ
 پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہو گئے بالضرورت اس
 پر مطابق آیت لَا يُظَاهِرُ عَلٰی غَيْبِهِ کے مفہوم
 نبی کا صادق آئے گا۔

{ ایک غلطی کا ازالہ ص ۵۵ }
 { مطبوعہ نظارت اصلاح و ارشاد بلوہ }

انقطاع نبوت سے متعلقہ احادیث کا تفصیلی حل

پہلی حدیث | پہلی حدیث فاروقی صاحب نے یہ پیش کی ہے :-

اِنَّهُ سَيَكُونُ فِي اُمَّتِي ثَلَاثُونَ كَذَّابًا كُلَّهُم

يَزْعُمْنَ اِنَّهُ نَبِيٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ

(فتح حق ص ۱)

بعدي -

حدیث ہذا کے حصہ خاتم النبیین لا نبی بعدی کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر سے اوپر درج کی جا چکی ہے۔ انسوس۔ ہے کہ کبھی غیر احمدی یہ حدیث حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ کے خلاف پیش کیا کرتے تھے۔ مگر واسطے بدقسمتی اب احمدی کلمانے والا لاہوری فریق بھی غیر احمدیوں کی روش پر چل نکلا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو اس حدیث کے پیش کر لے والوں کو یہ جواب دیا کرتے تھے کہ کیا تمھاری قسمت میں دجالوں کا آنا ہی لکھا ہے کسی پتے کے آنے کی خبر نہیں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

”کہتے ہیں کہ حدیثوں میں ہے کہ اس امت میں تیس دجال

آئیں گے تا امت کا ابھی طرح خاتمہ کر دیں۔ کیا خوب عقیدہ

ہے۔ اے نادانوں! کیا اس امت کی ایسی ہی پھوٹی ہوئی قسمت

اور ایسی ہی بدطالع ہے کہ اس کے حصہ میں تیس دجال ہی

رہ گئے۔ دجال تو تیس مگر طوفان صلیب کو فرو کرنے کے

لیے ایک بھی مجدد نہ آ سکا۔ یہ قسمت۔ خدا نے پہلی امتوں

کے لیے تو پے در پے نبی اور رسول بھیجے لیکن جیسا اس

امت کی نوبت آئی تو تیس دجالوں کی خوشخبری سنائی گئی۔“

خاتم النبیین
لا نبی بعدی

نوٹ :- اس جگہ مجدد کے لفظ سے یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہیے کہ مسیح موعود
 نبی نہیں صرف مجدد ہی ہے۔ کیونکہ اسی کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام
 نے تحریر فرمادیا ہے :-

”میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار طہیت کاملہ
 کے وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شعل اور محمدی نبوت
 کا کامل انعکاس ہے“ (نزل المسیح ص ۳۰)

پھر اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں :-

”دونوں سلسلوں (سلسلہ موسوی و محمدی - ناقلاً)
 کا تقابل پورا کرنے کے لیے ضروری تھا کہ موسوی مسیح
 کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شان نبوت کے ساتھ آئے
 تا اس نبوتِ عالیہ کی کبر شان نہ ہو۔ اس لیے خدا تعالیٰ
 نے میرے وجود کو ایک کامل طہیت کے ساتھ پیدا کیا
 اور طہی طور پر نبوت محمدی اس میں رکھ دی تاکہ ایک
 معنی سے محمد پر نبی اللہ کا لفظ صادق آوے اور
 دوسرے معنوں سے ختم نبوت محفوظ رہے“

(نزل المسیح ص ۳۰)

فاروقی صاحب مسیح موعود علیہ السلام کو تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے صحیح مسلم کی نو اس بن سمان والی حدیث میں چار دفعہ نبی اللہ قرار
 دیا ہے۔ کیا مسیح موعود بھی معاذ اللہ ان درجات میں شامل ہو سکتا ہے؟
 اگر نہیں تو ہمارے مقابلہ میں آپ کا اس حدیث کو پیش کرنا دانشمندی نہیں۔
 بے شک حضرت مسیح موعود بموجب حدیث صحیح مسلم نبی ہیں اور بموجب

حدیث امامکم منکم کے اُمتی ہیں۔ پس مسیح موعود کا بصورت اُمتی نبی کے آنا احادیثِ نبویہ سے ثابت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں بھی خدا تعالیٰ نے آپ کو بار بار نبی اور رسول کہا ہے اور کسی جگہ بھی الہام میں یہ نہیں فرمایا کہ آپ نبی نہیں۔ بلکہ آپ کو یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ کہہ کر الہام میں مخاطب بھی کیا گیا ہے اور پھر آپ پر یہ الہام بھی نازل ہوا ہے:-

”يَقُولُ الْعَدُوُّ لستَ مرسلًا“

کہ آپ کا دشمن یہ کہے گا آپ مرسل نہیں۔

فاروقی صاحب! کیا آپ اور آپ کا گروہ اعدا میں شامل ہونا پسند کریں گے؟
دوسری حدیث | فاروقی صاحب نے دوسری حدیث یہ پیش کی ہے:-

قال رسول الله بعلي انت مني بمنزلة

هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو درجنگِ نبوک پر جاتے ہوئے اور انھیں اپنے پیچھے بطور خلیفہ چھوڑتے ہوئے (فرمایا تو مجھ سے اس مرتبہ پر ہے جو مرتبہ حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں حاصل تھا۔ مگر میرے بعد (یعنی میری اس غیر حاضری میں) کوئی نبی نہیں۔

داصح۔ ہے کہ یہ حدیث تو یہ بتانے کے لیے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہٴ نبوک پر جانے کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مقامی امیر تو ہیں مگر حضور کے مدینہ منورہ سے جنگ پر جانے کی وجہ سے آپ کی غیر موجودگی میں نبی نہیں۔ چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے وقت ان کی غیر موجودگی میں اُن کے خلیفہ ہونے کے علاوہ نبی بھی تھے۔ اس لیے کسی کو یہ غلطی لگ سکتی تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بے حضرت علیؑ کو حضرت ہارونؑ کے مرتبہ پر قرار دیا ہے تو وہ حضرت ہارون کی طرح نبی بھی ہو گئے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غلط فہمی دور کرنے کے لیے فرمادیا **الَاِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِی**۔ کہ میرے غزوہ تبوک پر جانے پر مدینہ میں میری غیر موجودگی میں میرے سوا کوئی نبی نہیں۔ گویا حضرت علیؑ اس وقت صرف مقامی امیر ہوں گے نہ کہ نبی بھی۔ اسی روایت کے مضمون پر مشتمل ایک روایت مسند احمد بن حنبل میں ہے جس کے الفاظ ہیں :-

غیر انک لست نبیاً الخ

ترجمہ :- مگر اے علی تو نبی نہیں۔

پس پہلی روایت میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ اے علی میری غزوہ تبوک پر مدینہ منورہ سے غیر موجودگی میں تم مقامی امیر تو ہو مگر تم حضرت ہارونؑ کی طرح نبی ہرگز نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جو اپنے زمانہ کے مجدد تھے، اپنی کتاب ”قوة العینین فی تفصیل الشیخین“ میں تحریر فرماتے ہیں :-

”معنی بعدی ایں جاغیری است چنانچہ در آیت

فمن یرہد یدہ من بعد اللہ گفتہ اند نہ بعدیت

زمانی“

ترجمہ :- بعدی کے معنی اس جگہ غیری (میرے سوا) ہیں جیسا کہ آیت فمن یرہد یدہ من بعد اللہ میں کہتے ہیں نہ کہ بعدیت زمانی۔

پس حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تشریح کے مطابق زیر بحث حدیث میں لا نبی بعدی کے معنی ہیں اس وقت میرے سوا کوئی نبی نہیں نہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

بعدی کے معنی اس جگہ میرے سوا کے لیے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے یہ دلیل دی ہے کہ:-

”زیرا کہ حضرت ہارون بعد حضرت موسیٰ نمازند تا ایشان
را بعدیت ثابت شود“

کہ حضرت ہارون علیہ السلام تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وفات پا گئے پس ان کے لیے بعدیت زمانی ثابت نہیں۔ لہذا حدیث زیر بحث میں بھی لا نبی بعدی میں بعدیت زمانی مراد نہیں۔ یہ تشریح شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اُن لوگوں کے رد میں لکھی ہے جو بعدی سے اس حدیث میں بعدیت زمانیہ مراد لے کر حضرت علی رضی کی خلافت بلا فصل پر اس حدیث کو حجت قرار دیتے ہیں۔ اس موقع پر فاروقی صاحب نے لکھا ہے:-

”بعض لوگ یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ صاحب شریعت نبی تھے اور حضرت ہارون غیر صاحب شریعت۔ مگر اگر یہ صحیح ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ کو غیر تشریعی نبی سمجھتے تھے تو پھر الفاظ لا نبی بعدی کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا رتبہ خود ہی تشریح کر دیتا۔“ (فتح حق ص ۱۷)

فاروقی صاحب کی اگر بعض لوگ سے مراد ہم احمدی جماعت کے افراد ہیں تو ہم حضرت ہارون علیہ السلام کو بے شک شارع نبی تو نہیں سمجھتے مگر مستقل نبی

۱۔ یہ کون کتنا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ کو غیر تشریعی نبی سمجھتے تھے۔
فاروقی صاحب یونہی ایک مفروضہ گھڑ رہے ہیں۔

ضرور سمجھتے ہیں اور ان کا مستقل نبی ہونا تو لاہوری فریق کے احمدیوں کو بھی مسلم ہے بلکہ فاروقی صاحبِ ثواب انہیں تشریفی نبی قرار دینا چاہتے ہیں۔ لہذا وہ ذرا سر جھٹکا کر سوچیں کہ وہ ہمارے خلاف کیا لکھ رہے ہیں؟ یہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے یہ تو خود ان کے خلاف جاتا ہے۔ کیونکہ جب وہ حضرت ہارون علیہ السلام کو تشریفی اور مستقل نبی جانتے ہیں اور اس وجہ سے لا بنی بعدی کہنے کی ضرورت بھی انہیں مسلم ہے۔ تو ہم لوگ اسی طرح انہیں مستقل نبی جاننے کی وجہ اس جگہ لا بنی بعدی کہنے کی ضرورت تسلیم کرتے ہیں۔ تاکہ کوئی شخص حضرت علی رضی کو ہارون کے رتبہ پر قرار دیا جانے کی وجہ سے انہیں بقول فاروقی صاحب تشریفی نبی اور بقول ہمارے مستقل نبی نہ سمجھ لے۔ پس اس حدیث کے الفاظ اللہ لا بنی بعدی میں تشریفی نبی اور مستقل نبی کے آنے کی نفی ثابت ہوئی۔ حضرت ہارون علیہ السلام امتی نبی تھے ہی نہیں کہ حضرت علی رضی کے امتی نبی ہونے کا احتمال اور غلط فہمی واقع ہوتی۔ صرف مستقل نبی کے ہونے کا ہی احتمال پیدا ہو سکتا تھا جسے دور کر دیا گیا۔

تیسری حدیث | تیسری حدیث فاروقی صاحب نے یہ پیش کی ہے :-

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان مثلی و مثلی من الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتاً فأحسنہ و اجملہ الا موضع لبنۃ من زادیۃ فجعل الناس یطوفون بہ و یتعجبون لہ و یقولون ہلا و ضعت ہذہ اللبنۃ قال فانما اللبنۃ و اذا خاتم

التبیین -

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال اور ان نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں ایک ایسے شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا۔ پس اسے بہت چھا بنایا اور خوبصورت بنایا۔ مگر اس کے کونہ سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رہی۔ سو لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور اس پر تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔ فرمایا میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (فتح حق ص ۱۱-۱۲)

واضح ہو کہ اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مثال اپنے سے پہلے گذرے ہوئے نبیوں سے دی ہے۔ یہ سب انبیاء جو آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک گذرے مستقل انبیاء تھے اور یہ بات ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مستقل انبیاء میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ پس خاتم النبیین میں انقطاع نبوت کا جو مفہوم ہے وہ اس حدیث سے معین ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری مستقل نبی ہیں اور کوئی مستقل نبی آپ کے بعد تاقیامت نہیں آ سکتا۔ لیکن ظلی نبی اور امتی نبی کے آئے ہیں یہ حدیث روک نہیں اسی لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظلی نبی اور امتی نبی قرار دیا ہے۔

محدثین نے اس حدیث کی تشریح میں ”محل“ سے مراد ”محل شریعت“ لیا ہے جس کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ذریعہ ہوئی ہے۔ چنانچہ

امام ابن حجر محدث علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی تشریح میں فتح الباری صحیح بخاری میں لکھا ہے :-

الْمُرَادُ هُنَا النَّظَرُ إِلَى الْأَكْمَلِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى
الشَّرْعِيَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ مَعَ دَا مَضُومٍ
الشَّرَائِعِ الْكَامِلَةِ -

(فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۸)

یعنی مراد اس تکمیل بھارت سے یہ ہے کہ شریعت محمدیہ پہلے گزری ہوئی
کامل شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل سمجھی جائے۔

علامہ ابن حجر کی اس تشریح کے مطابق اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو آخری اینٹ صرف شریعت لانے والے نبیوں میں سے شریعت کی تکمیل
کرنے کے لحاظ سے آخری شارع نبی قرار دینے کے لیے کہا گیا ہے۔

فاروقی صاحب انقطاع نبوت کے متعلق یہ تین حدیثیں پیش کرنے کے
بعد اپنی کتاب کے ص ۱۳۱ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے متعلق
ہماری طرف سے پیش کی جانے والی دو حدیثوں کا صرف ترجمہ درج کرتے ہیں
اور ہمارے استدلال کو رد کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

مسیح موعود کی نبوت | فاروقی صاحب مسیح موعود کی نبوت کے متعلق ہماری
کے متعلق پہلی حدیث | طرف سے پیش کی جانے والی پہلی حدیث کا ترجمہ یہ
لکھتے ہیں :-

”نبی علائی بھائی ہوتے ہیں ان کی مائیں مختلف ہوتی ہیں
اور ان کا دین ایک ہے اور میں سب سے زیادہ
قریب ہوں عیسیٰ بن مریم سے میرے اور اس کے درمیان

کوئی بنی نہیں ہوا اور وہ ضرور نازل ہونے والا ہے۔
 پس جب تم اس کو دیکھو.....“
 (فاروقی صاحب نے باقی حصہ کا ترجمہ نہیں کیا: ناقل)
 اس کے بعد لکھتے ہیں:-

”یہاں عیسیٰ بن مریم سے مراد بنی اسرائیلی نبی ہیں۔ کیونکہ شروع اس حدیث کا یوں ہوتا ہے کہ انبیاءِ عظامی بھائی ہوتے ہیں اب ظاہر ہے کہ مسیح موعود جو اس امت کا ایک فرد ہے (کیونکہ حضرت عیسیٰ تو دفات پا چکے اور مرنے کے بعد پھر کوئی اس دنیا میں واپس نہیں آ سکتا) وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی نہیں کہلا سکتا بلکہ اس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرزند کی ہے۔ کیونکہ روحانی طور پر سب امت کے لوگ آپ کی فرزند ہی میں داخل ہیں اور جب وہ ضرور نازل ہونے والا ہے کہا گیا تو ”وہ“ کی ضمیر مثیل عیسیٰ بن مریم کی طرف جائے گی“

(فتح حق ص ۱۲)

الجواب | ہم لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیانات کی روشنی میں اس حدیث نبوی کو صرف امت محمدیہ مسیح موعود علیہ السلام سے متعلق یقین کرتے ہیں نہ کہ ”اِنَّہ نازل“ سے پہلے کے حصہ کو مسیح اسرائیلی علیہ السلام سے متعلق۔ اور ”اِنَّہ نازل“ کے الفاظ سے مسیح موعود سے متعلق۔ لہذا ہمیں ”اِنَّہ نازل“ میں اِنَّہ کی ضمیر غائب کو ضمیر مثل قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ہمیں اور فاروقی صاحب دونوں کو یہ ستم ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی وفات پا چکے ہیں لہذا اس حدیث میں جس عیسیٰ ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے، ہمارے نزدیک امت محمدیہ کا مسیح موعود ہی ہے اور یہ حدیث انا اولی الناس بعیسیٰ ابن مریم سے لیکر آخری الفاظ تک امت محمدیہ کے مسیح موعود سے ہی متعلق ہے۔ اور اس میں عیسیٰ ابن مریم کے الفاظ بطور استعارہ امت محمدیہ کے مسیح موعود کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکموا ما مکم منکم اور صحیح مسلم کی حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکموا ما مکم منکم میں "ابن مریم" کے الفاظ ہم دونوں کے نزدیک بطور استعارہ مسیح موعود کے لیے ہی استعمال ہوئے ہیں۔ جس پر قرینہ قویہ اہل مکہ منکم اور فاکم منکم کے الفاظ ہیں کہ یہ ابن مریم اے امت محمدیہ تم میں تمہارا امام ہوگا نیز جیسا کہ مسند احمد بن حنبل کی حدیث یوشاک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ ابن مریم اماً مہدیاً حکماً وعدلاً (جلد ۲ برایت ابو ہریرہ) الخ میں عیسیٰ ابن مریم کے الفاظ ہم دونوں کے نزدیک امت محمدیہ کے مسیح موعود سے ہی متعلق ہیں۔ جس پر قوی قرینہ اماً مہدیاً کے الفاظ ہیں پس جس طرح پہلی دو حدیثوں میں "ابن مریم" کے الفاظ امت محمدیہ کے مسیح موعود کے لیے استعارہ ہیں اور تیسری حدیث میں عیسیٰ ابن مریم کے الفاظ بھی امت محمدیہ کے مسیح موعود کے لیے استعارہ ہیں۔ اس سے فاروقی صاحب کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح زیر بحث حدیث انا اولی الناس بعیسیٰ ابن مریم میں عیسیٰ ابن مریم کے الفاظ امت محمدیہ کے مسیح موعود کے لیے استعارہ ہیں جس پر انا اولی الناس اور انہ نازل کے الفاظ قرینہ قویہ ہیں۔

فاروقی صاحب کا پیشہ باطل ہے کہ اس حدیث میں مذکور عیسیٰ ابن مریم کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا علاقائی بھائی قرار دیا ہے اس لیے عیسیٰ بن مریم سے مراد اس جگہ مسیح اسرائیلی ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ بنی قرار دیا ہے۔ امت محمدیہ کے مسیح موعود کو اس حدیث میں بنی نہیں کہا۔ یہ شبہ اس لیے باطل ہے کہ انبیاء کو علاقائی بھائی قرار دینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث زیر بحث میں عیسیٰ ابن مریم کو اپنا علاقائی بھائی قرار نہیں دیا۔ بلکہ انا اولی الناس بعیسی ابن مریم کہہ کر اسے اپنا روحانی فرزند قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

الَّتَبَّیُّ اُولٰٓئِیْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنَ الْفَسِیْهِ
وَاَزْوَاجُهُ اُمَّهَاتُهُمْ۔ (احزاب ۷)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مومنین سے اُن سے تعلق رکھنے والے دوسرے آدمیوں کے بالمقابل قریب ترین تعلق ہے اور آپ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں پس جس طرح التبی اُولیٰ بالمؤمنین سے یہ مراد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے مومنین کے روحانی باپ ہیں اور آپ کی ازواج مومنوں کی روحانی مائیں۔ اسی طرح حدیث زیر بحث میں مذکور عیسیٰ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا انا اولی الناس بعیسی ابن مریم اس بات پر نص قطعی ہے کہ یہ عیسیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کی وجہ سے آپ کا روحانی فرزند ہے اور اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشیل ہونے کی وجہ سے استعارۃً عیسیٰ ابن مریم قرار دیا گیا ہے۔ لہذا دوسرے تمام انبیاء کا باہمی تعلق تو اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علاقائی بھائیوں کا سا قرار دیا ہے اور امت محمدیہ میں نازل ہونے والے عیسیٰ بن مریم مسیح موعود کا اپنے ساتھ تعلق فرزندگی کا بیان

کیا ہے۔ ہاں حدیث ہذا کے منطوق سے یہ ظاہر ہے کہ مسیح موعود نبی ہونے کی وجہ سے تمام انبیاء سے بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علانی بھائی کا سارشتہ رکھتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ روحانی فرزند ہے۔ حدیث ہذا کے الفاظ لمحکمین بینی و بینہ نبی میں لمحکم بصیغہ ماضی موعود عیسیٰ کی نبوت کے یقینی تحقق کے لیے لایا گیا ہے تا یہ ظاہر ہو کہ امت کے مسیح موعود کا نبی ہونا خدا تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے ہی مقدر ہو چکا ہے۔ اسی لیے صحیح بخاری کتاب بدء الحئی میں حدیث اس مضمون کی وارد ہے اس میں اللہ بیس بینی و بینہ نبی کے الفاظ بطور جملہ اسمیہ آئے ہیں کہ میرے اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاولؒ صحیح بخاری کی اسی حدیث کے پیش نظر فرماتے ہیں :-

”حضرت صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ناقل)

خدا کے مرس ہیں وہ نبی کا لفظ اپنی نسبت نہ بولتے تو

بخاری کی حدیث کو لغو باللہ غلط قرار دیتے جس میں

آنے والے کا نام نبی اللہ رکھا ہے۔ پس وہ نبی کا لفظ

بولنے پر مجبور ہیں“ (اخبار بدر جولائی ۱۹۱۲ء ص ۳۳۷)

مگر فاروقی صاحب اپنے اس مسلم خلیفۃ المسیح سے بھی اختلاف کرتے ہیں اور لکھتے ہیں :-

”بخاری والی حدیث میں لفظ نبی اللہ کا آنے والے مسیح

کے متعلق استعمال نہیں ہوا۔“ (فتح حق ص ۱۳)

پھر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کی نبوت زیر بحث ہے تحریر

فرماتے ہیں :-

”جس شخص کو اللہ تعالیٰ بصیرت عطا کرے گا وہ مجھے پہچان
لیگا کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام
سرورِ انبیاء نے بنی اللہ رکھا ہے۔
(نزولِ مسیح ص ۴)

پھر تحریر فرماتے ہیں:-

”احادیثِ نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا
جو عیسیٰ اور ابنِ مریم کہلائے گا۔“
(حقیقۃ الوحی ص ۳۹)

اور آگے چل کر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیرہ سو سال میں مکالمہ
مخاطبہ مشتمل بر امورِ غیبیہ پر کثرت سے طلاع دیئے جانے کی وجہ سے جس سے آپ کے
نزدیک ایک شخص نبی کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے اپنے آپ کو نبی کا نام پانے
کیلئے ایک مخصوص فرد قرار دینے کے بعد لکھتے ہیں:-

”اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ
بھی اسی قدر مکالمہ مخاطبہ الہیہ اور امورِ غیبیہ سے حصہ
پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخصتہ
واقع ہو جاتا اس لیے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے اُن
بزرگوں کو اس نعمت کے پورے طور پر پانے سے روک
دیا تا جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک
ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹)

حضور کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ امت محمدیہ میں تیرہ سو سال میں مسیح موعود تک کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور احادیث نبویہ مسیح موعود کو ہی نبی قرار دیتی ہیں اس سے پہلے کے کسی امتی بزرگ کو نبی قرار نہیں دیتیں۔ یہ مضمون حدیث نبوی اندہ لیس بیینی و بینہ نبی سے بھی ماخوذ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ اور ان دو مہری احادیث نبویہ کے بھی مطابق ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد مسیح موعود کو نبی کہا ہے۔ نہ کسی اور کو۔

پس زیر بحث حدیث نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب انبیاء کا ایک ہی دین یعنی دین توحید قرار دیکر اس دین کو انکار روحانی باپ قرار دیا ہے اور ان کے زمانوں کو جو الگ، الگ ہیں مجازی مائیں قرار دیکر انہیں باہم علاقائی بھائی قرار دیا ہے اور مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا روحانی فرزند ظاہر کر کے نبی قرار دیکر انبیاء کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔ اس روحانی فرزند کو انبیاء کے زمرہ کا فرد قرار دینے کی وجہ سے اگر کوئی شخص اس موعود عیسیٰ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی فرزند کی نسبت کے علاوہ علاقائی بھائی کی نسبت بھی قرار دے تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد بعض آنے والے امتی بزرگوں کو اپنا بھائی بھی قرار دیا ہے چنانچہ عارف ربانی سید عبدالکریم جیلانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "الانسان الکامل" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث درج فرماتے ہیں:-

وَأَشْوَقَاهُ إِلَى إِخْوَانِي الَّذِينَ يَأْتُونَ بَعْدِي

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے ان تمام بھائیوں کا

بڑا اشتیاق ہے جو میرے بعد آئیں گے۔

اس حدیث کی تشریح میں سید موصوف تحریر فرماتے ہیں :-
 ”فهو لاء الانبياء الاولياء يُؤَيِّدُ بذالك
 نبوة القرب والاعلام والحكم الانهى لا
 نبوة التشريع لان نبوة التشريع انقطعت
 بمحمد صلى الله عليه وسلم -

(الانسان الكامل جلد ۲، ص ۱۹۱)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ بھائی جو آپ کے بعد آئیں گے انبیاء
 اولیاء ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس سے یہ ہے کہ انہیں وہ نبوت
 حاصل ہوگی جو درجۂ قرب ہے جس میں ان پر امویہ ظاہر کیے جائیں گے اور انہیں
 خدائی حکمتیں بتائی جائیں گی۔

پس یہ بزرگ انبیاء الاولیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی وجہ
 سے آپ کے روحانی فرزند بھی ہیں اور نبوت القرب پانے کی وجہ سے آپ کے
 علّاتی بھائی بھی ہیں کیونکہ ان کا دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اصول
 فروع میں ایک ہی ہے اور مائیں الگ الگ ہیں یعنی الگ الگ زمانوں میں ظاہر ہونے
 والے ہیں۔

مسیح موعود کی نبوت سے متعلق دوسری حدیث | فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

”ایک اور حدیث نواس بن سمان کی وہ مشہور حدیث ہے
 جس میں عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ کا ذکر دمشق کے مشرقی منار
 پر ہے۔“
 (فتح حق ص ۱۲)

(نوٹ :- ”منارہ پر“ غلط ترجمہ ہے صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ”منارة البیضاء کے
 پاس نازل ہوگا“ محمد نذیر)

حدیث کا یہ مضمون درج کر کے فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-
 ”ظاہر ہے اس پیشگوئی کے اندر استعارہ اور مجاز غالب
 ہے اس حدیث میں ابن مریم کا لفظ (ہے ناقل) سوائے
 سلف نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ حضرت عیسیٰ نبی
 ہونے کی حالت میں دنیا میں آئیں گے بلکہ برعایت ختم نبوت
 یہی معنی ہیں کہ وہ نبی ہو کر نہیں آئیں گے“

(فتح حق ص ۱۲۱)

فاروقی صاحب کو اپنی کتاب کے ص ۱۳ پر یہ تو مسلم ہے کہ اس حدیث میں امت
 محمدیہ کے موعود عیسیٰ کا ہی ذکر ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں
 چار دفعہ نبی اللہ کہا ہے۔ چونکہ اس سے مسیح موعود کی نبوت صاف ثابت ہو جاتی تھی
 اس لیے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی خاطر فاروقی صاحب نے ائمہ سلف کی طرف صریح
 غلط بیانی سے یہ بات منسوب کر دی ہے کہ وہ امت محمدیہ میں آنے والے عیسیٰ
 کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ”وہ نبی ہونے کی حالت میں دنیا میں نہیں آئیں گے“
 حالانکہ ائمہ سلف نے یہی تسلیم کیا ہے کہ نازل ہونے والا عیسیٰ ضرور نبی اللہ ہوگا
 اور وہ مسلوب النبوة ہو کر نہیں آئے گا۔ کیونکہ کسی نبی سے نبوت کا سلب کیا
 جانا ائمہ سلف کو مسلم نہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالوی
 اپنی کتاب حج الکرامہ کے ص ۱۳۱ میں علمائے سلف کے قول کی بنا پر لکھتے ہیں :-
 ”من قال بسلب نبوته فقد كفر حقاً كما ذكره

(المسيوطي)

کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت نازل ہونے پر سلب
 ہو جائے گی وہ پکا کافر ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے یہ بات بیان

کی ہے۔

اسی طرح فقہ حنفیہ کے جلیل القدر امام ملا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:-

لَا مَنَافَاةَ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ نَبِيًّا وَيَكُونَ مُتَابِعًا
لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيَانِ أَحْكَامِ
شَرِيعَتِهِ وَإِثْقَانِ طَرِيقَتِهِ وَلَوْ بِالْوَحْيِ
إِلَيْهِ -

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۶۲)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے اور اُن کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو کر آپ کی شریعت کے احکام بیان کرنے اور آپ کے طریقوں کو پختہ کرنے میں کوئی منافاة نہیں خواہ وہ یہ کام اپنی وحی سے کریں جو ان پر نازل ہو (گویا اُن کے نزدیک وہ نبی بھی ہونگے اور امتی بھی اور نبوت اُن سے سلب نہیں ہوگی)

شیخ ابراہیم بن محمد الدین ابن العربی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:-
”عیسیٰ علیہ السلام یُنْزَلُ فِیْنَا حُكْمًا مِنْ غَیْرِ
تَشْرِیْعٍ وَهُوَ نَبِیٌّ بِلَا شَكٍّ“

یعنی عیسیٰ علیہ السلام ہم میں بغیر نئی شریعت کے حکم ہونگے اور وہ بلا شک نبی ہونگے۔ واضح رہے کہ حضرت محی الدین علیہ الرحمۃ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بروزی نزول کے ہی تامل میں چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:-

”وَجِبَ نَزْوُلُهُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِتَعْلُقِهِ

بِمَدَنٍ آخِرٍ“ (تفسیر شیخ اکبر برہاشیہ عرّاس البیان)

کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کسی دوسرے بدن کے

تعلق سے ہوگا۔

پس فاروقی صاحب کا یہ بیان غلط ہے کہ :-
 ”ائمہ سلف نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ حضرت علیؑ
 نبی ہونے کی حالت میں دنیا میں آئیں گے“
 (فتح حق ص ۱۲۱۳)

فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

”درحقیقت محمدؐ دوں والی حدیث ختم نبوت، پر قطعی
 دلیل ہے۔ کیونکہ اگر کچھ نبی بھی آنے والے ہوتے تو محمدؐ
 کا وعدہ نہ دیا جاتا۔ وعدہ ہمیشہ افضل چیز کا دیا جاتا
 ہے۔“

اس کے جواب میں واضح ہو کہ مجددیت منافی نبوت نہیں۔ اسی لیے حضرت
 شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب حجتہ اللہ البالغہ میں حضرت موسیٰ
 کے بعد آنے والے انبیاء بنی اسرائیل کو موسوی دین کے مجدد ہی قرار دیا
 ہے۔

اور ختم نبوت امتی نبی کے آنے میں مانع نہیں اگر اسے حضرت مسیح موعود
 علیہ السلام منافی سمجھتے تو کبھی یہ دعویٰ نہ کرتے کہ آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور
 ایک پہلو سے امتی۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-
 ”ابوبکر افضل هذه الامة الا يكون نبی“۔

(کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق ص ۱)

کہ ابوبکرؓ اس امت میں سب سے افضل ہیں بجز اس کے کہ کوئی نبی پیدا ہو۔

پس الا ان یکون نبی کے الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مجدد امت کے نبی ہونے کا امکان منافی ختم نبوت قرار نہیں دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب نزول المسیح میں اپنے تئیں مجدد بھی قرار دیتے ہیں اور یہ بھی تحریر فرماتے ہیں :-

”میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے“ (نزول المسیح ص ۴)

پس فاروقی صاحب کا احادیث نبویہ میں مسیح موعود کے لیے نبی اللہ ہونے کے الفاظ سے انکار دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تحریرات سے خارج ہے جن میں حضور احادیث نبویہ کی بنا پر مسیح موعود کو نبی کہلانے کا مستحق قرار دیتے ہیں اور نیز سو سال میں کسی مجدد امت کو نبی کا نام پانے کا مستحق قرار نہیں دیتے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

فاروقی صاحب نے فتح حق ص ۱۱ پر آیت اهدنا النجی صراط المستقیم کی تفسیر میں اس کی قبولیت کا ذکر آیت ومن یطع اللہ و الرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین (سورۃ النساء ۶۹) میں رُج شدہ قرار دے کر لکھا ہے کہ :-

”یہاں یوں نہیں فرمایا کہ وہ نبی صدیق وغیرہ ہو جاتے ہیں بلکہ فرمایا ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں یعنی ان کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں۔“

پھر دوسری جگہ فرمایا :-

”وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ

الصّٰدِقُوْنَ وَالشَّٰهِدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ

اَجْرُهُمْ وَلَهُمْ فِيْهَا نٰوْرٌ مُّحِيْمٌ (سورۃ حدید ۵۷)

”جو لوگ اللہ اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا اجر اور نور ہے“

یہ آیت پیش کرنے کے بعد فاروقی صاحب لکھتے ہیں:-

”پہلی آیت میں نبی کا ذکر کیا اس لیے انعم کا لفظ تھا، کیونکہ نبوت مہبت ہے دوسری آیت میں نبی کا لفظ نہیں ہے اس لیے صدیقیت اکتساب ہے“

(فتح حق ص ۱۲)

جواباً گذارش ہے کہ جناب مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے قادیان کے زمانہ میں پہلی دو آیتوں کی تفسیر میں بیان فرمایا تھا۔

”ہمیں بھی یہ وسیع دعاء کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس

کی قبولیت بھی یقینی ہے۔ مخالف خواہ کوئی ہی معنی کرے

مگر ہم تو اس بات پر قائم ہیں کہ خدا بنی پیدا کر سکتا ہے

صدیق، شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے۔ مگر

چاہیے مانگنے والا“ (اخبار بدر ۱۲ جولائی ۱۹۰۸ء)

فاروقی صاحب! افسوس کہ آپ لوگ اس بات پر قائم نہیں رہے کہ خدا بنی

پیدا کر سکتا ہے اور اب آپ ان آیات کے وہ معنی لے رہے جو مخالف کیا

کرتا ہے اور جن کے جناب مولوی محمد علی صاحب قادیان کے زمانہ میں مخالف تھے۔

فاروقی صاحب! آپ نے کہا ہے:-

”پہلی آیت میں نبی کا ذکر کیا اس لیے انعم کا لفظ تھا۔ کیونکہ نبوت موسیٰ ہے۔“

مگر آپ نے یہ خیال نہیں کیا کہ الحمد للہ علیہم کے بیان میں اس جگہ صرف نبیوں کا ہی ذکر نہیں۔ صدیقیوں، شہیدوں اور صالحین کا بھی ذکر ہے اور ان سب کے لیے انعم کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ پس دراصل یہ سارے مراتب ہی موسیٰ ہوئے۔ اسی لیے تو اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
”ذالك الفضل من الله“ کہ یہ سب مراتب اللہ کا فضل ہیں۔

فاروقی صاحب نے جب ساتھ ہونے کے معنی اس آیت میں یہ کیے ہیں کہ خدا تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں اور صالحین کے ہمرنگ ہو جاتے ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک اس آیت میں معیت زمانی اور مکانی مراد نہیں۔ زمانی اور مکانی معیت کے علاوہ ایک معنی مع کے معیت فی المنزلة ہیں۔ یعنی مرتبہ میں ساتھ ہونا۔ پس اگر فاروقی صاحب مع کے معنی ہمرنگ ہونا کریں تو اس سے مراد بھی مرتبہ میں ساتھ ہونا ہی لی جاسکتی ہے۔ یہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے صدیقیوں، شہیدوں اور صالحین کے گرد ہوں میں داخل نہیں ہونگے۔ بلکہ ان میں صرف ان کا معمولی سا رنگ ہی پایا جائے گا۔ کیونکہ دوسری آیت ان الذین آمنوا باللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء کے مطابق صدیق۔ شہید دوسرے انبیاء پر ایمان لانے والے بھی بن جاتے ہیں تو سید الانبیاء فخر المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ثمرہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ صدیقیوں، شہیدوں کا معمولی سا رنگ لیں گے

اور خود صدیق شہید نہیں بنیں گے۔ بلکہ سب صدیقیوں شہیدوں کے ساتھ ہونے سے مراد یہ ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے نہ صرف یہ کہ صدیق شہید بن سکتے ہیں۔ بلکہ وہ سب پچھلے صدیقیوں شہیدوں کے رنگ میں کامل طور پر رنگین ہو کر ان کے کمالات کے جامع ہو سکتے ہیں۔ چونکہ آیت فَاذْكُ مَعَ الَّذِينَ اَعْمَلَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ الصَّادِقِينَ وَالشَّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ میں چاروں گروہ ایک دوسرے پر عطف کے سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ لہذا معیت کے لحاظ سے سب کا ایک ہی حکم ہوگا یعنی جب صدیقیوں شہیدوں۔ صالحین کی معیت پانے سے مراد کم از کم ان کے گروہ کا فرد بن جانا ہے۔ تو انیسین کی معیت سے مراد کم از کم یہ امر ہوگا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے آپ کا کوئی امتی انبیاء کے گروہ کا فرد بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کا یہ مفہوم ہوگا آپ کا کوئی امتی انبیاء کے گروہ کا فرد ہونے کے ساتھ ان کے رنگ میں کامل طور پر رنگین ہو کر ان سب کے کمالات نبوت کا جامع بھی ہو سکتا ہے۔

علامہ راعب نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے الْحَقُّهُ اللَّهُ بِالذِّينِ تَقْدَمُهُمْ لِمَنْ اَعْمَلَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ فِي الْمَنْزِلَةِ وَالْثَوَابِ النَّبِيُّ بِالنَّبِيِّ وَالصَّدِيقُ بِالصَّدِيقِ وَالشَّهِيدُ بِالشَّهِيدِ وَالصَّالِحُ بِالصَّالِحِ۔
(تفسیر بحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ خدا تعالیٰ اور آں حضرت کی اطاعت کرنے والوں کو خدا نے مرتباً و ثواب میں پہلے انعام یافتہ لوگوں سے ملا دیا ہے۔ اس امت کے نبی کو نبی سے ملا دیا ہے اور صدیق کو صدیق سے ملا دیا ہے اور شہید کو شہید سے ملا دیا ہے اور صالح کو صالح سے ملا دیا ہے۔

پس دونوں زیر بحث آیتوں کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ عام رسولوں کی اطاعت سے انسان بڑے سے بڑا درجہ صرف صدیقیت کا ہی پاسکتا تھا جو کہ ولایت کا ہی ایک مرتبہ ہے۔ لیکن چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اس لیے نبی بننے کا شرف صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع اور امتی ہی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تحریر فرمایا :-

”ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ امتی ہے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۴)

نیز خاتم النبیین کی تشریح میں تحریر فرمایا کہ :-

”آپ کی پسروی کمالات نبوت بخشی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔“ (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۹)

اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ :-

”بجز اس (خاتم النبیین - ناقل) کے کوئی نبی صاحبِ تمام نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی ہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے۔“

(حقیقۃ الوحی ص ۲۸)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۃ جمعہ کی آیت و آخرین منهم لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ کی تفسیر میں اپنے حق میں تحریر فرمایا کہ :-

”یہ آیت آخری زمانہ میں ایک بنی کے ظاہر ہونے کی
نسبت ایک پیشگوئی ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے
لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے۔
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئے
تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
نہیں دیکھا“

(تمہ حقیقہ الوحی ص ۶۷)

باب سوم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اپنی نبوت سے متعلق تدریجی انکشاف

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام تحریرات کو مد نظر رکھنے سے یہ حقیقت سامنے آ جاتی ہے کہ آپ پر اپنی نبوت اور اپنی شان کے متعلق یکدم پورا انکشاف نہیں ہوا بلکہ تدریجاً انکشاف ہوا ہے۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے لٹریچر میں آپ خدا تعالیٰ کے اُن الہامات کی جن میں آپ کو نبی اور رسول قرار دیا گیا تھا یہ تشریح فرماتے تھے کہ اس سے مراد محدثیت - جزوی نبوت اور نبوت ناقصہ ہے۔ یعنی اس زمانہ میں آپ اپنے آپ کو مروجہ تعریفِ نبوت کی رُو سے جس میں احکام جدیدہ لانا یا کسی نبی کا امتی نہ ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا، نبی قرار نہیں دیتے تھے بلکہ اپنے لیے الہامات میں نبی رسول کے الفاظ کی یہ تاویل فرماتے تھے کہ آپ ایک محدث ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں اور محدثیت نبوت سے شدید مشابہت رکھتی ہے اس لیے محدث ہونے کی وجہ سے آپ کو نبی کا نام دیا گیا ہے۔ لیکن ۱۹۰۱ء اور اس کے بعد کی تحریروں میں آپ نے اپنی نبوت کی یہ تاویل خدا تعالیٰ کے صریح الہامات کی روشنی میں ترک فرمادی کہ آپ محض محدث ہیں۔ اور اپنے تئیں صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ قرار دیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔

فاروقی صاحب نے حضرت اقدس کے اپنی نبوت کو محدثیت مراد لینے سے متعلق ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کچھ عبارتیں اپنی کتاب میں پیش کی ہیں۔ جن میں سے ایک عبارت ”ازالہ اوہام“ ص ۳۳۹ سے یہ نقل کی ہے :-

”آنے والے مسیح کو امتی کر کے پکارا ہے جیسا کہ حدیث

اما کم منکم سے ظاہر ہے اور حدیث علماء اصفیٰ

کا نبیاء بنی اسرائیل میں اشارۃً مثیل مسیح کے

آنے کی خبر دی ہے چنانچہ اس کے مطابق آنے والا مسیح

محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے“

(فتح حق ص ۱۵۱ و ۱۵۲)

اور دوسرا حوالہ ازالہ اوہام ص ۵۷۵ سے پیش کیا ہے جو یہ ہے :-

”اس جگہ بڑے شبہات یہ پیش آئے ہیں کہ جس حالت

میں حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل

طور پر امتی ہو گا۔ تو پھر باوجود امتی ہونے کے کسی

طرح رسول نہیں ہو سکتا اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے

سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ

سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا،

جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ

اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع

اور فناء فی الرسول ہونے کے جناب خاتم المرسلین

کے وجود میں داخل ہے جیسے جزو کل میں ہوتی ہے“ (فتح حق ص ۱۵۱ و ۱۵۲)

تیسرا حوالہ فتح حق ص ۲ پر مجموعہ اشتہارات حصہ اول ص ۹ سے یہ نقل کیا ہے:-

”تمام مسلمانوں کی خدمت میں یہ گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ صرف سادگی سے اُن کے لغوی معنوں کے لحاظ سے بیان کیے گئے ہیں ورنہ حاشا و کلام مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے ص ۱۳ پر لکھ چکا ہوں۔ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور تفاق ڈالنا منظور نہیں۔ جس حالت میں ابتدا سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ جلّ شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکمل مراد لیتے ہیں..... الخ

بے شک ان عبارتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آغاز دعویٰ سے لیکر ایک وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے الہامات میں اپنے متعلق بنی اور رسول کے الفاظ کی تائید فرماتے رہے کہ آپ ایک محدث ہیں اور جزوی نبوت یا ناقصہ نبوت رکھنے کی وجہ سے مجازی طور پر آپ کو نبی کا نام دیا گیا ہے لیکن حضور کی بعد کی تحریرات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ بعد میں آپ پر ایک ایسا زمانہ آیا جس میں الہامات متواترہ کی روشنی میں آپ نے اپنے آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب پانے والا قرار دیا ہے اور پھر اس زمانہ میں لفظ نبی کی تائید کبھی محدث یا جزوی یا ناقص نبی نہیں کی۔ ہاں یہ درست ہے کہ آپ نے اس زمانہ میں بھی نہ اپنے آپ کو جدید شریعت لانے والا بنی قرار دیا ہے اور نہ مستقل نبی، بلکہ ہمیشہ نطفی یا ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی ہی قرار دیا ہے۔ کیونکہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی بھی تھے۔

تعریف نبوت میں ترمیم و تبدیلی

حضور کے عقیدہ میں اس تبدیلی یعنی نبی اور رسول کی تائید محدث یا جزوی نبی یا ناقص نبی کے ترک کرنے کا موجب یہ بات ہے کہ انسان سے پہلے آپ کے نزدیک نبوت کے متعلق اسلام کی اصطلاح یہ تھی کہ :-

”چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی اُمت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے ہیشیا رہنا چاہیے کہ اس جگہ بھی

(یعنی آپ کی نبوت کے بھی۔ ناقل) یہ معنی نہ سمجھیں کیونکہ ہماری کتاب بحز قرآن کو بحکم کے نہیں ہے اور کوئی دین بحز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتاب (مکتوبہ، اگست ۱۹۹۹ء)

اس تعریف نبوت سے ظاہر ہے کہ آپ اس وقت نبی کے لیے یہ شرط ضروری سمجھتے تھے کہ اگر وہ شریعت یا احکام جدیدہ نہ لائے تو کم از کم وہ کسی دوسرے نبی کا امتی نہیں کہلاتا اور بلا استفادہ کسی نبی کے خدا سے تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ یہ رسمی تعریف نبوت آپ پر صادق نہیں آتی تھی اس لیے آپ اس تعریف کے ماتحت اپنے آپ کو نبی قرار نہیں دیتے تھے اور اپنے الہامات میں نبی اور رسول کی یہ تاویل کر لیتے تھے کہ آپ صرف محدث ہیں یا جزوی نبی۔ اور گو اس زمانہ میں بعض الہامات آپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا اشارہ کر رہے تھے۔ مگر آپ اپنے آپ کو پورا نبی نہ سمجھنے کی وجہ سے اُن الہامات کی بھی یہ تاویل فرما لیتے تھے کہ آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر محض ایک جزوی فضیلت حاصل ہے جو ایک غیر نبی کو بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن بعد میں خدا تعالیٰ بارش کی طرح وحی سے آپ پر یہ انکشاف ہو گیا کہ آپ نے صریح طور پر نبی کا خطاب پایا ہے تو آپ اپنے پہلے عقیدہ پر قائم نہ رہے اور اس میں تبدیلی فرمائی۔ کیونکہ اس زمانہ میں آپ پر صریح لفظوں میں یہ الہام بھی نازل ہو چکا تھا کہ:-
”مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے“ (کشتی نوح مطبوعہ ۱۳۹۵ھ)

اس سے آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ آپ اپنی تمام شان میں مسیح ابن مریم سے بہت بڑھ کر ہیں۔ اس امر کو سمجھنے کے لیے حقیقۃ الوحی ص ۱۴۵ ا ۵۵۵ ملاحظہ کیا جائے پس یہ امر سمجھ لیجئے کہ بعد کہ آپ اپنے الہامات میں صریح طور پر نبی قرار دیئے گئے

ہیں۔ اور مسیح بن مریم سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہیں۔ آپ نے اپنے تعلق نبی اور رسول کے الفاظ کی وہ تاویلات ترک کر دیں جن کا پہلے ذکر آچکا ہے اور یہ سمجھ لیا کہ معروف تعریف نبوت دراصل قابلِ ترمیم ہے اور ایک امتی بھی نبی ہو سکتا ہے گو وہ شریعت جدیدہ نہیں لاتا اور نہ شریعت سابقہ کے کسی حکم کو منسوخ کرتا ہے۔ نبی کے لیے کسی دوسرے نبی کا امتی نہ ہونا ضروری شرط نہیں چنانچہ ۱۹۱ء کے بعد آپ نے نبوت کی جو تعریف کی وہ یہ ہے :-

تعریف نبوت میں ترمیم:

”میرے نزدیک نبی اُسی کو کہتے ہیں جس پر خدا تعالیٰ

کا کلام قطعی اور یقینی اور بہ کثرت نازل ہو جو غیب پر

مشتمل ہو اس لیے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔“

(تجلیاتِ الہیہ ص ۲۶)

”نبی اُسی کو کہتے ہیں“ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ نبی کی یہ تعریف حصہ لفظ

میں کی جارہی ہے۔ یعنی اس تعریف کے علاوہ نبی کی کوئی اور جامع مانع تعریف

نہیں ہے۔ اس جامع مانع تعریف کے ماتحت آپ نے اپنے آپ کو نبی قرار دیا ہے

کیونکہ یہ تعریف آپ پر صادق آتی تھی اس میں نبی کے لیے کسی نبی کا امتی نہ ہونا

ضروری قرار نہیں دیا۔

نیز اسی زمانہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

”جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رُوسے

کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور

کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی

دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے

جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے“

(الوصیت ص ۱۶ مطبوعہ نظارت مقبرہ ہشتی ربوہ)

الوصیت کی اس تعریف نبوت کے مطابق حضرت اقدس نبیوں کی اس متفق علیہ تعریف کے رُوسے اپنے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں۔ پھر اسی زمانہ میں اپنی تقریر حجتہ اللہ میں فرماتے ہیں :-

”خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پا کر جو غیب پر مشتمل

ہو زبردست پیشگوئیاں ہوں۔ مخلوق کو پہنچانے والا

اسلامی اصطلاح کی رو سے نبی کہلاتا ہے“

(تقریر حجتہ اللہ مندرجہ الحکم ۶ مئی ۱۹۰۵ء)

اس تعریف سے ظاہر ہے کہ اب آپ اسلامی اصطلاح کے مطابق بھی اپنے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں۔ پھر اس زمانہ میں آپ اپنے مخالفین کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں :-

”آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں۔ میں

اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الہی نبوت رکھتا

ہوں۔ وَدَلِيلٌ اَنْ لِّیْصْطَلَحَ“

(تمتہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

اس تعریف کی روشنی میں آپ نے اپنے آپ کو خدا کے حکم اور اصطلاح

کے مطابق نبی قرار دیا ہے۔ پھر اسی زمانہ میں آپ چشمہ معرفت ص ۳۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں :-

”نبوت اور رسالت کا لفظ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں

میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے۔ مگر اس

لفظ سے مکالمات اور مخاطبات الیہ مراد ہیں، جو
بکثرت امور غیب پر مشتمل ہیں۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں
سویر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح استعمال
کر سکتا ہے۔ بِكُلِّ اَنْ يَّصْطَلِحَ۔ سو خدا کی یہ اصطلاح
ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت
رکھا۔“

اور حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰، ۳۹۱ میں آیت لا یظہر علی غیبہ احداً
الا من ارتضیٰ من رسول کی روشنی میں نبی اور رسول کے معنی بیان فرماتے ہوئے
تحریر فرماتے ہیں :-

”خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا
جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بجز اس شخص
کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو اور یہ بات ایک ثابت
شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و
مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھے پر ظاہر فرمائے
ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز
میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو
بار ثبوت اس کی گردن پر ہے۔“

”غرض اس حصّہ کثیر وحی الہی اور امور غیبیہ میں
اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور
جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب
اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصّہ کثیر اس

نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔“

ان سب عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ﷺ کے بعد کی تحریرات کے زمانہ میں خدا کے حکم اور اصطلاح میں اور نبیوں کی متفق علیہ تصریف اور اسلامی اصطلاح میں اور قرآن کریم کے بیان کردہ معنوں میں اپنے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں اور نبی کے لیے اُمتی نہ ہونے کی شرط کو ضروری قرار نہیں دیتے۔ بلکہ ان سب عبارتوں میں اس شرط کو حذف کر دیا ہے۔ اور حقیقتہً الوحی کی اس مندرجہ بالا عبارت میں اُمت محمدیہ میں پہلے گزرے ہوئے اولیاء اللہ میں سے کسی کو نبی کا نام پانے کا مستحق قرار نہیں دیا۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ جو نبوت کے لیے ضروری شرط ہے وہ ان میں پائی نہیں گئی۔ حالانکہ وہ اولیاء اللہ محدثین اُمت ضرور تھے۔ مگر آپ اُمت محمدیہ میں سے اس وقت تک اپنے آپ کو ہی ایک فرد مخصوص قرار دیتے ہیں۔ جسے نبی کا نام دیا گیا حقیقتہً الوحی ایک بہت بڑی کتاب ہے جس میں حضرت اقدس نے اپنی نبوت کو بار بار پیش کیا ہے مگر اس میں کسی جگہ بھی آپ نے نبی کی تاویل محدث یا جزوی نبی نہیں کی بلکہ اس کے خلاف حقیقتہً الوحی کے مندرجہ بالا اقتباس میں تمام اولیاء اُمت میں سے نبی کہلانے کا مستحق تیرہ سو سال میں صرف اپنے آپ کو ہی قرار دیا ہے۔

پس اس عبارت میں حضرت اقدس نے اپنا مقام تمام محدثین اُمت سے بالاتر قرار دیا ہے۔ کیونکہ حضور نے اپنے آپ کو تو نبی کہلانے کا مستحق قرار دیا

ہے اور پچھلے تمام اولیاء اللہ میں سے کسی کو نبی کہلانے کا مستحق قرار نہیں دیا۔ حالانکہ ازالہ اوہام وغیرہ کے زمانہ کی تحریروں میں حضور محدث کو من وچہ نبی قرار دے چکے تھے اور اس کے لیے مجازی اور جزوی طور پر نبی کا اطلاق جائز قرار دینے لگے اور اپنے آپ کو بھی نبی یعنی محدث قرار دیتے تھے اور براہین احمدیہ جلد ۴۲۵ پر لکھ چکے تھے :-

”اُمّتِ محمدیہ میں محدثیت کا منصب اس قدر بکثرت ثابت ہوتا ہے جس سے انکار کرنا بڑے غافل اور بے خبر کا کام ہے۔“
پھر ایک وقت ان لوگوں کو جن پر آپ کے متعلق نبی کا لفظ شاق گزرے یہ بھی تلقین فرما چکے تھے کہ وہ نبی کی جگہ محدث کا لفظ سمجھ لیں۔ لیکن اب حقیقۃً الٰہی میں آپ یہ فرماتے ہیں :-

”غرض اس حصّہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس اُمت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اور اقطاب اس اُمت میں سے گزر چکے اُن کو یہ حصّہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا۔“

اس عبارت میں اگر نبی کی بجائے محدث کا لفظ رکھا جائے تو یہ ساری عبارت بے معنی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کا مفہوم اس صورت میں یہ بن جاتا ہے کہ تمام اُمتِ محمدیہ میں سے اس وقت تک محدث کا نام پانے کے لیے آپ ہی ایک مخصوص فرد ہیں آپ سے پہلے گزرے ہوئے اولیاء اللہ میں سے کوئی شخص محدث کا نام پانے کا مستحق نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس تحریر کے

زمانہ میں حضرت اقدس اپنا مقام نبوت محمدؐ میں امت سے بالا تر قرار دے رہے ہیں۔

محض محدث ہونے سے اس امر کا نہایت واضح ثبوت کہ آپؐ اپنے ۱۹۰۱ء حضرت مسیح موعودؑ کا انکار سے اپنے آپ کو نبی معنی محدث کائناتی الواقعہ ترک فرما دیا تھا یہ ہے کہ آپؐ ایک غلطی کا ازالہ میں جو ۱۹۰۱ء کا رسالہ ہے تحریر فرماتے ہیں :-

”اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر تبارک و کس نام سے اُس کو پکارا جائے اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہارِ غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنی اظہارِ غیب ہے۔“

اس تحریر سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں حضرت اقدسؑ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ آپؐ کا نام محدث رکھنے سے آپؐ کا حقیقی مرتبہ اور مقام ظاہر نہیں ہو سکتا بلکہ آپؐ کو نبی کے نام سے پکارا جانے سے ہی آپؐ کا حقیقی مقام اور مرتبہ ظاہر ہو سکتا ہے۔ پس فاروقی صاحب کا یہ خیال بالکل باطل ہے کہ :-

”حضرت مرزا صاحب نے شروع سے آخر تک ایک ہی عقیدہ یا دعویٰ رکھا اور بد قسمتی سے عجبو بہ پسند مریدوں نے استعاروں کو اصل سمجھ لیا اور جس طرح حضرت عیسیٰؑ کو ان کے پیروں نے ایک نبی کے مقام سے اونچا کر کے خدا کا بیٹا اور خدا بنا لیا اسی طرح مسیح محمدیؑ کے بعض مریدوں نے ایک محدث اور مجدد

کو بجائے ظلی یا مجازی نبی سمجھنے کے حقیقی کامل نبی کا
درجہ دے دیا۔“ (فتح حق ص ۱۹)

فاروقی صاحب! حضرت اقدس کا دعویٰ تو شروع سے ہی رہا ہے کہ
خدا نے آپ کو نبی اور رسول کہا ہے اور اس کی کیفیت کثرت مکالمہ مخی طبع الہیہ
مشتعل بر امور غیبیہ کثیرہ ہے۔ لہذا آپ کے اس دعویٰ میں تو واقعی کوئی تبدیلی
نہیں ہوئی، لیکن نبی کی تاویل محدث کرنے میں آپ نے ضرورت تبدیلی فرمائی تھی جیسا کہ
”ایک غلطی کا ازالہ“ کی مندرجہ بالا تحریر سے صاف ظاہر ہے۔ پس جب تک
آپ تعریف نبوت میں نبی کے لیے کسی دوسرے نبی کا امتی نہ ہونا ضروری سمجھتے
رہے، اس وقت تک اپنے الہامات میں نبی اور رسول کی تعریف محدث کرتے
رہے اور جب اس تعریف نبوت میں تبدیلی فرمائی اور یہ سمجھ لیا امتی بھی نبی ہو
سکتا ہے تو آپ نے اپنے متعلق نبی اور رسول کی تاویل محدث کے لفظ سے
کرنا ترک فرما دیا۔

فاروقی صاحب! ناقص ظلی نبی یا مجازی نبی تو ہر ایک محدث اور مجدد
ہوتا ہے اگر حضرت اقدس کی ظلی نبوت تمام سابقہ محدثین کے مقابل میں
کامل درجہ کی نہ ہوتی تو پھر آپ غلطی کا ازالہ میں محض محدث ہونے سے انکار
نہ فرماتے اور نہ حقیقۃ الوحی میں یہ لکھتے کہ تیرہ سو سال میں تمام اولیاء سابقین
کے مقابلہ میں نبی کا نام پانے کے لیے آپ ہی مخصوص ہیں کیونکہ ان میں شرط
نبوت نہیں پائی گئی۔ اور نہ حقیقۃ الوحی ص ۳۹ پر محول عبارت سے آگے یہ
لکھتے :-

”اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ
بھی اس قدر مکالمہ مخی طبع الہیہ اور امور غیبیہ سے

حسہ پالیتے تو وہ بنی کملانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا۔ اس لیے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے اُن بزرگوں کو اس نعمت کے پورے طور پر ہانے سے روک دیا۔ تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔“

اس سے ظاہر ہے کہ ۱۹۱۱ء کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ بیان فرما رہے ہیں کہ آپ نے مکالمہ مخاطبہ بمقتل برامو غیبیہ کی نعمت کو پورے طور پر حاصل کیا ہے اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے تمام صلحا میں کسی ایک نے بھی اس نعمت کو پورے طور پر حاصل نہیں کیا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مل ظلّی نبی ہونے اور محدثین اُمت ناقص ظلّی نبی۔ اسی لیے تو حضور نے تحریر فرمایا :-

”اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں یعنی باعتبار نئی شریعت اور نئے دعویٰ اور نئے نام کے اور میں نبی اور رسول ہوں باعتبار طلبیت کاملہ کے وہ آئینے ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔“

(نزول المسیح ص ۳)

پس ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کامل یعنی حقیقی ظلّی نبی مانتے ہیں۔ نئی شریعت لانے والا حقیقی نبی نہیں مانتے اور نہ آپ کو مستقل نبی مانتے ہیں واضح رہے۔ ظلّی نبوت ایک قسم کی نبوت ہی ہے۔ دیکھئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

”ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی سے ملتی ہے جو اس کے چراغ سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظل“ (حتمہ معرفت ص ۲۲)

پس حضرت اقدس کامل ظل نبی ہیں اور ظل نبوت، نبوت کی ہی ایک قسم ہے ہاں محدثین امت کو بھی ظل نبوت سے کچھ حصہ ملا ہے مگر کسی محدث امت کو آپ سے پہلے اس سے کامل حصہ نہیں ملا اس لیے اس وقت تک امت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نبی کا نام پانے کے لیے ایک مخصوص فرد ہیں اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے صلحاء میں سے کوئی شخص بھی حقیقی ظل نبی نہ ہونے کی وجہ سے نبی کا نام پانے کا مستحق نہیں۔ ہاں وہ مجازاً ظل نبی قرار دیئے جاسکتے ہیں نہ حقیقۃً ظل نبی۔

کامل اور حقیقی کا لفظ بھی ایک اضافی اور نسبتی امر ہے چنانچہ شیخ عبدالرحمن صاحب مصری جن کا مشورہ فاروقی صاحب کی کتاب میں شامل ہے۔ رسالہ روح اسلام بابت مارچ ۱۹۶۵ء میں لکھتے ہیں:-

”اب ذیل میں لفظ ”صریح طور پر“ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صریح طور پر نبی کا خطاب پانے۔ ناقل (کی تشریح بھی عرض کر دی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ یہ لفظ اولیاء کرام کے مقابلہ میں ہی استعمال ہوا ہے انہوں نے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ناقل اکمل عکس نہیں لیا تھا۔ اس لیے نبوت محمدیہ ان کے وجود میں گو موجود تھی، مخفی تھی۔ کامل عکس سے حضور کی مراد (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے آپ کو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل عکس قرار دینے سے مراد ہی (یہ ہے کہ حقیقت کے لحاظ سے کامل درجہ ہر ولی اور مجدد و محدث اپنے اپنے زمانہ اور اپنے اپنے دائرہ تجدید کی نسبت سے کامل عکس ہی رکھتا ہے جس طرح کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لیے کامل ہی تھے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل وہ ناقص ہی تھے۔ ٹھیک اسی طرح پہلے تمام اولیاء اپنے اپنے حلقہ کے لیے کامل عکس رکھنے والے ہی تھے۔ لیکن حضرت یسوع موعودؑ کے مقابلہ میں ان کا حاصل کردہ عکس ناقص ہی تھا۔ حضور کا لیا ہوا عکس اس انتہائی حد تک پہنچ گیا جس انتہائی حد تک کسی امتی کے لیے اپنے نبی متبوع کی نبوت کا عکس لینا ممکن تھا اس سے زیادہ کوئی امتی لے ہی نہیں سکتا۔

(روح اسلام ص ۲۲)

پس حضرت یسوع موعود علیہ السلام حقیقت کے لحاظ سے کامل ظلی نبی ہوئے اور باقی تمام امت محمدیہ کے اولیاء جو آپ سے پہلے گزر چکے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ناقص عکس ہونے کی وجہ۔ ناقص ظلی نبی یا جزوی ظلی نبی یا مجازی ظلی نبی ہوئے۔ درحقیقت ظلی نبی صرف یسوع موعود علیہ السلام ہی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت اقدس کا غلطی کا ازالہ میں نبی کی بجائے محدث قرار دینے سے انکار حضور پر اپنی نبوت کے متعلق نیا انکشاف ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

ظلی نبوت۔ نبوت ہی ہے | اسی لیے حضرت اقدس نے اشتہار ایک غلطی کا ازالہ
کے حاشیہ میں تحریر فرمایا :-

”یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لیے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے
انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پائے۔ پس منجملہ ان
انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو
سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔“

اس سے ظاہر ہے کہ اب حضرت اقدس کے نزدیک پہلے انبیاء بھی پیشگوئیں
کی وجہ سے نبی کہلاتے رہے ہیں اور بعض کا شریعتِ جدیدہ یا احکامِ لانا نبوت
پر ایک زائد امر تھا۔

آگے تحریر فرماتے ہیں :-

”لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں
پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت
لَا يَظْهَرُ عَلَىٰ غَيْبٍ أَحَدٌ إِلَّا مِّنْ أَرْثُصِي
مِن رَّسُولٍ سے ظاہر ہے۔ پس مصطفیٰ غیب پانے کے لیے
نبی ہونا ضروری ہوا اور آیت أَنْعَمْتَ عَلَيْنَا وَآلِیْهِ دِی
ہے کہ اس مصطفیٰ غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصطفیٰ
غیب حسبِ منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے
اور وہ طریق براہِ راست بند ہے۔ اس لیے ماننا پڑتا
ہے کہ اس مہمبت کے لیے محض دروازہ ظلیت اور فنا
فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔“

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور روز روشن کی طرح ظاہر ہیں :-

۱۔ آیت لا یظهر علی غیبہ الخ کے مطابق مصطفیٰ غیب پانے کے لیے نبی ہونا ضروری ہے۔

۲۔ آیت الغمت علیہم گواہ ہے کہ اُمت محمدیہ اس مصطفیٰ غیب سے محروم نہیں۔

۳۔ مصطفیٰ غیب جو آیت لا یظهر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسول کے منطوق کے مطابق ہو۔ یعنی جس میں کثرت اور صفائی کے ساتھ امور غیبیہ پر اطلاع پائی جائے نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اس کے پانے کے لیے نبی ہونا ضروری ہے۔

۴۔ مصطفیٰ غیب پانا جس کے لیے نبی ہونا ضروری ہے اور جس کی وجہ سے انبیاء سابقین نبی کہلاتے رہے۔ اب براہِ راست طریق سے ملنا ممکن نہیں گویا اب نبوت براہِ راست طریق سے نہیں مل سکتی۔

۵۔ اب اس موہبت نبوت کو پانے کے لیے جو پہلے انبیاء کو براہِ راست ملتی رہی صرف بروزِ ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔ گویا وہ موہبت نبوت جو پہلے انبیاء کو براہِ راست ملتی رہی اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلیت بروز اور آپ کے وجود میں کھویا جانے سے وہی موہبت نبوت آپ کے ایک اُمتی کو مل سکتی ہے۔ گویا براہِ راست نبی کی نبوت اور امتی کی ظلی نبوت کا ملہ نفس نبوت کے لحاظ سے موہبت نبوت ہی ہے۔ صرف اس کے حصول کے ذریعہ میں فرق ہے۔

۶۔ بروزِ ظلیت اور فنا فی الرسول اُمتی کی ترقی کی انتہائی منزل نہیں۔ بلکہ مقام نبوت کے حصول کے لیے ایک دروازہ یعنی ذریعہ کی حیثیت رکھتا ہے اس دروازے سے خدا جسے چاہے اُسے وہی موہبت نبوت عطا کرتا ہے جو پہلے انبیاء

کو براہِ راست ملتی رہی۔

مرضِ حضرت اقدس کی اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ ”ایک غلطی کا ازالہ“ لکھتے وقت حضرت اقدس اسی موہبتِ نبوت کے پانے کے لیے جو پہلے انبیاء کو براہِ راست ملتی رہی۔ اب اُمّتی نہ ہونے کی شرط ضروری نہیں سمجھتے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی کے لیے اسی موہبتِ نبوت جو انبیاء کو براہِ راست ملتی رہی۔ آیتِ انعتِ علیم کی رو سے اُمّت میں موعودہ قرار دیتے ہیں۔

تحریفِ نبوت میں ترمیم | اس بات کا مزید ثبوت کہ اس زمانہ میں حضرت اقدس تحریفِ نبوت میں ترمیم فرما چکے تھے، یہ بھی

کا مزید ثبوت

ہے کہ ۱۹۱۱ء سے پہلے تو حضرت اقدس نبی کے لیے کم از کم ضروری شرط یہ سمجھتے تھے کہ وہ کسی دوسرے نبی کا اُمّتی نہیں ہوتا مگر ۱۹۱۱ء کے آخر میں اور اس کے بعد حضرت اقدس نبی کے لیے اُمّتی نہ ہونے کی شرط کو ضروری نہیں سمجھتے اور ایک اُمّتی کے حقیقت میں نبی ہو جانے کو قابلِ اعتراض نہیں جانتے اور اپنے آپ کو درحقیقت نبی سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت اقدس ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ۱۳۸ میں ایک سائل کا پہلے یہ سوال درج کرتے ہیں :-

”بعض کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم

میں لکھا ہے کہ آنے والا عیسیٰ اسی اُمّت میں سے ہوگا لیکن

صحیح مسلم میں صریح لفظوں میں اس کا نام نبی اللہ رکھا

ہے۔ پھر کیوں کہ ہم مان لیں کہ وہ اسی امت میں سے

ہوگا“

اس سوال سے ظاہر ہے کہ سائل اُمّتی کا نبی ہو سکتا محال سمجھتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک معروف اصطلاحِ نبوت کے مطابق جو اُمّتی ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔

اسی معروف اصطلاح کی وجہ سے سائل کے دل میں خلجان ہے کہ جب صریح لفظوں میں صریح مسلم میں مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا گیا ہے تو پھر صریح بخاری اور صریح مسلم کی یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہو گا۔ اس سوال سے ظاہر ہے کہ سائل کے نزدیک جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہو وہ حقیقت نبی نہیں ہو سکتا۔ حضرت اقدس اس سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:-

”اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر (امور) غیبیہ ناقلاً پانے والا اور شرف مکالمہ مخاطبہ الیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لیے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صاحب شریعت کا متبع نہ ہو پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے میں کوئی عجز و رلام نہیں آتا۔ بالخصوص اس حالت میں کہ وہ امتی اپنے اسی نبی منبوع سے فیض پانے والا ہو“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۳۸)

ظاہر ہے حضرت اقدس مکتوب ۱۸۹۹ء کے وقت تو نبی کے لیے اگر وہ شریعت کا ملہ یا احکام جدیدہ نہ لائے، کم از کم یہ ضروری شرط سمجھتے تھے کہ وہ کسی نبی کا امتی نہیں کہلاتا۔ بلکہ سابق نبی سے استفادہ کے بغیر خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ گویا اس زمانہ میں اس سائل کی طرح آپ بھی سمجھتے تھے کہ نبی امتی نہیں ہوتا۔ حضور کا یہ مکتوب ۱۹۰۰ء سے پہلے کا ہے۔ لیکن تبدیلی تعریف نبوت کے بعد ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کی مندرجہ بالا عبارت میں حضرت اقدس

بنی کے حقیقی معنی صرف یہ بتا رہے ہیں کہ وہ مکالمہ مخاطبہ الہیہ مشتمل برامور غیبیہ کی نعمت سے مشرف ہوتا ہے، شریعت کا لانا اسکے لیے ضروری نہیں۔ نہ اس کے لیے دوسرے بنی کا امتی نہ ہونا ضروری ہے بلکہ امتی کا حقیقی معنوں میں بنی ہو جانا کوئی قابل اعتراض امر نہیں۔ چنانچہ صاف فرما دیا ہے کہ :-

”پس ایک امتی کو ایسا بنی قرار دینے میں کوئی محذور

لازم نہیں آتا۔ بالخصوص اس حالت میں کہ وہ امتی اپنے

اسی بنی متبوع سے فیض پانے والا ہو۔“

حضور نے سائل کو سمجھایا ہے کہ تم جو امتی کا بنی ہونا محال سمجھتے ہو، یہ نبوت کے حقیقی معنوں پر غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے تم یہ سمجھتے ہو کہ امتی بنی نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ بنی کے لیے نہ شریعت کا لانا ضروری ہے اور نہ ضروری ہے کہ کسی دوسرے بنی کا امتی نہ ہو۔ بلکہ اس کے لیے صرف مکالمہ مخاطبہ الہیہ مشتمل برامور غیبیہ کا پانا ضروری ہے۔ لہذا مسیح موعود صحیح بخاری و مسلم کی حدیثوں کے مطابق امتی ہو کر بھی بنی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نبوت کے حقیقی معنوں پر اگر غور کیا جائے تو امتی کا بنی ہو جانا قابل اعتراض امر نہیں۔

واضح ہو حضرت اقدس کا یہ فقرہ کہ ”اس کے لیے شریعت کا لانا ضروری نہیں“ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اس جگہ بنی کے حقیقی معنوں میں بنی کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ نہ کہ محدث کی تعریف جو ناقص اور جزوی بنی ہوتا ہے۔ کیونکہ ”ضروری نہیں“ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ نئی شریعت یا احکام جدیدہ لانے والا بھی ہو سکتا ہے اور بغیر شریعت و احکام جدیدہ کے بھی بنی ہو سکتا ہے مگر محض محدث تو ہوتا ہی وہ شخص ہے جو شریعت جدیدہ یا احکام جدیدہ نہیں لانا۔

پس یہ فقرہ محدث کے لیے کہا ہی نہیں جاسکتا۔ بلکہ یہ فقرہ صرف حقیقی معنوں میں نبی کے لیے ہی کہا جاسکتا ہے۔ اگر آپ نبی بمعنی محدث کی تعریف کر رہے ہوتے تو یہ تحریر فرماتے کہ وہ شریعت نہیں لاتا۔ یہ نہ فرماتے اُس کے لیے شریعت کا لانا ضروری نہیں۔ کیونکہ جو حقیقی معنوں میں نبی ہو وہی شریعت جدیدہ لاسکتا ہے۔

اسی طرح اس سے اگلا فقرہ بھی ”نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو“ محض محدث کے لیے نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ محض محدث تو ضروری طور پر ایک نبی کے تابع ہوتا ہے۔ وہ نبی کا غیر تابع ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ جس نبی کے حقیقی معنی آپ بیان فرما رہے ہیں وہ ایک نبی کے تابع بھی ہو سکتا ہے اور غیر تابع بھی۔ لہذا یہ حقیقی نبی کی جامع اور مانع تعریف ہوئی، نہ کہ محدث کی جو بالضرورت تابع ہی ہوتا ہے۔ حقیقی نبی کی ہی یہ شان بھی ہو سکتی ہے کہ وہ کسی دوسرے نبی کا تابع نہ ہو۔ پس اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی کے تابع کا بھی حقیقی معنوں میں نبی ہونا جائز قرار دیتے ہیں اور ان حقیقی معنوں میں ایک امتی کے نبی ہو جانے کو بھی قابل اعتراض نہیں جانتے بلکہ انہی حقیقی معنوں کی رو سے فرماتے ہیں:-

”ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے میں کوئی محذور لازم نہیں آتا۔“

انہی حقیقی معنوں میں حضرت اقدس نے اس جگہ مسیح موعود کو حقیقی معنوں میں نبی قرار دیا ہے۔ ہاں آپ جدید شریعت لانے والے حقیقی نبی نہیں نہ مستقل نبی ہیں بلکہ امتی نبی ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تعریف نبوت میں تبدیلی نہ کر لی ہوتی تو پھر تو پہلی معروف تعریف نبوت کے مطابق جو سائل کو بھی مسلم تھی اُسے چند لفظوں میں یہ جواب دیدیتے کہ صحیح مسلم میں مسیح موعود کو

بنی اللہ محدث کے معنوں میں قرار دیا گیا ہے اور محدث کے لیے اس جگہ نبی کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے۔ لہذا صحیح بنی ری و سلم میں اُسے امتی قرار دینا درست ہے، کیونکہ محض محدث ایک پہلو سے امتی ہوتا ہے اور دوسرے پہلو سے ناقص اور جزوی نبی بھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ نبوت | حقیقۃ الوحی ص ۱۳۸ پر حضرت میں تبدیلی سے متعلق واضح اعتراف! مسیح موعود علیہ السلام نے سوال نمبر ۱ کے عنوان کے تحت ایک سائل کا سوال درج فرمایا ہے جو یہ ہے:-

”ترتیب القلوب کے صفحہ ۱۵۷ میں (جو میری کتاب ہے) لکھا ہے ”اس جگہ کسی کو دہم نہ گزرے کہ میں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزوی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔“

پھر ریویو جلد اول ص ۲۵۷ میں مذکور ہے:-
”خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔“
پھر ریویو ص ۲۷۵ میں لکھا ہے:-

”مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں ہرگز نہ کر سکتا اور جو نشان مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں میں نہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا۔“
خلاصہ اعتراض یہ کہ دونوں عبارتوں میں تناقض ہے،

سائل کا ان دونوں قسم کی عبارتوں میں تناقض قرار دینا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ وہ پہلی عبارت سے یہ سمجھتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو تریاق القلوب میں غیر نبی قرار دیتے ہیں اور پھلی عبارتوں کو وہ اس سے تناقض رکھنے والی اس لیے قرار دیتا ہے کہ اس کے نزدیک (دوسری) یہ عبارت کہ خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے نبی ہونے کو چاہتی ہے کیونکہ ایک نبی ہی یہ بات کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے نبی سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ اسی طرح ایک نبی ہی دوسرے نبی کے مقابلہ میں یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ اپنے کاموں اور اُکسانی نشاؤں میں حضرت مسیح ابن مریم سے بہت بڑھ کر ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عقیدہ نبوت میں کوئی تبدیلی نہ کی ہوتی اور ریلو کی تحریر کے وقت بھی اپنے تیش تریاق القلوب کی تحریر کی طرح نبی معنی محدث ہی سمجھتے ہوتے جو دراصل نبی نہیں ہوتا تو آپ سائل کو یہ جواب دیکر خاموش کر سکتے تھے کہ میری دونوں تحریروں میں کوئی تناقض نہیں بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کے فقرہ سے بھی میری مراد پہلے فقرہ کی طرح ہی ہے کہ مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایسی جزوی فضیلت ہی حاصل ہے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔ لہذا سائل کو میری عبارتوں کے سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ میری ان عبارتوں میں کوئی تناقض موجود نہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سائل کو یہ جواب نہیں دیتے بلکہ اپنی ان عبارتوں میں خود بھی تناقض تسلیم کر لیتے ہیں اور سائل کو یہ جواب دیتے ہیں کہ میرا حضرت مسیح علیہ السلام پر جزوی فضیلت کا عقیدہ اس وقت تک تھا کہ جب تک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی سمجھتا تھا اور نبوت میں اُن سے اپنی

کوئی نسبت نہ سمجھتا تھا یعنی انھیں نبی سمجھتا تھا اور اپنے میں جزوی نبی، لیکن بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہیں رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی (دیکھو حقیقۃ الوحی ص ۱۴۱)

گویا پہلے آپ اپنے الہامات میں نبی کا لفظ چونکہ محدث کے مترادف مراد لینے کی وجہ سے اپنے آپ کو غیر نبی سمجھتے تھے اس لیے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آپ کی فضیلت کا کوئی امر ظاہر ہوتا تھا تو آپ اُسے ایسی جزوی فضیلت قرار دیتے تھے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے لیکن بعد میں خدا کی طرف سے متواتر وحی سے یہ انکشاف ہو جانے پر کہ آپ نے صریح طور پر نبی کا خطاب پایا ہے آپ اس جزوی فضیلت کے عقیدہ پر قائم نہ رہے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے اور اپنے تئیں صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ سمجھ لینے پر آپ نے یہ اعلان فرما دیا کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہیں۔ یعنی نفس نبوت میں اُن کے مساوی ہیں اور اپنے کارناموں اور نشانات دکھانے میں اُن سے بہت بڑھ کر ہیں۔ ورنہ ایک شخص جو نبی نہ ہو وہ ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنی تمام شان میں ایک نبی سے بہت بڑھ کر ہے۔ غیر نبی کا یہ بیان تو سراسر جھوٹ اور مضحکہ خیز بن جاتا ہے کہ وہ اپنی تمام شان میں یعنی مجموعی شان میں ایک نبی سے بہت بڑھ کر یعنی افضل ہے۔ ہم اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جواب کی عبارت آپ کے لفظوں میں نقل کر دیتا چاہتے ہیں تاہم ہمارے کتاب پڑھنے والوں کو ہمارے اخذ کردہ نتیجہ کی صحت پر پوری بصیرت حاصل ہو جائے اور انھیں ہمارے اس استدلال کے متعلق کوئی شبہ کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ حضور سائل کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :-

الجواب | یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں میں نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کلاماؤں یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں۔ خدا نے میرے ضمیر کی اپنی اس پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے: قُلْ أَجِدُكَ نفسی من ضررہ الخطاب یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا تو یہ حال ہے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لیے نہیں چاہتا یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے ہرگز اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے۔ میرا اس میں دخل نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ ایسا کیوں لکھا گیا اور کلام میں یہ تناقض کیوں پیدا ہو گیا سو اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہو گا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسے رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہونگے اس لیے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد دہی رکھا جو عام

اس عبارت سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کا تریاق القلوب کی تحریر تک جزوی فضیلت رکھنے کا عقیدہ اس وجہ سے تھا کہ آپ حضرت عیسیٰ سے نبوت میں اپنی کوئی نسبت نہ سمجھتے تھے یعنی انھیں کامل نبی سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو جزوی نبی۔ لیکن آپ اس عقیدہ پر قائم نہ رہے اور آپ نے دوسرا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا اس وقت اختیار کیا جبکہ بارش کی طرح وحی الہی سے آپ پر صریح طور پر نبی کا خطاب پانا منکشف ہو گیا۔ گویا نبوت کے عقیدہ میں تبدیلی کو ہی آپ نے حضرت مسیح پر فضیلت میں تبدیلی کا باعث قرار دیا ہے اور دونوں عقیدوں میں اسی طرح کا تناقض تسلیم فرمایا ہے جس قسم کا تناقض آپ نے اس عقیدہ میں قرار دیا ہے جو آپ پہلے یوں رکھتے تھے کہ:-

”حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہونگے“

حالانکہ اس وقت بھی خدا نے آپ کا نام عیسیٰ رکھا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی۔ اس وقت حضرت اقدس نے اس وحی کی یہ تاویل کی تھی کہ آپ مسیح ہیں اور اپنے مسیح موعود قرار نہیں دیا تھا پھر اس کے بعد بارش کی طرح وحی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا، تو ہی ہے۔ تو آپ نے اپنے عقیدہ کے خلاف یہ اعلان کر دیا کہ آپ ہی مسیح موعود ہیں۔

پس جس طرح اس عقیدہ میں تبدیلی ہوئی ہے اسی طرح جزوی فضیلت کے عقیدہ کو ترک کر کے اپنی تمام شان میں حضرت مسیح علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ آپ نے اس وقت اختیار کیا جبکہ بارش کی طرح وحی الہی میں صریح طور پر نبی کا خطاب دیا جانا آپ پر ظاہر ہو گیا۔

لہذا جس طرح درحقیقت مسیح موعود آپ براہین احمدیہ میں درج شدہ الہامات کے وقت سے ہی ہیں حالانکہ مسیح موعود ہونے کا اعلان آپ نے بارہ سال بعد ۱۸۹۱ء میں کیا، اسی طرح گو آپ براہین احمدیہ میں ہی الہامات میں رسول اور نبی قرار دئے گئے تھے مگر آپ اس وحی کی یہ تاویل کرتے رہے کہ آپ ایک محدث ہیں جس طرح کہ براہین احمدیہ کے متعدد الہامات میں آپ کو عیسے قرار دئیے جانے پر آپ نے ان کی تاویل کر لی تھی کہ میں مثیل مسیح ہوں اور اس وقت مسیح موعود کا آسمان سے نازل ہونا خیال کرتے تھے۔ اور اسی رسمی عقیدہ پر قائم رہے تھے کہ حضرت عیسے آسمان سے نازل ہونگے۔ اسی طرح نبی تو آپ اسی وقت سے تھے جب الہامات الہیہ میں آپ کو نبی اور رسول قرار دیا گیا تھا، لیکن آپ اس وقت تک ان الفاظ کی تاویل محدث کرتے رہے جب تک کہ خدا تعالیٰ کا آپ پر یہ الہام صاف لفظوں میں نازل نہ ہوا کہ مسیح محمد می مسیح موسوی سے فضل ہے نیز بارش کی طرح وحی الہی سے آپ کو اپنی نبوت کے متعلق صراحت نہ ہو گئی صراحت ہو جانے پر آپ نے اپنے لیے نبی اور رسول کے الفاظ کی تاویل "محدث" ترک فرمادی۔ اور ۱۹۱۷ء کے بعد سے کسی جگہ بھی اپنے لیے نبی اور رسول کے الفاظ کی تاویل محدث نہیں کی۔ اگر کوئی منکر ہو تو بارش نبوت اس کی گردن پر ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ غیر مبائعین ۱۹۱۷ء کے بعد کی تحریروں میں حضرت اقدس کی طرف سے اپنے لیے نبی اور رسول کی تاویل محض محدث کہیں نہیں دکھا سکتے۔ غیر مبائعین کے عذر کی تردید حقیقتہ الوحی میں ذکر ہے وہ صرف فضیلت کے عقیدہ میں ہوئی ہے نبوت کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ مگر حضرت اقدس کے جواب سے ظاہر ہے کہ اصل موجب حضرت مسیح علیہ السلام پر فضیلت

کے عقیدہ میں تبدیلی کا یہ تھا کہ پہلے آپ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ کے بالمقابل نبی نہیں سمجھتے تھے لیکن بارش کی طرح وحی الہی سے عروج طور پر نبی کا خطاب یافتہ سمجھ لینے پر آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام پر جزوی فضیلت کا عقیدہ ترک کر کے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے اس سے تناقض رکھنے والا یہ عقیدہ اختیار کر لیا کہ آپ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ابن مریم سے بہت بڑھ کر ہیں۔ پس نبوت کے عقیدہ میں تبدیلی ہی فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی کا باعث ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ نے آگے چل کر حقیقۃ الوحی میں صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ :-

”عزیزو! جبکہ میں نے یہ ثابت کر دیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آنے والا مسیح میں ہوں تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اس کو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے کہ آنے والا مسیح کچھ چیز ہی نہیں۔ نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حکم۔ جو کچھ ہے پہلا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۵۱)۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ کے نبی کہلانے کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے میں ضرور دخل ہے اور اگر آپ نبی نہ سمجھے جائیں تو پھر پہلا مسیح آپ سے افضل قرار پاتا ہے۔ پس اگر آپ محدث یا ناقص نبی قرار دیئے جائیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ سے افضل قرار پاتے ہیں کیونکہ یہ امر تو عقل سلیم تسلیم کرنے کے لیے مجبور ہے کہ ایک شخص جو نبی نہ ہو وہ اپنے آپ کو ایک مسلم نبی کے مقابلہ میں اپنی تمام شان میں افضل قرار دینے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ غیر نبی ہوتے ہوئے اس کا ایسا

دعویٰ صریح غیر معقول اور مضحکہ خیز قرار پاتا ہے اسی لیے تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اسے قرآن و حدیث سے ثابت کرنا چاہیئے کہ آنے والا مسیح نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حکم۔ اس جگہ نبی بمعنی محدث کسی طرح مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ محدث تو نبی سے ضروری اور یقینی طور پر کم درجہ کا ہوتا ہے پس محض محدث ایک کامل نبی کے مقابلہ میں اس سے اپنی تمام شان یعنی مجموعی شان میں بہت بڑھ کر ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ محدث میں تو شان نبوت ناقص طور پر پائی جاتی ہے۔ ایک محدث تو نبی کے مقابلہ میں ہمیشہ اپنی تمام شان میں کمتر درجہ کا ہوگا۔ کیونکہ ناقص شان نبوت کامل شان نبوت کے مقابلہ میں کمتر درجہ رکھنے پر تو دیل ہو سکتی ہے لیکن ایک کامل شان والے نبی سے اپنی تمام شان میں افضل ہونے پر دیل نہیں ہو سکتی۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان نبوت اگر مسیح اسرائیلی علیہ السلام کی شان نبوت کے مقابلہ میں کم درجہ کی قرار دی جائے تو پھر مسیح موعودؑ کی یہ پوزیشن کہ آپ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہیں بالکل مضحکہ خیز بن جاتی ہے۔ اس صورت میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ اپنی شان نبوت میں تو حضرت مسیح علیہ السلام سے دراصل کم درجہ پر ہیں اور معاذ اللہ جھوٹے طور پر یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ آپ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نزول المسیح صلیک پر تخریر فرماتے ہیں:-

”پھر دونو سلسلوں (سلسلہ موسوی و محمدی) کا تقابل پورا کرنے کے لیے ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شان نبوت کے ساتھ آوے تا اس نبوتِ عالمیہ کی

کسرِ شان نہ ہو۔“

اس عبارت کی موجودگی میں اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شانِ نبوت حضرت مسیح علیہ السلام سے کم درجہ کی قرار دی جائے تو نہ تو دونوں سلسلوں کا تقابل پورا ہوتا ہے اور نہ اس سے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ بلند کا اظہار ہوتا ہے بلکہ اس میں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوتِ عالمی کی کسرِ شان ہے۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوتِ عالمی کی بلند شان اسی صورت میں قائم رہتی ہے جبکہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت میں کم درجہ کا نہ ہو۔

نبوت کے متعلق تدریجی انکشاف | فاروقی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے محض عناد، قابلِ اعتراض نہیں

لغصب اور بغض کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارتوں کو جن میں آپ نے فضیلتِ بریج علیہ السلام اور عقیدہ نبوت میں تبدیلی کا صریح اعتراف کیا ہے نظر انداز کر کے ذیل کی دلائل عبارتِ تحریر کی ہے کہ :-

”مرزا محمود احمد خلیفۃ قادیان و حال ربوہ نے اپنے

غالیانہ خیالات اور عقائد کو تقویت دینے کے لیے

ایک بیہودہ دلیل پیش کی تھی کہ حضرت مرزا غلام احمد

صاحب ۱۹۰۱ء تک اپنے اصلی دعویٰ یا مقام کو

پورے طور پر نہیں سمجھتے تھے مگر ۱۹۰۱ء کے بعد جب

سمجھ آئی تو کتاب ”ایک غلطی کا ازالہ“ کے ذریعہ اپنے

اصلی مقام یا دعوائے نبوت کو واضح کیا۔ یہ بات

حضرت مرزا صاحب کی سخت تحقیر کرتی ہے اور ان

کو نعوذ باللہ کم عقل اور دھوکے باز ظاہر کرتی ہے۔“

(صحیح بخاری)

یہ وہ تیر ہے جو فاروقی صاحب نے ہماری طرف پھینکا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے نادان دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ ورنہ وہ بتائیں کہ اگر نبوت میں تبدیلی عقیدہ سے حضرت مسیح موعود کی تحقیر ہوتی ہے اور یہ بات ماننے سے بقول فاروقی صاحب کے آپ لغو باللہ کم عقل اور دھوکے باز قرار پاتے ہیں تو پھر اس بات کا اُن کے پاس کیا جواب ہے کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ :-

”پھر قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر رہا کہ خدا نے بڑی شد و مد سے مجھے براہین احمدیہ میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جبار ہا جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے ہم مسل حقیقت کھول دی جائے تب تو اتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے پس جب اس بارہ میں انتہا تک خدا کی وحی پہنچی اور مجھے حکم ہوا فاصدع بما تو صر کہ تجھے جو حکم ہونا ہے لوگوں کو کھول کر سنا دے اور بہت سے نشان مجھے دیئے گئے اور میرے دل میں روشن یقین کی طرح بٹھا دیا گیا تب میں نے یہ پیغام لوگوں کو سنا دیا۔“

(اعجاز احمدی ص ۷)

پس جس طرح حضرت اقدس بڑی شد و مد سے مسیح موعود قرار دینے والی وحی الہی نازل ہو چکنے کے باوجود بارہ سال تک اپنا مسیح موعود ہونا نہ سمجھے

کیونکہ اس وقت خدا تعالیٰ کی مصلحت نہیں چاہتی تھی کہ آپ اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کریں ”دھوکا بازی“ اور کم عقلی قرار نہیں پاتی بلکہ حضرت اقدس کی سادگی اور عدم بناوٹ پر گواہ ہے بالکل اسی طرح عقیدہ نبوت میں تبدیلی بھی ”دھوکا بازی“ یا کم عقلی قرار نہیں پاسکتی بلکہ ایک وقت تک نبی کی تائید و مدد کرنا بھی آپ کی سادگی اور عدم بناوٹ پر ہی دلیل ہے حضور نے تو صاف فرما دیا ہے کہ :-

”میں تو خدا کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوائیں وہی کتنا رہا جو اوائل میں میں نے کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں۔ بات یہی ہے جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے“ (حقیقۃ الوحی ص ۱۵۱)

حضور کی یہ عبارت فضیلت برسیح علیہ السلام کے عقیدہ میں تبدیلی کے متعلق ہے جس کا موجب بارش کی طرح وحی الہی میں نبی کا خطاب پانا قرار دیا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہ سال تک اپنا مسیح موعود ہونا نہ سمجھنے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے :-

”یہ خدا کی حکمت عملی تھی اور میری سچائی پر یہ دلیل تھی اور میری سادگی اور عدم بناوٹ پر ایک نشان تھا اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا اور انسانی منصوبہ اس کی جڑ ہوتی تو میں براہین احمدیہ کے وقت سے ہی

یہ دعویٰ کرتا کہ میں مسیح موعود ہوں مگر خدا نے میری
نظر کو پھیر دیا اور میں براہین احمدیہ کی اس وحی کو سمجھ
نہ سکا کہ وہ مجھے مسیح موعود بناتی ہے۔ یہ میری سانگ

اور میری سچائی پر ایک عظیم دلیل تھی۔ (اعجاز احمدی ص ۷)

اب اس عبارت میں فاروقی صاحب مسیح موعود کی جگہ نبی کا لفظ رکھ دیں
تو انھیں پتہ لگ جائے گا کہ جس طرح بارہ سال تک حضرت اقدس کا اپنے آپ
کو مسیح موعود نہ سمجھنا بحالانکہ خدا تعالیٰ نے بڑی شد و مد سے آپ کو مسیح موعود
قرار دیدیا تھا خدا تعالیٰ کی حکمت عملی اور حضرت مسیح موعود کی سچائی کی دلیل
ہے اور آپ کی سادگی اور عدم بناوٹ پر ایک نشان، اسی طرح نبی اور رسول کے
الہامات سے ایک وقت تک حضور کا اپنے آپ کو نبی نہ سمجھنا بھی خدا تعالیٰ
کی حکمت عملی اور آپ کی سچائی کی دلیل ہے نہ کہ بقول فاروقی صاحب خود با
آپ کی کم عقلی اور دھوکہ بازی کا ثبوت اور آپ کی تحقیر کا باعث !
میں اس عبارت میں ”مسیح موعود“ کی بجائے ”نبی“ کا لفظ رکھ کر یہ
فیصلہ ناظرین پر ہی چھوڑتا ہوں کہ فاروقی صاحب کا یہ ریمارک بے ہودہ
ہے یا نہیں؟

”یہ خدا کی حکمت عملی تھی اور میری سچائی پر دلیل تھی اور
میری سادگی اور عدم بناوٹ پر ایک نشان تھا۔
اگر یہ کاروبار ایک انسان کا ہوتا اور انسانی منصوبہ
اس کی جڑ ہوتی تو میں براہین کے وقت سے ہی یہ دعویٰ
کرتا کہ میں نبی ہوں۔ مگر خدا نے میری نظر کو پھیر دیا
اور میں براہین احمدیہ کی اس وحی کو نہ سمجھ سکا کہ

وہ مجھے نبی بناتی ہے۔ یہ میری سادگی اور میری سچائی
پر ایک عظیم دلیل تھی۔“

یہ بات فاروقی صاحب کو بھی معلوم ہے کہ حضرت اقدس نے مجددیت کا
دعویٰ ۱۸۸۵ء میں کیا اور مسیح موعود کا دعویٰ ۱۸۹۱ء میں، حالانکہ ۱۸۸۵ء
میں ہی آپ پر انکشاف ہو چکا تھا کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے شدید
مشابہت رکھتے ہیں۔ چنانچہ فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

(۱) ”سب سے پہلے حضرت مرزا صاحب نے اپنی محرکہ الراء

کتاب براہین احمدیہ میں اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ
کیا، لیکن اس دعویٰ مجددیت کا اعلان خاص طور پر
آپ نے ۱۸۸۵ء کے شروع میں ایک اشتہار کے ذریعہ
کیا، مگر آپ نے لوگوں سے بیعت نہیں لی، جب تک
کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہیں مل گئی۔ آپ
نے یکم دسمبر ۱۸۸۶ء کو اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے
بیعت لینے اور ایک جماعت تیار کرنے کا حکم دیا ہے۔“
(فتح حق ص ۷)

(۲) ”حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اس اشتہار میں جس

میں مجددیت کا دعویٰ کیا تھا اعلان فرما دیا تھا کہ
”مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد
وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح
ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے

سے بشدت مشابہت و مناسبت ہے۔“ (فتح حق ص ۷)

پھر آگے چل کر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں :-

”حضرت مرزا صاحب نے ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو پہلے ایک اشتہار کے ذریعہ اپنے دعویٰ مسیحیت کا اعلان کیا۔ آپ نے اعلان کیا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی زوٹ ہو گیا اور جس ابن مریم کے آنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی وہ اس اُمت سے ہی ایک مجدد کے بارہ میں تھی وہ میں ہوں۔“ (فتح حق ص ۸-۹)

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ فاروقی صاحب مجددیت سے مسیح موعود تک کے دعوے میں حضرت اقدس پر تدیرجی انکشاف کے قائل ہیں تو پھر نبوت کے متعلق تدیرجی انکشاف کس طرح نعوذ باللہ آپ کی کم علمی اور دھوکہ بازی پر محمول کیا جاسکتا ہے اور آپ کی تحقیر کا موجب ہو سکتا ہے ؟

ماورین کو اپنی شان کے متعلق تدیرجی علم دیا جانے سے نہ ان کی تحقیر ہوتی ہے نہ اس سے اُن کا کم علم اور دھوکے باز ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اپنی شان کے متعلق تدیرجی انکشاف ہی ہوا تھا۔ اور اس میں بھی خدا تعالیٰ کے مد نظر ایک مصلحت کا رفرما تھی۔ دیکھئے ! اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع دعویٰ میں ہی یہ انکشاف فرما دیا تھا کہ آپ خاتم النبیین ہیں بلکہ اس مقام کا انکشاف آپ پر لمبا عرصہ گزر جانے کے بعد آپ کی وفات سے چار پانچ سال ہی پہلے ہوا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نبوت کی کامل شان اور ختم نبوت سے متعلق تدیرجی انکشاف کسی خاص مصلحت الہی کے ماتحت ہی ہوا۔

سب سے پہلے آپ کو نبی یا رسول کا نام دیئے بغیر آپ سے تبلیغ

کرائی گئی پھر بعد میں نبی اور رسول کا نام بذریعہ وحی دیا گیا اور جب ایک طبقہ نے آپ کی نبوت اور رسالت کو قبول کر لیا تو اس کے بعد حضور کی وفات سے چار پانچ سال پہلے آپ کا حقیقی اور اصل مقام خاتم النبیین جو آپ کے افضل الانبیاء ہونے پر بھی دال ہے آپ پر ظاہر کیا گیا، ورنہ اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکسار طبع اور احتیاط کی خاطر ہی فرماتے ہیں: لَا تَخْبِرُونِي عَمَلِي مَوْسَى (صحیح بخاری جلد ۷ ص ۲۰۹ مصری) یعنی مجھے موسیٰ پر فوقیت مت دو۔ اور اس زمانہ میں جب کبھی آپ کو کسی نے بنی نوع انسان سے افضل کہا تو آپ نے فرمایا: ذَاكَ اِبْرَاهِيْمُ (صحیح مسلم) کہ یہ مقام حضرت ابراہیم کا ہے۔

لیکن آیت خاتم النبیین کے نزول سے جب آپ پر تمام انبیاء کے بالمقابل اپنی تمام شان میں جامع کمالات انبیاء ہونے کا واضح انکشاف ہو گیا تو آپ نے فرمادیا: لَوْ كَانَ مَوْسَى حَيًّا لَمَّا دَسِعَهُ اِلَّا اِتَّبَاعِي (صحیح بخاری) اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انھیں میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ نیز فرمایا: فَضِّلْتُ عَلَيَّ الْاَنْبِيَاءِ بِسَبْتٍ (صحیح مسلم باب الفضائل) کہ میں چھ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دیا گیا ہوں۔ ان میں سے ایک وجہ فضیلت اس جگہ اپنا خاتم النبیین ہونا بیان فرماتی ہے۔ حالانکہ باقی پانچ وجوہ فضائل کا جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہیں آپ کو پہلے علم دیا جا چکا تھا بالخصوص اس بات کا کہ آپ تمام دنیا کی طرف رسول ہیں۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس تدریجی انکشاف کو بھی کوئی صحیح مصلحت نقل آپ کی تحقیر کا موجب قرار دے سکتا ہے اور لغو ذلالت آپ کو کم علم

اور دھوکے باز ٹھہرا سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں ! ایسا وہی کہہ سکتا ہے جو خود قاتر العقل ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں یہ رسمی عقیدہ پھیل ہوا تھا کہ اس اُمت میں سے سچ مچ کوئی نبی نہیں آسکتا۔ البتہ علماء ربانی یہ مانتے چلے آئے تھے کہ نبوت ایک حد تک محدثیت کے پیرایہ میں اُمتی کو مل سکتی ہے۔ اس لیے محدث کا مقام لوگوں کے لیے قابل قبول ہو سکتا تھا اور چونکہ ہر نبی علیٰ وجہ الکمال محدث ضرور ہوتا ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس سے مامور محدث ہونے کا اعلان کرادیا۔ یہ اعلان دراصل اس نبوت کے حقیقہٴ مساوی تھا جس کا انکشاف حضرت اقدس پر بعد میں ہوا کیونکہ بعد میں آپ کے دعویٰ کی تفصیلی کیفیت میں اس انکشاف سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ بلکہ صرف ایک تاویل کے اختیار کرنے اور ترک کرنے میں فرق پڑا ہے جس کے نتیجہ میں آپ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں افضل سمجھنے لگ گئے اور اس کا اعلان فرمادیا پس یہ خدا کی حکمتِ عملی اور مصلحتِ مسلمان قوم کی بہتری کے لیے تھی کہ شروع میں اس نے آپ سے ایسے رنگ میں اعلان کرادیا کہ جس سے اصل حقیقت بھی قائم رہتی تھی اور وہ دعویٰ بھی لوگوں کے اپنے مسلمات کی بنا پر قابل قبول تھا۔ جب ایک جماعت نے اس دعویٰ کو قبول کر لیا اور اس پر حضرت اقدس کے کاموں اور آپ کی روحانی صحبت سے آپ کی صداقت پورے طور پر کھل گئی اور علیٰ وجہ البصیرت اُن کے لیے یہ قبول کرنا ممکن ہو گیا کہ ایک قسم کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے فیض سے مل سکتی ہے تو خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس پر انکشاف فرمادیا کہ آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب

دیا گیا ہے۔ اور اس وقت یہ امام بھی آپ پر نازل ہو گیا کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے۔ جس سے آپ پر اس حقیقت کا انکشاف ہو گیا کہ آپ کی شان نبوت محدث کی شان نبوت سے بلند تر ہے اور جن معنی میں آپ بنی قرار دیئے گئے ہیں اُن معنی میں آپ کے زمانہ تک اُمت میں کوئی مجدد اور محدث علیٰ وجہ الکمال ظلی نبی یا امتی نبی قرار نہیں دیا گیا۔ پس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی شان نبوت کے بارے میں تدریجاً انکشاف ہوا ہے یعنی ایک عرصہ پہلے نبوت اور رسالت کا امام ہوئے بغیر تبلیغ کا اثنا ہوا اور پھر نبوت اور رسالت کا انکشاف ہوا اور پھر آخر میں ختم نبوت کی شان کا انکشاف۔ اسی طرح حضرت اقدس پر پہلے مامور محدث ہونے یعنی نبوت جزویہ کے حامل ہونے کا انکشاف ہوا اور بعد میں آپ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل ظہیریت میں شان نبوت کے پورے طور پر پائے جانے کا انکشاف ہو گیا تو آپ نے یہ اعلان فرما دیا کہ آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا ہے اور آپ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہیں۔

پس مسیح موعود کے لیے نبی کے ساتھ امتی اور ظلی کا لفظ صرف ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے مقام نبوت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کئے بعد اور آپ کے افاضہ روحانیہ کے واسطے سے حاصل کیا ہے اور یہ مقام صرف خدا تعالیٰ کی ایک موهبت ہے۔

حقیقی اور مجازی میں بتا چکا ہوں کہ حقیقی کا لفظ ایک اضافی اور کی حقیقت نسبتی امر ہے۔ ایک چیز اپنی ذات میں ایک حقیقت ہوتی ہے ایک دوسری حقیقت کی نسبت سے وہ حقیقت نہیں رہتی بلکہ

اس کے مقابلے میں مجاز قرار پاتی ہے حضرت اقدس نے اپنی کتابوں میں حقیقی نبوت کا لفظ بعض جگہ تشریعی اور متقل بنی کے لیے استعمال فرمایا ہے اور بعض جگہ صرف تشریعی بنی کے لیے۔ اس لیے ان اصطلاحوں میں ہم حضرت مرزا صاحب کو حقیقی بنی قرار نہیں دیتے ہاں ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کاملہ کے لحاظ سے آپ کامل نطفی بنی ہیں اور کامل نطفی بنی ہونا بھی اپنی ذات میں ایک حقیقت ہے اور نبوت مطلقہ کی ایک قسم۔

دیکھئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

(۱) ”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے۔

جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے“ (لیکچر سیا لکھوٹ ص ۵)

(۲) ”وہ کتابیں (تورات - زبور - انجیل - ناقل) حقیقی

کتابیں نہیں تھیں۔ بلکہ وہ صرف چند روزہ کارڈوں

تھی حقیقی کتاب دنیا میں ایک ہی آئی (یعنی قرآن مجید

ناقل) جو ہمیشہ کے لیے انسانوں کی بھلائی کے لیے

آئی“ (عنون الرحمن ص ۷)

فاردنی صاحب بتائیے کیا آدم علیہ السلام اپنی ذات میں حقیقی آدم

نہ تھے جن سے نسل انسانی چلی؟ اور پھر یہ بھی فرمائیے کہ جب توریت، انجیل

زبور حقیقی کتابیں نہ تھیں تو کیا ان کے لانے والے نبی اپنی ذات میں بھی

حقیقی بنی نہیں تھے؟ حالانکہ آدم بھی حقیقی بنی تھے اور انجیل - تورات -

زبور لانے والے نبی بھی حقیقی نبی تھے۔ ہاں آدم علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں حقیقی نبی نہ تھے اور اسی طرح نوحیؑ، داؤدؑ، عیسیٰؑ اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام کو سب اپنی ذات میں حقیقی نبی تھے، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں حقیقی نہ تھے اور جب حقیقی نہ تھے تو اس نسبت سے مجازی ہوئے۔

(۳) ”حقیقی اور کامل ہمدی دنیا میں صرف ایک ہی ہے
یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو محض اُمّی تھا“
(اربعین ص ۲۷)

(۴) ”کامل اور حقیقی ہمدی دنیا میں صرف ایک ہی آیا جس
نے بغیر اپنے رب کے کسی استاد سے ایک حرف نہ
پڑھا“ (تحفہ گوڑویہ ص ۵)

حضرت مسیح موعود بھی اپنی ذات میں تو حقیقی ہمدی ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے دوسرے تمام انبیاء کی طرح آپ بھی حقیقی ہمدی نہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ذات میں تو حقیقی اور کامل ظلی نبی ہیں جو نبوت کی ایک قسم ہے۔ (حشمت معرفت ص ۳۲۴) لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت آپ کو جو کچھ ملا ہے وہ مجازی اور ظلی حیثیت ہی رکھنا ہے اسی لیے آپ نے ”استفتاء“ میں فرمایا:۔

”سَمِعْتُ نَبِيًّا مِنَ اللَّهِ عَلَى طَرِيقِ الْمَجَازِ
لَا عَلَى وَجْهِ الْحَقِيقَةِ“

کہ میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاز کے طریق پر نبی رکھا گیا ہے نہ کہ حقیقت کے طریق پر۔ یعنی آپ نے مقام نبوت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

طفیل حاصل کیا اور آپؐ ظلی بنی یا امتی بنی ہیں نہ کہ تشرعی یا مستقل بنی۔
نزول المسیح ص ۵ پر اسی حقیقت کے پیش نظر آپؐ نے اپنا نام مستعار
طور پر بنی اور رسول لکھا ہے یعنی آپؐ کی نبوت و رسالت رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے طفیل ہے نہ کہ براہ راست۔

۱۹۱ء کے بعد حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں :-
”اس اُمت میں ہزار ہا اولیاء گزرے اور ایک
بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور بنی بھی“

(حقیقۃ الوحی ص ۲۸)

پس اولیاء اللہ آپؐ کے مقابلہ میں حقیقی امتی بنی نہیں ہیں اور مسیح موعود
ان سب کے مقابلہ میں حقیقی امتی بنی ہیں یا کامل ظلی بنی ہیں۔ اور یہ ہم بنا چکے
ہیں کہ ظلی نبوت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبوت ہی کی ایک قسم قرار
دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

”ایک قسم کی نبوت ختم نہیں جو اس کی راہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی کامل پیروی سے ملتی ہے جو اس کے چراغ
سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت
ہے یعنی اس کا ظل۔“ (ختم معرفت ص ۳۲۲)

پس استفاء میں مجاز کے لفظ سے ”واقیت“ سے انکار کا دھوکا نہیں
کھانا چاہیئے۔ یہ مجاز ایک نسبتی چیز ہی ہے جو مقام امتی کو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے ظلی اور طفیل طور پر ملتا ہے وہ اپنی ذات میں تو حقیقی ہوتا ہے
لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اس کی حیثیت مجازی یعنی ظلی اور
طفیلی ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

” کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت و قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ بھی ملتا ہے نطی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔“

(ازالہ اورام ص ۱۲)

اس سے ظاہر ہے کہ اُمت میں جو شخص مومن ہو وہ نطی مومن ہی ہوتا ہے۔ جو ولی ہو، خوش ہو، قطب ہو یا محدث ہو وہ یہ مقام نطی طور پر ہی حاصل کرتا ہے۔ پس نطی کا لفظ جس طرح ان مقامات کے ساتھ حقیقت کی نفی نہیں کرتا بلکہ صرف واسطہ کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے نطی نبی کی اصطلاح میں نطی کا لفظ واسطہ کو ظاہر کرنے کے لیے ہے نہ کہ نبوت کی نفی کے لیے۔ کیونکہ نطی کا لفظ صفت ہے اور نبوت یا نبی اس کا موصوف۔ اور یہ صفت موصوف کی نفی نہیں کرتی بلکہ اس کی خصوصیت ظاہر کرتی ہے کہ اس کو یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملا ہے۔

فاروقی صاحب! اس عبارت کے رُو سے تو محدثیت بھی نطی اور طفیلی طور پر ہی ملتی ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود بھی نطی اور طفیلی طور پر ہی ہیں۔ لہذا فاروقی صاحب بتائیں کہ آپ حضرت اقدس کو حقیقت میں مسیح موعود بھی مانتے ہیں یا نہیں؟ سینے حضور فرماتے ہیں:-

”جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود اور حمدی معبود نہیں مانتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔“

(رکشتی نوح)

پھر حضور کتاب مسیح ہندوستان میں کے ص ۱۱ میں اپنے آپ کو حقیقی

مسیح موعود قرار دیتے ہیں لیکن ازالہ اوہام ص ۲۶۱ پر تحریر فرماتے ہیں :-

”یہ عاجز مجازی اور روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے

جس کی قرآن اور حدیث میں خبر دی گئی ہے“

صاف ظاہر ہے کہ جب حضور کو آپ کی ذات میں دیکھا جائے تو آپ

حقیقی اور واقعی مسیح موعود ہیں اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

فیض پانے کی نسبت سے دیکھا جائے تو آپ مجازی مسیح موعود ہیں۔ یہی

حال آپ کی نبوت کا ہے۔ اپنی ذات میں آپ واقعی نبی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم سے فیض لینے کی نسبت سے آپ کی نبوت مجازی قرار دی جاسکتی ہے۔

بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ نبوت کے متعلق تدریجی انکشاف بزرگانِ نبی

کے نزدیک ہرگز قابلِ اعتراض امر نہیں۔ چنانچہ حضرت محمد و الف ثانی رحمۃ اللہ

علیہ اپنے مکتوبات میں نبوت کے حصول کی دوراں بیان کرتے ہوئے ایک

یہ بیان فرماتے ہیں :-

”راہ دیگر اس است کہ بتوسط حصولِ ایں کمالات

ولایتِ حصول بہ کمالاتِ نبوت میسر گردد۔ راہ دوم

شاہ راہ است و اقرب است بہ حصول کہ بہ کمالات

نبوت رسد۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللہ۔ ایں راہ رفتہ است

از انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام و اصحابِ ایشان

بہ تبعیت و وراثت“

(مکتوبات محمد و الف ثانی جلد اول مکتوب ۳ ص ۲۳۵)

ترجمہ :- دوسری راہ یہ ہے کہ کمالاتِ ولایت حاصل کرنے کے واسطے سے

کمالاتِ نبوت کا حاصل کرنا میسر ہو۔ یہ دوسری راہ شاہ راہ ہے اور کمالات

نبوت تک پہنچنے میں قریب ترین راہ ہے الا ماشاء اللہ۔ اس راہ پر بہت سے انبیاء اور اُن کے اصحاب اُن کی پیروی اور وراثت سے چلے ہیں (یعنی اُنھوں نے وراثت کے کمالات پہلے حاصل کیے ہیں اور پھر بعد میں ان کمالات کے واسطے کمالات نبوت حاصل کیے ہیں)

پس جب نبوت کا تدریجی طور پر حاصل کرنا یعنی پہلے دلی بننا اور پھر نبی بننا قابل اعتراض نہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اپنی نبوت کا تدریجی انکشاف کیونکر قابل اعتراض ہو سکتا ہے۔

وحی نبوت کی اقسام [فاروقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۰۳ پر وحی کی اقسام درج کرنے کے بعد حضرت آقدس کی کتاب ازالہ ادھام کے صفحہ ۵ کی یہ عبارت درج کی ہے :-

”ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور حدیثوں میں متبصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبریل بعد وفات رسول اللہ ہمیشہ کے لیے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔“

اس کے بعد فاروقی صاحب نے لکھا ہے :-

”چونکہ قرآن میں وحی اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ دین بھی مکمل ہو گیا شریعت میں کوئی نقص باقی نہ رہا۔ اور ہدایت کی بھی تکمیل ہو گئی اور یہ سب کچھ ہمیشہ کے لیے ہو گیا اس لیے

قرآن کے بعد (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد)
کوئی رسول یا نبی نہیں آ سکتا۔“ (فتح حق ص ۵)

اور صفحہ ۲۱ و ۲۲ پر لکھا ہے :-

”نبی کی وحی سابقہ شریعت یا کتاب میں ترمیم تنسیخ کر سکتی
ہے امتی کی وحی نہیں کر سکتی۔ وحی نبوت تکمیل ہدایت
کرتی ہے مگر ہدایت چونکہ قرآن کریم میں کامل ہو چکی
اس لیے مسیح موعود کی وحی وحی نبوت نہیں“

فاروقی صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے ظاہر ہے کہ وحی نبوت ان کے
نزدیک شریعت جدیدہ پر مشتمل وحی کو کہتے ہیں کیونکہ ایسی وحی ہی کسی پہلی شریعت
کے حکم کی ترمیم و تنسیخ کر سکتی ہے۔ ان کا یہ کہنا درست ہے کہ ایسی وحی قرآن مجید
کے بعد ہرگز نازل نہیں ہو سکتی کیونکہ قرآن مجید کے ذریعہ شریعت مکمل ہو چکی ہے۔
پس قیامت تک ”وحی نبوت“ ان محضوں میں کہ وہ شریعت جدیدہ پر مشتمل ہو
ہرگز نازل نہیں ہو سکتی۔ ازالہ اوہام کی مندرجہ بالا عبارت میں دراصل ”وحی نبوت“
سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مراد ایسی وحی ہے جو کسی تشریعی یا مستقل رسول
پر نازل ہو اور یہ ہمارا ایمان ہے کوئی شخص آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
تشریعی یا مستقل رسول کی حیثیت میں نہیں آ سکتا۔

یہ واضح رہے کہ ”وحی نبوت“ کے ایک معنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے
نزدیک ایسی وحی کے بھی ہیں جس میں کسی شخص کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی کہا گیا
ہو۔ چنانچہ حضور نے ”اربعین“ میں آیت کریمہ **لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ
لَا خَذْنَا مِنْهُ بِالْأَيْمَانِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ**۔ (الحاق)
اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر کے بتایا ہے کہ اس کے مطابق آپ اپنے

دعویٰ میں صادق ہیں کیونکہ آپ اپنے دعویٰ وحی پر تیس سالہ میعاد جو معیار صداقت ہے پوری کر چکے ہیں۔ اس پر معترض نے کہا کہ جھوٹا مدعی نبوت بھی اپنے دعویٰ کے بعد اتنی عمر یا سکتا ہے۔ حضرت اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :-

”اس مقام سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ جھوٹا نبی ہلاک کیا جاتا ہے۔ اب اس کے مقابل یہ پیش کرنا کہ اکبر بادشاہ نے دعویٰ کیا، یار و شن دین جالندھری نے دعویٰ کیا یا کسی اور شخص نے دعویٰ کیا اور وہ ہلاک نہیں ہوئے یہ ایک دوسری حماقت ہے جو ظاہر کی جاتی ہے۔ بھلا اگر یہ سچ ہے کہ ان لوگوں نے نبوت کے دعوے کیے اور تیس برس تک ہلاک نہ ہوئے تو پہلے ان لوگوں کی خاص تحریر سے ان کا دعویٰ ثابت کرنا چاہیئے اور وہ الہام پیش کرنا چاہیئے جو انھوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا، یعنی یہ کہا کہ ان لفظوں کے ساتھ میرے پر وحی نازل ہوئی ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں اصل لفظ ان کی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے جس کی نسبت یہ ضروری ہے کہ بعض کلمات پیش کر کے یہ کہا جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو سہارے پر نازل ہوا ہے“

(۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰)

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی میں آپ کو خدا تعالیٰ نے نبی اور رسول بھی کہا ہے اس لیے ان معنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی بھی وحی نبوت ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ آپ مستقل نبی اور رسول نہیں یعنی آپ نے مقام نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر براہ راست حاصل نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے مقام نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور افاضہ روحانہ کے واسطے سے حاصل کیا ہے اور اس طرح آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے امتی بھی گویا بالفاظ دیگر ظلی نبی ہیں۔

ماسوا اس کے امتی پر اگر کیفیت اور کمیت کے رُوسے کامل درجہ کی وحی نازل ہوں تو حضرت اقدس کے بیان مندرجہ الوصیت کے مطابق ایسی وحی بالفاق انبیاء نبوت ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ اپنے رسالہ الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں:-

”جبکہ وہ مکالمہ اور مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رُوسے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہوں تو وہی دومرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لیے فرمایا گیا کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اور جن کے لیے یہ دعا سکھائی گئی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ان کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے،

اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا۔“

(الوصیت ص ۱۶ مطبوعہ نظارت ہشتی مقبرہ)

اس عبارت میں مکالمہ مخاطبہ الہیہ کاملہ کو ہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم قرار دیا گیا ہے۔ پس مکالمہ مخاطبہ الہیہ کاملہ ہی جب نبوت ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ یعنی جس کی وجہ سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام بلا استثنیٰ اپنی کمالات رہے تو یہ مکالمہ مخاطبہ الہیہ کاملہ ایک معنی میں وحی نبوت ہی ہوا۔ چونکہ شریعت جدیدہ نبی ہی کو ملتی ہے۔ غیر نبی کو نہیں ملتی۔ اس لیے جب کسی نبی پر احکام شریعت جدیدہ نازل ہوں۔ تو یہ احکام شریعت بھی ایک خاص اصطلاح میں وحی نبوت ہی کہلاتے ہیں۔ مگر نبی کے لیے شریعت کا لانا ضروری نہیں کیونکہ بعض نبی شریعت جدیدہ لاتے رہے ہیں اور بعض کی وحی صرف امور غیبیہ پر مشتمل ہوتی رہی ہے۔ اور ایسے انبیاء صرف پہلی شریعت کی تجدید اور ترویج اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر اپنے نشانوں سے زندہ ایمان پیدا کرنے کے لیے آتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيْهَا هُدًى وَ نُوْرٌ يَمْشِكُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا (سورہ مائدہ ۷۷) کہ ہم نے تورات نازل کی (یعنی موسیٰ کی کتاب شریعت) جس میں ہدایت اور نور تھا اور اس کے ذریعہ سے کئی نبی تو خدا تعالیٰ کے فرمانبردار تھے (یعنی خود بھی تورات پر عامل تھے) یہودیوں کے لیے فیصلہ دیا کرتے تھے۔ پس یہ تمام انبیاء غیر تشریعی نبی تھے اور مکالمہ مخاطبہ الہیہ مشتمل بر امور غیبیہ کی نعمت کامل طور پر پانے کی وجہ سے نبی کہلاتے تھے ان کی وحی نبوت ایسے مکالمہ مخاطبہ الہیہ کاملہ پر مشتمل ہوتی تھی۔ اس قسم کی وحی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کو مل سکتی ہے۔ اور ایسی وحی کے

پانے کی وجہ سے ہی مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں نبی اور رسول کہا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ ایک غلطی کا ازالہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

”یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لیے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پائے

پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کی رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔

لیکن قرآن شریف بجز نبیؐ کہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرنا ہے جیسا کہ آیت

لَا يَظْهَرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَن

ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ پس مصطفیٰ غیب پانے کے لیے

نبی ہونا ضروری ہوا اور آیت العمت علیہم

گو اہی دیتی ہے کہ اس مصطفیٰ غیب سے یہ امت محروم

نہیں اور مصطفیٰ غیب حسب منطوق آیت نبوت اور

رسالت کو چاہتا ہے۔ اور وہ طریق براہ راست بند

ہے۔ اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کیلئے محض

بروز اور ظہیر اور فنا فی الرسولؐ کا دروازہ کھلا

ہے۔“

حضور کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ مصطفیٰ غیب حسب منطوق آیت لا ینظر

علیٰ غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسول۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے امتنی کو حسب وعدہ الہی حاصل ہو سکتا ہے اور ایسا مصطفیٰ غیب نبوت

لہٰ یعنی جس میں بکثرت متم بالشان امور غیبیہ پر اطلاع دی گئی ہو۔

اور رسالت کو چاہتا ہے اور اس کے پانے والے کے لیے نبی ہونا ضروری ہوتا ہے اور اسی مصطفیٰ غیب کے حرب منطوق آیت پانے کی وجہ سے تمام انبیاء نبی کہلاتے رہے ہیں۔ البتہ اب اس قسم کا مصطفیٰ غیب جس کے لیے نبی ہونا ضروری ہے اور جو نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے براہ راست بغیر پیری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی امتی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس اس مصطفیٰ غیب کی موہبت کو پانے کے لیے جس کے لیے نبی ہونا ضروری ہے اور جو نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے صرف بروز ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس امتی کو خدا تعالیٰ آیت لا یظہر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسول کے مطابق مکالمہ مخاطبہ الیہ کا سہ مشرف کرے یعنی اسے عظیم الشان امور غیبیہ پر کثرت اطلاع دے اور اس کا نام نبی رکھے تو اس کی وحی ایک معنی میں ”وحی نبوت“ ہی ہوگی۔ ہاں چونکہ امتی کو جب نبی کا نام ملے تو ایسا شخص ظلی نبی یا امتی نبی ہوگا نہ کہ مستقل نبی اور اس کی وحی جو مصطفیٰ غیب پر مشتمل ہو اور جس میں اُسے نبی قرار دیا گیا ہو وحی نبوت ظلیہ ہوگی نہ کہ وحی نبوت مستقلہ۔ وحی نبوت مستقلہ منقطع ہے اور وحی نبوت ظلیہ منقطع نہیں۔ مگر وحی نبوت ظلیہ اور وحی نبوت مستقلہ میں جو تشریعی وحی پر مشتمل نہ ہو نفس نبوت میں کوئی فرق نہیں۔ صرف دونوں کا ذریعہ حصول مختلف ہے۔ یعنی وحی نبوت مستقلہ سابق مستقل انبیاء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیری کے بغیر براہ راست نازل ہوتی رہی ہے اور وحی نبوت ظلیہ ظلی نبی پر صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیری اور آپ کے افاضہ روحانیہ کے واسطہ سے نازل ہوتی ہے۔ ہاں اگر مکالمہ مخاطبہ الیہ اپنی کیفیت اور کمیت میں کسی امتی کو کمال درجہ حاصل نہ ہو تو یہ مکالمہ مخاطبہ

الہیہ محض ولایت ہوگا اور اس کا پانے والا محض ولی ہوگا نہ کہ ایک پہلو سے بنی اور ایک پہلو سے اُمتی۔ پس فاروقی صاحب کا اس بات پر حصر کرنا کہ وحی نبوت صرف تشریعی وحی کو ہی کہتے ہیں درست نہیں۔ ہاں آپ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی اس قسم کی وحی نبوت پر مشتمل نہیں جو شریعت جدیدہ کی حامل ہو بلکہ آپ کی وحی صرف وحی نبوتِ ظاہر پر مشتمل ہے۔

مسئلہ کفر و ایمان | فاروقی صاحب کا یہ کہنا بھی کئی طور پر درست نہیں ہے۔

”چونکہ محمدؐ و تجدید دین کے لیے آتا ہے اس لیے

اس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا“ (فتح حق ص ۲۷)

یہ قول ان کا صرف ایسے محمدؐ کے متعلق تو درست ہے جسے خدا تعالیٰ بنی اور رسول نہ کہے۔ مگر ایسے محمدؐ کے متعلق درست نہیں جسے خدا تعالیٰ بنی اور رسول بھی قرار دے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بنی اور رسول بھی قرار دیا ہے اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خطبہ الہامیہ میں بیان فرمایا ہے کہ :-

”وَ خَافِمْ وَلَا تَكُنْ مِنْ الْكَافِرِينَ“ (خطبہ الہامیہ)

کہ اے مخاطب ایمان لا اور کافروں میں سے نہ ہو۔

ہاں کفر کی ہمارے نزدیک دو قسمیں ہیں۔ اور تشریعی نبی اور اُمتی نبی کے انکار پر ان کے منکرین کا کفر ہم ایک ہی قسم کا نہیں سمجھتے۔ بلکہ دو قسموں کے نبیوں کے انکار کرنے والوں میں یہ فرق ضرور ملحوظ رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تشریعی نبی ہیں اس لیے اسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار سے تو ہمارے نزدیک منکر براہِ راست کافر ہو جاتا ہے اور غیر مسلم

قرار پاتا ہے۔ لیکن ایک شخص جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کا دعویدار ہو اور قرآن شریف کو منجانب اللہ تسلیم کرتا ہو وہ اگر مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کرے تو اس کا کفر غیر مسلم کے درجہ کا کفر نہیں ہوگا بلکہ جس طرح مسیح موعود امتی بنی ہیں اسی طرح آپ کا ایسا منکرا امتی کا فر ہوگا۔ یعنی امت محمدیہ میں داخل ہونے کی وجہ سے تو وہ مسلمان کہلائے گا لیکن مسیح موعود کے انکار کی وجہ سے کافر ہوگا۔ کیونکہ مسیح موعود کا انکار بہاہ راست کفر نہیں بلکہ بالواسطہ کفر ہے جس طرح آپ کی نبوت بالواسطہ ہے یہی مفہوم اس نکتہ کا ہے جو مسیح موعود نے بیان فرمایا ہے :-

”یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لائے ہیں لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسے ہی جناب الہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔“

فاروقی صاحب نے یہ عبارت تریاق القلوب ص ۱۳۱ سے اپنی کتاب فتح حق کے ص ۲۲ پر درج کی ہے۔ گو تریاق القلوب ص ۱۹۸ سے پہلے کی کتاب ہے مگر اس میں جو کفر بیان کیا گیا ہے اس سے مراد کفر قسم اول ہی ہے جو شارع نبی کے انکار پر لازم آتا ہے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں اس عبارت کی بنا پر آپ پر سوال ہوا :

”حضور عالی نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علاوہ ان مومنوں کے جو آپ کی تکفیر کر کے کافر بن جائیں صرف آپ کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن عبدالحکیم خاں کو آپ لکھتے ہیں کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس بیان اور پہلی کتابوں کے بیان میں تناقض ہے یعنی اب آپ کہتے ہیں کہ میرے انکار سے کافر ہو جاتا ہے۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳)

اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سوال کا جواب یہ دیتے کہ مجھے کافر قرار دینے والا تو کافر ہے اور نہ ماننے والا کافر نہیں اور سائل میری عبارتیں نہیں سمجھا تو پھر تو احمدیوں کے لاہوری فریق کا یہ مذہب یقیناً درست ہوگا کہ حضرت مسیح موعود کا منکر کافر نہیں لیکن حضرت اقدس لاہوری احمدیوں کے اس عقیدہ کے بالکل خلاف سائل کو یہ جواب دیتے ہیں کہ:

”عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا

کے نزدیک ایک ہی قسم ہے“ (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳)

اب فاروقی صاحب بتائیں کہ وہ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں یا نہیں؟ اُن کے لیڈر مولوی محمد علی صاحب نے ”رد تکفیر اہل قبلہ“ میں تو کافر ٹھہرانے والے اور نہ ماننے والوں کو دو قسم

کے انسان قرار دیا ہے یعنی لکھا ہے کہ:-

”ایسا شخص جو آپ کو کافریا کاذب یا دجال کہتا ہے
وہ تو ضرور فتوے حدیث کے ماتحت خود کفر کے نیچے
آتا ہے لیکن ایسا کہنے والوں یا سمجھنے والوں کے علاوہ
جو لوگ ایسے ہیں جنہوں نے دعویٰ کو قبول نہیں کیا یا
ابھی بیعت نہیں کی وہ محض انکار دعویٰ سے کافر نہیں
ہو جاتے۔“ (رد تکفیر اہل قبلہ ص ۳۹)

اب دیکھئے مولوی محمد علی صاحب حضرت اقدس کو کافریا کاذب یا دجال
کہنے اور سمجھنے والوں کو تو کافر قرار دیتے ہیں۔ لیکن آپ کے دعوے کو نہ ماننے
والوں کو کافر قرار نہیں دیتے۔ مگر آپ لوگوں کا یہ عقیدہ درست نہیں ہے کیونکہ
حضرت اقدس ایسے ہی عقیدہ پر تعجب کا اظہار فرماتے ہوئے تحریر فرما
رہے ہیں کہ:

”عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے
والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔“

(حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی جماعت کا یہ
عقیدہ کہ یہ دونوں قسم کے شخص ایک ہی قسم میں داخل ہیں حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کے نزدیک قابل تعجب نہیں بلکہ آپ کی تحریر کے مطابق ہے۔
لیکن لاہوری فریق کا عقیدہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک صریح طور پر
قابل تعجب ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے آگے چل کر حقیقۃ الوحی ص ۱۶۹ پر کافر کا لفظ مومن

کے مقابل رکھ کر کفر کی دو قسمیں قرار دی ہیں :-

” (اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا ،

(دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا..... اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے پس اس لیے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے ۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دو قسم کے کفر ایک قسم میں داخل ہیں..... اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اول قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا اور جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ کذب اور منکر ہے ۔ تو گو شریعت نے (جس کی بناء ظاہر پر ہے) اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اس کو اتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں مگر وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا قابل مواخذہ نہیں ہوگا ۔ ہاں ہم اس بات کے مجاز میں

ہیں کہ ہم اُس کی نجات کا حکم دیں، اُس کا معاملہ خدا کے
سانھ ہے ہمیں اس میں دخل نہیں۔“

(حقیقۃ الوحی ص ۱۸۰ و ۱۸۹)

پس جب تک لاہوری فریق اس عقیدہ کو تسلیم نہ کرے وہ سچے احمدی
کہلانے کا حقدار نہیں ہیں انھیں جناب مولوی محمد علی صاحب مرحوم کی ایک
پُرانی عبارت سُناتا ہوں۔ آپ ریلوے آف ریلیجنز میں تحریر فرماتے ہیں:-

”ہمارا آخری جواب اس سوال کا کہ آیا ہم ایمان رکھتے
ہیں یہ ہے کہ ہم اس وقت ایمان کا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ
جبکہ ہم اُن آسمانی نشانوں کو دیکھ کر جو اللہ تعالیٰ نے
اپنے مامور کی وساطت سے اس زمانہ میں ظاہر فرمائے
ہیں خدا تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ اگر یہ
نہیں تو پھر ہمارا ایمان ہمارے منہ کی ایک بات جو محض
لاف ہی لاف ہے جس کی اصلیت کچھ نہیں۔“

(ریلوے جلد ۳۔ ۱۱ ص ۴۰۹)

آسمانی نشانات ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت ہے جسے مومن
بہ قرار دیا گیا ہے۔ (یعنی اس پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے)



باب چہارم

پیشگوئی اسمہ احمد

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِبَنِي إِسْرَآئِيلَ
إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ
يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي
مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سَجَرٌ مَقْبُورٌ ۝

ترجمہ: اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف
اللہ کا رسول ہوں، اس کی تصدیق کرتا ہوں جو میرے سامنے تورات
ہے اور ایک رسول کی خوش خبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا، اُس
کا نام احمد ہے۔ سو جب وہ (عیسیٰ) ان کے پاس کھلی دلیلیں لیکر
آیا تو انہوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے۔

فاروقی صاحب کا بہتان | فاروقی صاحب نے حضرت مرزا بشیر الدین

محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ بہتان باندھا ہے کہ آپ نے

”سورۃ الصف کی آیت مذکورہ کی یہ تفسیر بیان کی کہ

حضرت عیسیٰ رسول اللہ کی یہ بشارت خاتم النبیین

محمد رسول اللہ کے حق میں نہیں..... حالانکہ خود حضرت
مرزا صاحب کا یہ عقیدہ نہیں تھا۔

(فتح حق ص ۲۴)

ہمارے نزدیک یہ امر فاروقی صاحب کا سراسر بہتان ہے۔ کیونکہ حضرت
خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مسیحی خلافت پر سرفراز ہونے کے بعد سب سے
پہلے جو کتاب ”قول فیصل“ کے نام سے لکھی اس میں آپ نے ص ۲۸۶ پر حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کی دو کتابوں ”ازالہ اوہام“ اور ”اعجاز المسیح“ سے دو عبارتیں
نقل کر کے تحریر فرمایا ہے کہ:-

ان حوالوں سے آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس
پیشگوئی کا مصداق حضرت مسیح موعود (ما قبل) نے اپنے
آپ کو قرار دیا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ آپ نے اس
آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں چسپاں کیا ہے
تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر پیشگوئیاں آپ کی امت
کی ترقی کی نسبت میں ان کے پہلے منظر تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ہی ہیں۔ اگر آپ احمد نہ ہوتے تو مسیح موعود
کیونکر احمد ہو سکتا تھا۔ مسیح موعود کو تو جو کچھ ملا ہے
وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملا ہے اگر
ایک صفت کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی
جائے تو ساتھ ہی اس کی نفی حضرت مسیح موعود سے
ہو جائے گی۔ کیونکہ جو چیز حتمیہ میں نہیں وہ گلاس میں
کیسے آسکتی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احمد تھے

اور اس پیشگوئی کے اول منظر وہ تھے: (قول فیصل ص ۲۹)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی احمد رسول سے متعلق پیشگوئی کا منظر اول یقینی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور بالضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا صفاتی نام احمد رکھا جانے کی وجہ سے اس پیشگوئی کے منظر اول ہیں اور مسیح موعود کو صفاتی نام احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملا ہے یعنی صفاتی لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لہذا انکو ائری کمیشن کے سامنے آپ کا یہ بیان کہ:-
”ہمارے نزدیک اس کا اطلاق اصلی طور پر تو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونا ہے لیکن صلی اللہ علیہ وسلم پر مرزا

غلام احمد صاحب پر بھی ہوتا ہے۔“

”قول فیصل“ کی مندرجہ بالا تحریر کے عین مطابق ہے جو اس مسئلہ کے متعلق غالباً آپ کی سب سے پہلی تحریر ہے۔

فاروقی صاحب نے اس بیان کے بالمقابل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتح حق ص ۲۹ پر آپ کی تقریر ”انوار خلافت“ سے یہ بیان بھی درج کیا ہے:-

”پس اس آیت رب بشر ابر رسول یاتی من بعدی

اسمہ احمد) میں ضمنی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی خبر دی گئی ہے اور اس کے اصلی مصداق حضرت مسیح موعود ہیں“

”پس اس آیت میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دی گئی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتے“

اس عبارت کا بظاہر انکو اثری کمیشن کے بیان سے ایک لفظی سا اختلاف نظر آتا ہے لیکن ان دونوں عبارتوں میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں اور اس عبارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیشگوئی کا منظر اول ہونے سے ہرگز انکار نہیں کیا گیا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احمد نام کا منظر اول ہونے کی وجہ سے ہی ضمنی طور پر اس پیشگوئی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی خبر تبیین کی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیشگوئی کا صرف غیر ضمنی مصداق ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ پیشگوئی صراحتاً آپ کے نزدیک مسیح موعود سے متعلق ہے اور آپ کی مسیح موعود علیہ السلام کے اس کا اصل مصداق ہونے سے مراد انوار خلافت میں یہی ہے کہ اس آیت میں بالقرآن پیشگوئی مسیح موعود سے متعلق ہے۔ کیونکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ”اعجاز المسیح“ میں تحریر فرمایا ہے:

”اَشَارَ عِيسَى بِقَوْلِهِ كَذَرِيعٍ اَخْرَجَ
شَطَاةً اِلَى قَوْمٍ اَخْرَجَ مِنْهُمْ
وَاَمَّا مِنْهُمْ الْمَسِيحُ بَلْ ذَكَرَ اَسْمَاءُ
اَحْمَدًا بِالنَّصْرِ يَخِي النِّم

(اعجاز المسیح باب ثالث ص ۲۳ و ۲۴)

یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے قول کزریع اخرج شطاۃ میں آخرین منہم والی قوم (یعنی جماعت احمدیہ ناقل) اور ان کے امام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بلکہ اس امام کا نام تصریح کے ساتھ (یعنی کھلے طور پر) احمد بتایا ہے۔ پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کا نام کھلے طور پر اس پیشگوئی میں احمد بتایا ہے، تو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا الزار خلافت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس پیشگوئی کا اصل مصداق بمعنی مصداق صریح قرار دینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صفاتی لحاظ سے اس پیشگوئی کا منظر اول مانتے ہوئے اس پیشگوئی کا ضمنی مصداق قرار دینا درست امر ہے۔

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحفہ گوڑویہ میں لکھ دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ سے متعلق ہے جو بروزِ یطوریٰ مسیح موعود کے رنگ میں ہوئی۔ چنانچہ حضور تحفہ گوڑویہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

”غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثتِ اول کا زمانہ ہزارِ پنجم تھا جو اسم محمد کا منظر تجلی تھا یعنی بعثتِ اول جلالی شان ظاہر کرنے کے لیے تھا مگر بعثتِ دوم جس کی طرف آیت کریمہ وَآخِرُ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٌ لَمَّا يَذْهَبُوا بِهٖمْ میں اشارہ ہے وہ منظر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جمالی ہے جیسا کہ آیت وَمُبَشِّرٌ أَبْرَسُوْلٌ بَاقِي من بعدی اسم احمد اس طرف اشارہ کر رہی ہے۔ اور اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ مہدئی مہدو جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اس وقت وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرائے میں ہو کر اپنی جمالی تجلی فرمائے گا۔۔۔۔۔۔ لہذا جیسا کہ مومن کے لیے دوسرے احکام الہی پر ایمان لانا فرض ہے

ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعثت ہیں۔
(نمبر ۱) بعثت محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ میخ
کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ توریت
قرآن شریف میں یہ آیت ہے محمد رسول
اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار
رحماء بینہم۔

(نمبر ۲) دوسرا بعثت احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو
ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ
انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے ومبشراً بوسو
یأتی من بعدی اسمہ احمد۔ اور چونکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باعتبار اپنی ذات اور
اپنے تمام سلسلہ خلفاء کے حضرت موسیٰ علیہ السلام
سے ایک ظاہر اور کھلی کھلی مماثلت ہے اس لیے خدا تعالیٰ
نے بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ
کے رنگ پر مبعوث فرمایا لیکن آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم
کو حضرت عیسیٰ سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی
اس لیے خدا تعالیٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں (جو
مسیح موعود ہے) ناقل، اُس پوشیدہ مماثلت کا کامل
طور پر رنگ دکھلا دیا۔

(تحفہ گوڑا دیہ ایڈیشن اول صفحہ ۹۶)

اور اس کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

”یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ دوم جو تجلی اعظم جو اکمل
اور اتم ہے وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے۔ کیونکہ
بعثتِ دوم آخر ہزار ششم میں ہے اور ہزار ششم
کا تعلق ستارہ مشتری کے ساتھ ہے جو کوکبِ ششم
منجملہ خمس کُتس ہے اور اس ستارہ کی یہ تاثیر ہے کہ
مأمورین کو خونریزی سے منع کرتا ہے اور عقل اور
دانش اور موادِ استدلال کو بڑھاتا ہے اس لیے
اگرچہ یہ بات حق ہے کہ اس بعثتِ دوم میں اسم محمد
کی تجلی ہے جو جلالی تجلی ہے اور جمالی تجلی کے ساتھ شامل
ہے مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر ہو کر جمالی رنگ
کے مشابہ ہو گئی ہے کیونکہ اس وقت جلالی تجلی کی تاثیر
تقریبی نہیں بلکہ قہرِ استدلالی ہے اور وجہ یہ کہ اس
وقت کے مبعوث پر پرتوؤں ستارہ مشتری ہے نہ
پرتوؤں مزنج۔ اس وجہ سے بار بار اس کتاب میں لکھا
گیا کہ ہزار ششم صرف اسم احمد کا منظر اتم ہے جو جمالی
تجلی کو چاہتا ہے“ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۹۷ ایڈیشن اول)

ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اسم احمد کا تفصیلی تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی بعثتِ ثانیہ سے ہے جو ہزار ششم میں ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے

مسیح موعود کے رنگ میں ہوئی جو آسمان پر مجازی احمد ہو کر آنحضرت ص کے اسم احمد کا منظر اتم ہے اور یہ پیشگوئی اس منظر اتم مسیح موعود کے زمانہ میں اپنے کمال کو پہنچی ہے اور مسیح موعود کے رنگ میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت ثانیہ میں اسم احمد کی تجلی کے اتم اور اکمل مصداق ہیں اس لیے ضمتا ہی اس پیشگوئی کا تعلق بعثت اول سے قرار دینا ضروری ہوا۔

پس انکوائری کمیشن کے سامنے جو بیان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے دیا وہ آپ کی اس پہلی تحریر کے اس حصہ کے بالکل مطابق ہے جو آپ نے مسند خلافت پر سرفراز ہونے پر زیر بحث مسئلہ پر لکھی تھی۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیشگوئی کا صفت احمد کے لحاظ سے اول مصداق قرار دیا تھا اور مسیح موعود علیہ السلام کو طفیلی یعنی طلّی طور پر۔ تعجب ہے کہ فاروقی صاحب نے اسمہ احمد کی پیشگوئی کے متعلق اپنی کتاب ”فتح حق“ میں جو مضمون لکھا ہے اس میں کسی جگہ یہ اعتراف نہیں کیا کہ حضرت مسیح موعود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ہونے کی وجہ سے اس پیشگوئی کے مصداق ہیں، بلکہ وہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مصداق قرار دینے کی وجہ سے ناراض ہیں۔ حالانکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ”اعجاز المسیح“ میں صاف طور پر بیان فرمایا ہے کہ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ کی پیشگوئی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مسیح موعود کا نام بالتصريح احمد ذکر کیا ہے اور پھر حضرت اقدس نے اخبار الحکم میں بھی لکھا ہے:-

”یہ لوگ بار بار پوچھتے ہیں کہ قرآن کریم میں کہاں نام آیا ہے۔ ان کو معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نے میرا نام

احمد رکھا ہے۔۔۔۔۔ احمد نام پر بیعت
لیتے ہیں۔۔۔۔۔ کیا یہ نام قرآن شریف میں
موجود نہیں؟

(الحکم، ۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۱)

خود مولوی محمد علی صاحب بھی فادیان کے زمانہ میں جبکہ ریلو یو آف ریلینئر
کے ایڈیٹر تھے لکھتے ہیں کہ :-

”میرزا غلام احمد کون ہیں؟ اس سوال کا جواب ہم
”قرآن کریم کے الفاظ میں دیتے ہیں یَا تِیْ مَن لَّعَدِیْ
اِسْمُہٗ اَحْمَدُ“

(ریلو یو آف ریلینئر اردو جلد ۱۲ء ص ۲۳۶)

مگر فادیان سے چلے جانے کے بعد مولوی صاحب موصوف نے اپنی تفسیر بیان القرآن
میں لکھ دیا ہے کہ احمد سے مراد صرف حضرت محمد رسول اللہ ہیں۔ دیکھو بیان القرآن
تفسیر سورہ صف جلد سوم۔

کیا مولوی محمد علی صاحب کا یہ بیان اُن کے پہلے بیان کے خلاف نہیں؟ دیکھ
لیجئے جس طرح ان کا پچھلا بیان اُن کے اپنے پہلے بیان کے خلاف ہے اسی طرح
ان کا یہ پچھلا بیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیانات کے بھی خلاف ہے جو
خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم و عدل ہیں۔

فاروقی صاحب اس بات سے
فاروقی صاحب کی بلاوجہ سخت کلامی

استعمال سے انھیں اجتناب نہیں کہ ”جماعت ربوہ کے مبلغین AHMAD
THE PROPHET یا احمد نبی اللہ کا غلط پروپیگنڈا آج کل بھی کرتے

ہیں۔ تو وہ جھوٹ بولتے اور دغا بازی کرتے ہیں“ (فتح حق ص ۳)

حالانکہ خود جناب مولوی محمد علی صاحب اپنی سابقہ تحریرات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور رسول کی حیثیت میں پیش کرتے رہے ہیں جن کا ذکر پہلے آچکا ہے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قرانی نام احمد بھی قرار دیا ہے بلکہ انہوں نے تو آپ کو پیغمبر آخر الزمان کے نام سے بھی موسوم کیا ہے۔ دیکھو ریویو جلد ۶ ص ۸۵ اور موعود نبی بھی قرار دیا ہے۔ دیکھو ریویو جلد ۶ ص ۸۳ اور نبی آخر الزمان بھی قرار دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:-

”پیشگوئی کے بیان میں اوپر ذکر آچکا ہے کہ نبی آخر الزمان کا ایک نام رحل من ابناء فارس بھی ہے“

(ریویو جلد ۶ ص ۹)

پھر مولوی محمد علی صاحب نے خواجہ غلام الثقلین سے بحث میں اور مولوی کرم الدین جہلمی کے مقدمہ میں تو حلف اٹھا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مدعی نبوت قرار دیا ہے ان دونوں باتوں کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں بھی آپ کا ذکر احمد کے نام سے موجود ہے۔ چنانچہ آپ کے الہامات ہیں:-

(۱) ”یا احمد جُعِلَتْ مُرْسَلًا“ (دیکھو تذکرہ ص ۷۹۳)

اے احمد! تو رسول بنایا گیا ہے۔

(۲) ”احمد زمان اس زمانہ کا احمد“ (تذکرہ ص ۷۸۵)

نیز خدا نے آپ کو مرسل قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا دشمن آپ کو مرسل ماننے سے انکار کرے گا۔ چنانچہ الہام کے الفاظ یہ ہیں:-

(۳) سَيَقُولُ الْعَدُوُّ لَسْتُ مُرْسَلًا (تذکرہ ص ۷۸۴)

پس فاروقی صاحب! آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت اور رسالت سے انکار کر کے حضور کے مخالفوں کی صف میں شامل ہونے کی کوشش نہ کریں۔ خدا تعالیٰ آپ کی رہنمائی فرمائے۔ اللہم آمین! حضرت اقدس فرماتے ہیں:-

”اے غافلو! تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہو۔“ (تجلیات الہیہ ص ۱۱) پھر حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:-

”جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی نئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کملانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔“ (ایک غلطی کا ازالہ)

پس فاروقی صاحب کو ہمارے مبلغین سے خفا ہونے کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ تمام احمدی مبلغین غیر ممالک میں بھی انہی معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور رسول پیش کرتے ہیں جن معنوں میں حضرت اقدس نے خود اپنے آپ کو نبی اور رسول قرار دیا ہے۔

فاروقی صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت احمد سے انکار
 آپ کی صفت قرار دینے سے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”احمد نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور
 دوسرے نام محمد کی طرح ہی ہے۔ یہ کوئی آپ کی

صفت بیان نہیں کی گئی۔“ (فتح حق ص ۲۱)

فاروقی صاحب خود ہی اس کے خلاف فتح حق میں یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ:

”احمد کے معنی ہیں ”بہت حمد کرنے والا“ یا یہ معنی بھی

ہو سکتے ہیں ”بہت زیادہ قابلِ حمد“۔ یہ حضرت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا جمالی نام ہے اور حضرت عیسیٰ

علیہ السلام بھی چونکہ جمالی صفت کے منظر تھے اس

لیے وہ نام ان کی بشارت میں ہونا لازم تھا۔“

(فتح حق ص ۲۲ و ۲۳)

جب فاروقی صاحب کو یہ معلوم ہے کہ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جمالی نام ہے

تو پھر ان کا یہ کہنا اس نام کے متعلق کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ ”یہ کوئی آپ

کی صفت بیان نہیں کی گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی جیسا کہ آپ

اُن کی عبارتوں سے معلوم کر چکے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محمد نام کو

جلالی اور احمد نام کو جمالی قرار دیا ہے۔ اس سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ان دونوں ناموں کا صفاتی ہونا ظاہر ہے۔ ہاں محمد آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کا علم یعنی ذاتی نام بھی تھا۔ مگر احمد دوسرے صفاتی ناموں کی طرح آپ

کا صرف ایک صفاتی نام ہی تھا اس لیے کلمہ طیبہ میں یا اذان میں اس کا کسی

روایت سے بھی داخل ہونا ثابت نہیں اور یہ امر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو مسلم ہے اور اس کے متعلق ہم قول فیصل سے آپ کا بیان بھی درج کر چکے ہیں کہ صفاتی نام احمد کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اول منظر ہونے کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی احمد رسول کے متعلق پیشگوئی کے اول مصداق ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پیشگوئی کے طفیلی یعنی طفلی مصداق ہیں۔ ہاں احمد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم یعنی ذاتی نام غلام احمد کا اہم حصہ بھی ہے اور غلام کا لفظ خاندانی نام ہے۔ اس لیے آپ کے والد صاحب میرزا غلام مرتضیٰ نے اپنے دونوں بیٹوں غلام قادر اور غلام احمد کے نام پر دوستیاں آباد کیں تو ان کا نام قادر آباد اور احمد آباد رکھا۔ پس احمد اس رنگ میں چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذاتی نام بھی ہے اس لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام ذاتی نام احمد کے لحاظ سے بھی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ یہ وہ امر ہے جس سے فاروقی صاحب کو انکار ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہی چونکہ احمد نام سے اپنے الہامات میں مخاطب فرمایا ہے اس لیے ذاتی نام احمد کے لحاظ سے فاروقی صاحب کا مسیح موعود علیہ السلام کو اس پیشگوئی کا مصداق نہ سمجھنا ہمارے نزدیک ان کا ایک غلط اقدام ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ”عجائب المسیح“ میں صفات لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کا نام احمد بالتصریح ذکر کیا ہے۔ پس جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دل سے قبول کرتا ہے، اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بیان کو بھی ضرور تسلیم کرنا چاہیئے۔ اور جو آپ کے اس بیان کو تسلیم نہیں کرتا اس میں نخوت، خود پسندی اور

خود اختیار سی پائی جاتی ہے اور وہ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو
 خدا کی طرف سے حکم نہیں مانتا بلکہ خود خدا کے مقرر کردہ حکم پر حکم بننا
 چاہتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔



باب پنجم

پیشگوئی مصلح موعود

فاروقی صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۳ سے ص ۵ تک یعنی قریباً بیس صفحات میں مصلح موعود کی پیشگوئی پر بحث کی ہے اور حضرت خلیفہ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے خلاف سخت گند اچھا لایا ہے اور اس کے ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت کا امر بھی زیر بحث لائے ہیں۔ ہم خلافت کا مضمون اس پیشگوئی سے الگ اگلے باب میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ مصلح موعود کی پیشگوئی ایک نشانِ رحمت ہے جو خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس کی ہوشیار پور میں چالیس دن کی دعاؤں کے بعد آپ کو ان الفاظ میں دینے کا وعدہ فرمایا جو حضور اشنہارہ فروری ۱۸۸۶ء میں درج فرماتے ہیں :-

”پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ واعلامہ عزوجل
خدا نے رحیم و بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر
ہے (جس شانہ و عزت اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب
کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا
ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے
تیری تصرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی

رحمت سے بیانیہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو
 (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے
 مبارک کر دیا، سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان
 تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا
 ہوتا ہے اور نسخ اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے، اے
 مظفر تجھے پر سلام، خدا نے یہ کہنا دہ جو زندگی
 کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پائیں اور
 وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تادین
 اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر ہو
 اور ناحق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور اہل
 اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور نالوک
 سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور
 تادہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور انھیں
 جو خدا کے دہود پر ایمان نہیں لائے اور خدا اور خدا
 کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول
 محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے
 ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے
 سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وحیہ اور پاک لڑکا تجھے
 دیا جائے گا ایک لڑکی غلام لڑکا، تجھے ملے گا۔
 وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت اور نسل
 ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے

اس کا نام عنوثیل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح
دی گئی ہے وہ جس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے ،
مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل
ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ
اور عظمت اور دولت ہوگا وہ دنیا میں آئے گا اور
اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکتوں سے بنیوں
کو بیماریوں سے صاف کرے گا وہ کلمۃ اللہ ہے
کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے اپنے کلمہ
تجید سے بھجھا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور
دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے
گا ، وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا اس کے معنی سمجھ
میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ -
فَرَزَنْدِ دِلْبَنْدِ گرامی اَرْجَمَنْدِ مَظْهَرِ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ
مَظْهَرِ الْحَقِّ وَالْعَدْلِ عَاثِقَ اللّٰهِ نَزَلَ
مِنْ السَّمَاءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال
الہی کے ظہور کا موجب ہوگا - نور آتا ہے نور جس کو
خدا نے اپنی رضا مندی کے عطر سے مسح کیا - ہم
اُس میں اپنی روح ڈالیں اور خدا کا سایہ اس کے
سر پر ہوگا ، وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی
رستگاری کا موجب ہوگا - وہ زمین کے کناروں
تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں

تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا
 دکان امراً مقضیاً

جماعت احمدیہ کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی اپنی پوری
 عظمت اور شان کے ساتھ صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح
 الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود میں پوری ہو گئی ہے۔ چونکہ یہ پیشگوئی آپ کی
 خلافت کے قیام میں بہت ممد تھی اور احمدیوں کے لاہوری فرقے کے لیڈر اور
 اُن کے بعض ہواخواہ آپ کی خلافت کے منکر تھے اور آپ سے بغض و عداوت
 کی وجہ سے آپ کو نیچا دکھانا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے جیلوں اور بہانوں سے
 اس پیشگوئی کو ٹالنا چاہا۔

چونکہ اتفاق سے اس پیشگوئی میں ایک ذوالوجہ فقرہ یہ بھی موجود ہے کہ وہ
 تین کو چار کرنے والا ہوگا اور آپ دیکھ چکے ہیں پیشگوئی کرنے کے وقت حضرت
 مسیح موعود علیہ السلام نے لکھ دیا تھا کہ ”اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے“ اس لیے
 اس مبہم اور ذوالوجہ فقرہ کو لے کر مولوی محمد علی صاحب نے اس کی تشریح کر لی
 کہ ”یہ پیر موعود مسیح موعود کے بعد چوتھی صدی میں ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے سالہ
 المصلح الموعود میں لکھا:-

”جس طرح حضرت صاحب نے تین کو چار کرنے والے میں
 چوتھا مہینہ چوتھا دن چوتھا گھنٹہ مراد سمجھا ہے چوتھی صدی
 ہی مراد ہوا اور اس طرح پردہ مصلح موعود تین صدیوں کو
 چار کرنے والا بھی ہو۔“

اس پر حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ”خلافت محمود
 و مصلح موعود“ میں مولوی محمد علی صاحب پر یہ گرفت کی تھی:-

”کیا اس کا یہ مطلب نہ ہوا کہ تین صدیوں کو چار کرنے والی
چوتھی صدی ہوگی نہ کہ مصلح موعود کی ذات، فرض کرو
مصلح موعود چوتھی صدی میں پیدا نہ ہو تو پھر بھی چوتھی صدی
تین صدیوں کو چار کرنے والی ہوگی کہ نہیں؟ کیا پہلی صدی
کے گزرنے پر دوسری صدی نے اگر پہلی صدی کو دوا
تیسری صدی نے اگر گزشتہ صدیوں کو تین نہیں کر دیا
تھا۔ ہر شخص جو توازن عقل کا بھی مالک ہو جانتا ہے کہ بیشک
پہلی صدی کو دو کرنے والی دوسری صدی اور دوسری صدی
کو تین کرنے والی تیسری صدی تھی۔ اسی طرح تیسری صدی
کو چار کرنے والی چوتھی صدی ہوگی۔ نہ کسی انسان کا وجود
اس پر ہوتا ہے مصلح موعود پیدا ہو یا نہ ہو وہ ضرور تین
صدیوں کو چار کرنے والی کھلائے گی نہ کوئی مصلح موعود“
(خلافت محمود ص ۴)

مراگے چل کر کہا :-

”مصلح موعود کا وجود چوتھی صدی کے آنے میں کوئی روک
نہیں ہو سکتا۔ اگر کہو کہ مصلح موعود عین تیسری صدی کے
آخری دن کے ختم ہونے اور چوتھی صدی کی پہلی رات
کے شروع ہوتے ہی پیدا ہو جائے گا اور اس طرح وہ
تین صدیوں کو چار کرنے والا ہوگا تو یہ بھی غلط ہے۔
اول : اس لیے کہ یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ وہ اسی
دن پیدا ہوگا، جس پر دلیل کوئی نہیں۔

دوم: بالفرض اگر ایسا ہی ہو تب بھی اس کا وجود تین صدیوں
کو چار کرنے والا نہ ہوگا۔ جیسا کہ پہلی صدیوں کو دو اور
تین کرنے والا کوئی انسانی وجود نہ تھا بلکہ زمانہ کی رفتار
لیل و نہار نے ہی آ کر ایک کو دو اور دو کو تین کر دیا
تھا، ایسا ہی تین کو چار کرنے والے بھی یہی رات و دن
ماہ و سال ہیں۔“ (خلافت محمود ص ۴۹)

چونکہ فاروقی صاحب پر مولوی محمد علی صاحب کی اس توجیہ کی کمزوری کہ
مصلح موعود چوتھی صدی میں آئے گا خوب ظاہر ہو چکی تھی۔ اس لیے انھوں نے
مولوی محمد علی صاحب کی توجیہ کو چھوڑ کر ”فتح حق کے صفحہ ۳۳ پر لکھ دیا ہے کہ:
۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو آپ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

ناقل، ایک اشتہار کے ذریعہ اس پیشگوئی کا اعلان کر دیا
اور ساتھ ہی اس کا پُر اسرار لیکن نہایت ضروری نشان
یہ بتلایا کہ ”وہ درط کا“ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اس
عظیم الشان موعود درط کے پیدا ہونے کے صحیح وقت
کا تو اللہ تعالیٰ ہی کو علم تھا کیونکہ بحر الہام کے کوئی
شخص کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا اس لیے کہ ہو سکتا ہے
کہ درط کے سے مراد آپ کی نسل ہی میں درط کا ہو یا تین
کو چار کرنے سے مراد یہی ہو کہ وہ چوتھی نسل میں ہوگا
یا درط کے سے روحانی طور پر کوئی درط کا مراد ہو
مگر حضرت مرزا صاحب کی قدرتی خواہش تھی جیسا کہ اور
ماورین من اللہ کی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے

جلد سے جلد سے اپنی پوری شان سے پورے ہوں اس لیے آپ نے اجتہاد سے کام لیا اور متعدد دہچوں پر اسے چسپاں کیا جو کہ صحیح (نہ) نکلا۔

(فتح حق ص ۳۱، ۳۲)

نوٹ: اردو کی کتاب فتح حق کے ص ۳ پر اس جگہ صحیح کے آگے ”نہ“ کا لفظ موجود نہیں لیکن انگریزی مضمون میں ترجمہ کرتے ہوئے ص ۳ پر لکھا ہے: PROVED TO BE INCORRECT یعنی اجتہاد صحیح نہ نکلا۔ اس لیے ہم نے اوپر اقباس میں اس کے مطابق ”صحیح“ کے آگے ”نہ“ کا لفظ خطوط وحدانی میں بڑھا دیا ہے۔

پس موعود کے ۹ سال میں | مندرجہ بالا عبارت میں فاروقی صاحب مصلح موعود پیدا ہونے کا وعدہ الہی کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چوتھی نسل میں ظاہر ہونے کی توجیہ پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس موعود لڑکے کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اقدس کو یہ وعدہ دیا گیا تھا۔ کہ ایسا لڑکا نو سال کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ چنانچہ آپ اشتہار ”واجب الاظہار“ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں رقمطراز ہیں:-

”ابھی تک جو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء ہے ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر بیس بائیس سال سے زیادہ ہے پیدا نہیں ہوا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الہی نو سال کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔“

اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ دے دیا گیا تھا کہ پسر موعود یعنی مصلح موعود نو سال کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا تو صاف ظاہر ہے کہ اس وعدہ الہی کے مطابق نو سال کے عرصہ میں حضور کے گھر میں پیدا ہونے والے لڑکوں میں سے ہی کوئی لڑکا مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہو سکتا تھا نہ کہ چوتھی صدی یا چوتھی نسل میں۔ چنانچہ پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں :-

”وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت نسل ہوگا“
یہ الفاظ بھی اس بات پر روشن دلیل ہیں کہ یہ لڑکا آپ کا حقیقی فرزند ہوگا نہ کسی آئندہ نسل میں۔ ہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جمافی فرزند کی کارشتہ رکھنے کے ساتھ اس کی الہامی صفات یہ بھی بتائی گئی ہیں کہ وہ ایک بہت بڑا روحانی انسان بھی ہوگا۔ پس جب پسر موعود کے لیے نو سال کی مدت میں ہی پیدا ہونا ضروری تھا تو اس کا چوتھی نسل میں انتظار تو سراسر وعدہ الہی کے خلاف ہے کیونکہ اس کے لیے پہلی نسل ہی میں پیدا ہونا ضروری تھا۔ لہذا حضرت اقدس کی اس لڑکے کے جلد پیدا ہونے کی خواہش کسی اجتہاد کی بنا پر نہ تھی جو غلط بھی ہو سکتا ہو بلکہ وعدہ الہی کے مطابق تھی جو غلط نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

”إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ“ (رعد ۳۳)

یعنی خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پس جب نو سال میں پیدا ہونے والے لڑکوں میں سے ہی کوئی لڑکا مصلح موعود ہو سکتا تھا تو اس کے طور پر ہی اس پُر اسرار الہامی فقرہ کی حقیقت کہ وہ کس رنگ میں ”تین کو چار کرنے والا ہوگا“ کھل سکتی تھی۔

پیشگوئی میں اخفاء | خدا تعالیٰ کا طریق پیشگوئیوں کے متعلق یہ ہے کہ وہ اس
کے بعض الفاظ میں کچھ اخفاء بھی رکھتا ہے۔ تاکہ پیشگوئی
کا طریق

کے ظہور پر لوگوں کی آزمائش ہو سکے کہ کون عقل سلیم سے کام لیکر نشان کی
شناخت کرتا ہے اور کون اپنی کج فہمی سے شناخت سے محروم رہتا ہے۔
”وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا“ کے اسی فقرہ کے بعد حضرت اقدس نے لکھ دیا
تھا کہ اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے لیکن ان الفاظ سے چونکہ بظاہر ہر ضرور
معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ کے ہاں چار لڑکے پیدا ہونگے۔ گو مصلح موعود جو تھیں
لڑکا ہونے کی صورت میں تین کو چار کرنے والا نہ ہو بلکہ وہ کسی اور رنگ میں
اس پر اسرار فقرہ کا مصداق ہو اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے
بعد میں اس پیشگوئی سے یہ اجتہاد ضرور کیا کہ آپ کے ہاں چار لڑکے ہونگے
اور آپ نے اپنے ہاں پیدا ہونے والے پہلے تینوں لڑکوں کو بھی ۲۰ فردی
۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا اور جب چوتھے کے پیدا ہونے کی
نوبت آئی تو اس وقت اپنی کتاب انجام آتھم میں تحریر فرمایا :-

”فَتَحَرَّكَ فِي صَلْبِي رُوحُ الرَّابِعِ بَعْلًا
لَمْ كَاشِفَةً“

کہ عالم مکاشفہ میں میری صلب میں چوتھے لڑکے کی
روح نے حرکت کی (انجام آتھم ص ۱۸۳)

یہ بھی تحریر فرمایا :

”لَبَّسَنِي رَبِّي بِرَابِعٍ وَقَالَ إِنَّهُ يَجْعَلُ
الْثَلَاثَةَ أَرْبَعَةً“

یہ خدا تعالیٰ نے مجھے چوتھے لڑکے کی بشارت دی اور

ذایا کہ بے شک دہ تین کو چار کر دیگا۔

(انجام آتھم ص ۱۸۲)

فاروقی صاحب ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۴ سے اس چوتھے لڑکے متعلق حضرت
اقدس کی پیشگوئی کا یہ اقتباس پیش کرتے ہیں :-

” پھر ایک اور الہام ہے جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں
شائع ہوا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کرے گا
اس وقت ان تینوں لڑکوں کا جواب موجود ہیں،
نام و نشان نہ تھا اور اس الہام کے معنی یہ تھے کہ
تین لڑکے ہونگے پھر ایک اور ہوگا جو تین کو چار کرے گا
سو ایک بڑا حصہ اس کا پورا ہو گیا یعنی خدا نے تین
لڑکے مجھ کو اسی نکاح سے جٹا کئے جو تینوں موجود ہیں
صرف ایک کا انتظار ہے جو تین کو چار کرنے والا
ہوگا۔“

فاروقی صاحب یہ اقتباس درج کر کے لکھتے ہیں :-

” اب اس الہامی نصیب کے بعد ۱۸۹۹ء میں مبارک احمد
(چوتھا لڑکا) پیدا ہوتا ہے۔ اس کے پیدا ہونے کے
بعد حضرت مرزا صاحب اپنی کتاب تریاق القلوب
میں نہایت صاف الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں :-

” یہ پیشگوئی تین کو چار کرنے والے کی جو پہلے
۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں شائع ہوئی اور بعد
میں تینوں لڑکوں، محمود، بشیر اور شریف کے پیدا

ہو جانے کے بعد انجام آتھم اور ضمیمہ میں خدانے پھر
اطلاع دی کہ وہ تین کو چار کرنے والا یعنی مصلح موعود
اب آئے گا۔

فاروقی صاحب کی مبارک احمد پسر حیارم کے لیے فاروقی صاحب نے
خطرناک تحریف ضمیمہ انجام آتھم کی عبارت کو تو الہامی تعبیر قرار
دیدیا ہے اور پھر تریاق القلوب کے حوالہ میں یہ خطرناک تحریف کر دی ہے کہ
اس میں تین کو چار کرنے والا کے آگے ”یعنی مصلح موعود“ کا لفظ اپنی طرف
سے بڑھا دیا ہے جس سے خطرناک طور پر یہ غلط نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے گویا الہامی تعبیر سے مبارک احمد پسر حیارم
کو مصلح موعود قرار دیدیا تھا۔ حالانکہ یہ بات صریح غلط ہے کیونکہ حضرت
اقدس نے نہ تو اس عبارت میں اور نہ تریاق القلوب کی کسی اور عبارت
میں مبارک احمد کو چوتھا لڑکا قرار دیتے ہوئے مصلح موعود کہا ہے۔ ہمارا
دعویٰ ہے کہ فاروقی صاحب ناقیامت تریاق القلوب سے یہ نہیں دکھا
سکتے کہ حضور نے مبارک احمد کو ”مصلح موعود“ قرار دیا ہے۔

پس فاروقی صاحب کا مبارک احمد کے لیے مصلح موعود ہونے کی الہامی
تعبیر قرار دینا سخت خلاف واقعہ امر ہے۔ اس طرح وہ غلط بیانی کر کے
اور حق پر پردہ ڈال کر اپنے مضمون کے پڑھنے والوں کو مغالطہ دینا
چاہتے ہیں۔ اگر فی الواقعہ الہامی تعبیر مبارک احمد کے مصلح موعود ہونے
کے متعلق ہو چکی ہوتی تو وہ چھوٹی عمر میں ہی وفات نہ پا جاتا۔ پھر مبارک احمد
تو پیدا بھی ۹ سالہ میعاد کے بعد ہوا تھا تو حضرت اقدس اسکو مصلح موعود
کیسے قرار دے سکتے تھے جس کا وعدہ الہی کے مطابق نو سال کے اندر

پیدا ہونا ضروری تھا۔ اس لیے حقیقت یہ ہے کہ تریاق القلوب میں یہ الہامی
تعیین ہرگز موجود نہیں کہ آپ کا چوتھا لڑکا مبارک احمد مصلح موعود ہے
بلکہ تریاق القلوب کے صفا پر اس کے برخلاف یہ لکھا ہے :-
”الہام یہ بتاتا تھا کہ چار لڑکے پیدا ہونگے“

اور ایک کو اُن میں سے ایک مرد خدا
مسیح صفت الہام نے بیان کیا ہے -

سو خدا تعالیٰ کے فضل سے چار لڑکے پیدا ہو گئے“

پس حضرت اقدس نے تریاق القلوب میں الہام کے رُوسے مرد خدا،
مسیح صفت یعنی مصلح موعود چار لڑکوں میں سے ایک قرار دیا ہے، نہ کہ
معین طور پر سپر چارم مبارک احمد کو ”مصلح موعود“ لکھا ہے -

پس مبارک احمد کے مصلح موعود ہونے کی الہامی تعین حضرت مسیح موعود
علیہ السلام نے ہرگز نہیں کی ہاں چونکہ حضور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے پُر مبارک
فقہہ ”وہ تین کو چار کر گیا“ سے یہ بھی سمجھتے تھے کہ آپ کے ہاں چار لڑکے
پیدا ہونگے اس لیے حضور نے پہلے تین لڑکوں کی طرح اس چوتھے لڑکے کو
بھی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اس فقرہ کا مصداق قرار دیا اور الہام کی رُوسے
سے صرف اتنی تعین کی کہ ان چار لڑکوں میں سے ایک مصلح موعود ہے نہ کہ
یہ چوتھا لڑکا ہی مصلح موعود ہے جو پیدا بھی نو سالہ میعاد کے بعد ہوا تھا -
پس اس وعدہ الہی کے مطابق کسی آئندہ نسل میں مصلح موعود کا انتظار
جائز نہیں -

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبارک احمد کو اس لیے بھی

مصلح موعود قرار نہیں دے سکتے تھے کہ اس کی پیدائش سے بھی پہلے الہام کی رو سے اس کے جلد فوت ہو جانے کا ارکان تھا۔ چنانچہ تریاق القلوب نشان ۲۱ جس میں اس لڑکے کے پیدا ہونے کی اطلاع دی گئی ہے تحریر فرماتے ہیں:-
 ”مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ میں تجھے اور لڑکا دوں گا۔“

یہ وہی چوتھا لڑکا ہے جو اب پیدا ہوا جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا اور اسی کے پیدا ہونے کی خبر قریباً دو برس پہلے دی گئی اور پھر اس وقت دی گئی جب اس کے پیدا ہونے میں دو مہینے رہنے تھے اور پھر جب یہ پیدا ہونے کو تھا تو یہ الہام ہوا:

”إِنِّي أَشَقُّطٌ مِنَ اللَّهِ وَأَصِيبُهُ“

یعنی میں خدا کے ہاتھ سے زمین پر گرتا ہوں اور خدا ہی کی طرف جاؤں گے۔

میں نے اپنے اجتہاد سے یہ تاویل کی کہ یہ لڑکا نیک ہوگا اور روبرو خدا ہوگا اور خدا کی طرف اس کی حرکت ہوگی یا یہ کہ وہ جلد فوت ہو جائے گا اس بات کا علم خدا تعالیٰ کو ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات اس کے ارادہ کے موافق ہے۔“

(تریاق القلوب ایڈیشن اور نہ تقطیع کلام)

پس جب مبارک احمد کے متعلق حضرت اقدس کو اس کے بی عمر پانے کا قطعی علم ہی نہ تھا بلکہ آپ کے نزدیک الہام کے رو سے اس کے جلد فوت ہو جانے کا بھی احتمال تھا تو آپ اسے مصلح موعود قرار ہی کس طرح دے سکتے تھے۔

افسوس ہے کہ فاروقی صاحب نے حضرت اقدس کی عبارت میں صریح تحریر یہ کر کے آپ کی طرف یہ منسوب کر دیا ہے کہ آپ نے مبارک احمد کو مصلح موعودؑ لکھا ہے۔ یہ تحریر اس سے پہلے ان کے والد بزرگوار ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے جو مولوی محمد علی صاحب کے خسر تھے اپنی کتاب مجدد اعظم میں پیشگوئی مصلح موعود پر بحث کرتے ہوئے کی تھی۔ بہت ممکن ہے کہ فاروقی صاحب نے یہ محرف اقتباس اپنے والد صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے اُن کی کتاب مجدد اعظم سے ہی نقل کیا ہو۔ ورنہ اگر فی الواقعہ الہامی تعبیریں سے مبارک احمد مصلح موعود قرار پا چکا ہوتا تو پھر تو یہ ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی نہ یہ کہ اس بارہ میں آپ کا کوئی اجتہاد غلط نکلا۔

فاروقی صاحب کے کلام میں صریح تضاد موجود ہے کہ فتح حق ص ۳ پر وہ حضرت اقدس کے اجتہاد کا غلط نکلنا بیان کرتے ہیں اور آگے چل کر ص ۳ کے صریح خلاف الہامی تعبیریں کے مطابق چوتھے لڑکے مبارک احمد کا مصلح موعود ہونا بیان کرتے ہیں حالانکہ وہ جلد وفات پا کر ثابت کر گیا کہ وہ مصلح موعود نہ تھا۔ پس فاروقی صاحب کا اسے الہامی تعبیریں سے مصلح موعود قرار دینا باطل ہوا جب ایک انسان حق کو چھوڑتا ہے تو اسی قسم کی متضاد باتیں ہی کرنے لگ جاتا ہے۔

واضح ہو کہ مبارک احمد کو چوتھا لڑکا قرار دینے کے متعلق ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سے بھی پہلے ۱۸۸۳ء میں ہی ایک الہام ہو چکا تھا، چنانچہ حضور نزول المسیح ص ۱۹۶ میں لکھتے ہیں :-

”۱۸۸۳ء میں مجھ کو الہام ہوا کہ تین کو چار کرنے والا مبارک“

اور انجام آتھم کا الہام بھی اسے واقعی تین کو چار کرنے والا قرار دے رہا تھا اور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا الہام بھی چار لڑکوں کے پیدا ہونے کی بشارت پر مشتمل تھا۔ پس مبارک احمد تین کو چار کرنے والا ضرور تھا اس لحاظ سے کہ وہ چوتھا لڑکا تھا مگر وہ مصلح موعود ہرگز نہ تھا اور نہ الہامی تعبیر کی رو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اجتہاد میں۔ ہاں وہ بھی پہلے تین لڑکوں کی طرح ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق ضرور تھا۔ کیونکہ زیر بحث پُر اسرار فقرہ سے آپ کے ہاں چار لڑکوں کا پیدا ہونا سمجھا جاتا تھا جن میں سے ایک کو حضرت اقدس نے تریاق القلوب میں الہام کی رو سے مروج صفت قرار دیا ہے۔

پس مبارک احمد کا تین کو چار کرنا اور رنگ میں تھا اور مصلح موعود کا تین کو چار کرنا ایک دوسرے رنگ میں تھا۔
مگر فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

”پھر اس کتاب تریاق القلوب ص ۲ پر چھٹیوں نشان میں مبارک احمد کو اس پیشگوئی کا مصداق تصور فرماتے ہیں مگر مبارک احمد کی وفات ۱۹۰۷ء میں ہو گئی تو حضرت مرزا صاحب نے اپنے اشتہار تبصرہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء میں فرمایا: جب مبارک احمد فوت ہوا۔ ساتھ خدا تعالیٰ نے الہام کیا اَنَا بَشَرٌ كَمَا

بَعْدًا مَحَلِّمٌ يَنْزِلُ مَثَلُ الْمُبَارَكِ
یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں جو
بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس کا شبیہ ہوگا۔“

آگے فاروقی صاحب نے فتح حق ص ۳۲ پر یہ نوٹ دیا ہے :-
 ”حضرت مرزا صاحب کو اجتہادِ غلطی الہامات کے
 سمجھنے میں لگی۔“

واضح رہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مبارک احمد کو مصلح موعود
 قرار دیا ہوتا تو پھر تو فاروقی صاحب کو حق پہنچتا تھا کہ مبارک احمد کے وفات
 پا جانے کی وجہ سے اس امر کو حضرت اقدس کی اجتہادِ غلطی قرار دیں اور الہام
 اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ يَنْزِلُ مَنَزِلَ الصُّبَارِكِ سے یہ نتیجہ
 نکالیں کہ ”مصلح موعود“ آئندہ کوئی پانچواں لڑکا ہوگا۔ لیکن چونکہ حضرت اقدس
 نے کہیں نہیں لکھا کہ مبارک احمد ”مصلح موعود“ ہے۔ نہ الہامی تعبیر سے ایسا
 لکھا نہ ہی اجتہاداً ایسا لکھا۔ اس لیے اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ
 کے الہام کو مصلح موعود سے متعلق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پس بموجب بیان
 تریاق القلوب ص ۱۲ مصلح موعود کو اب حضرت اقدس کے باقی تینوں لڑکوں
 میں سے ہی کسی کو ہونا تھا۔

فاروقی صاحب کا چوڑا نوٹ | فاروقی صاحب نے اپنے والد صاحب کی
 تقلید میں پہلے تو تریاق القلوب کے اقتباس تحریف کر کے حضرت مسیح موعود کی طرف
 یہ لکھنا منسوب کر دیا ہے کہ مبارک احمد آپ کا چوتھا لڑکا ”مصلح موعود“
 ہے مگر پھر اس کے وفات پا جانے پر ”مصلح موعود“ کا ظاہر ہونا فاروقی صاحب
 کسی آئندہ زمانہ پر موقوف قرار دے رہے ہیں۔ نیز اپنی پہلی توجیہ کو بھی کہ
 وہ پہلی نسل یا چوتھی نسل میں ہوگا رفتح حق ص ۱۲ خود ہی باطل کر رہے ہیں۔
 کیونکہ وہ مصلح موعود سے متعلق الہام کُلُّ الْفَتْحِ بَعْدَهُ مَظْهَرُ الْحَقِّ
 وَالْحَقُّ كَمَا أَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ تَذَكُّرَهُ ص ۶۹ سے درج کر کے لکھ

رہے ہیں۔

”مصلح موعود کے نزول کے بعد ہی فسخ مبین حاصل ہوگی۔ اور مرزا صاحب اپنی کتاب تذکرۃ الشہادین میں ذکر کرتے ہیں کہ وہ غلبہ دین کب آنے والا ہے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہ ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت ناامید اور بدظن ہو کر اس عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا، اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریڑی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے“

{ بحوالہ تذکرہ ص ۵۰۳ و ص ۵۰۴ }
فتح حق ص ۳۳

اس عبارت کو درج کرنے کے بعد فاروقی صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ :-

”ان حوالہ جات سے ایسا معلوم دیتا ہے کہ مصلح موعود سولہویں صدی ہجری کا مجدد ہوگا اور اس کے ہاتھ سے اسلام کا مکمل غلبہ ہو جائے گا“
(فتح حق ص ۳۳)

تجرب ہے کہ خدا کا الہامی وعدہ تو مسیح موعود کے بیان کے مطابق یہ تھا کہ مصلح موعود پیشگوئی کے بعد ۹ سال کے عرصہ میں پیدا ہوگا مگر فاروقی صاحب

اپنی کتاب کے ص ۳ پر تو اس کا پہلی نسل یا چوتھی نسل میں پیدا ہونا بتا چکے ہیں اور اب اسی کتاب کے ص ۳۳ پر اسے سولہویں صدی ہجری کا مجدد و قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ ایک انسان کی چوتھی نسل تو سو سال میں پیدا ہو جاتی ہے اور سولہویں صدی ہجری حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دو سو سال گزرنے کے بعد آئے گی۔

زیر بحث الہام الہی میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ کلی فتح یعنی کامل فتح مصلح موعود کے بعد ہوگی۔ نہ کہ اس کی زندگی میں، مگر اپنا مطلب سیدھا کرنے کے لیے فاروقی صاحب اس الہام کا مطلب یہ بتا رہے ہیں کہ مصلح موعود سولہویں صدی کا مجدد ہوگا۔

فاروقی صاحب کی مصلح موعود کے چوتھی نسل میں پیدا ہونے کی توجہ یہ تو ان کی اپنی سولہویں صدی میں ہونے والی توجہ سے باطل ہو گئی۔ اور سولہویں صدی میں مصلح موعود کے ظہور کی توجہ الہامی وعدہ الہی کے رو سے باطل ہے۔ کیونکہ الہامی وعدہ کے مطابق اُسے پیشگوئی کیے جانے کے بعد نو سال کے عرصہ میں پیدا ہو جانا چاہیئے تھا اور الہامی تعین مندرجہ تریاق القلوب ص ۱۲ کے مطابق اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں پیدا ہونے والے چار لڑکوں میں سے ایک مرد خدا بیع صفت ہونا چاہیئے۔ پس فاروقی صاحب کی صفحہ ۳۲ پر بیان کردہ یہی توجہ الہامی تعین کے مطابق قرار دی جاسکتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی نسل میں سے کوئی لڑکا ہو اور یہی بات درست ہے اور ان کی باقی توجہات یکسر باطل ہیں۔

مصلح موعود کی تعین | لہذا اب فاروقی صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی نسل میں ہی مصلح موعود کو تلاش کرنا چاہیئے اور حضرت

خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف انھوں نے آگے چل کر جو زبان طعن و راز کی ہے اور گند اُچھالا ہے اس پر استغفار کرنا چاہیئے کیونکہ حضرت اقدس کی اولاد میں سے مصلح موعود کے لیے آپ کا جانشین ہونا ضروری تھا۔ اور یہ شرف جانشینی آپ کے لڑکوں میں سے صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہوا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

پس یہ کتنا بڑا نشان ہے کہ الامام الہی کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دوسرا فرزند جو بشارت کے ماتحت ہوا وہی جماعت میں آپ کا جانشین قرار پایا اور اس نے خلافت میں پچاس سال سے زیادہ عرصہ پایا۔ بشیرِ اول کی وفات پر حضرت اقدس نے سبزا شہنار میں تحریر فرمایا تھا۔

”دوسرا لڑکا جس کی نسبت الامام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۶ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی مبعود کے اندر ضرور پیدا ہوگا زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان یعنی لبیکھرام پشاور و غیرہ قاتل اس کے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا لگاتا ہے۔ کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔“

(سبزا شہنار)

اور آگے چل کر اس اشتہار میں بشیرِ اول کی وفات پر معترفین کی نکتہ چینی کے جواب میں لکھا ہے کہ :

”آج تک ہم نے کسی اشتہار میں نہیں لکھا کہ یہ لڑکا عمر پانے والا ہوگا اور نہ یہ کہا کہ یہ مصلح موعود ہے۔ بلکہ ہمارے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں بعض ہمارے لڑکوں کی نسبت یہ پیشگوئی موجود تھی کہ وہ کم عمری میں ہی فوت ہونگے پس سوچنا چاہیے کہ اس لڑکے کی وفات سے ایک پیشگوئی پوری ہوئی یا جھوٹی نکلی جس قدر لوگوں میں ہم نے اشتہارات شائع کیے اکثر ان کے اس لڑکے کی وفات پر دلالت کرتے تھے۔ چنانچہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی یہ عبارت کہ ”خولصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے“ یہ مہمان کا لفظ درحقیقت اس لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اس کی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے، جو چند روزہ کرچلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے اور جو قائم مقام ہوا اور دوسروں کو رخصت کرے اس کا نام مہمان نہیں ہو سکتا۔ اور اشتہار مذکور کی یہ عبارت کہ وہ جس سے ریعنی گناہ سے) بکلی پاک ہے یہ بھی اس کی صغر سنی پر دلالت کرتی ہے اور یہ دھوکا کھانا نہیں چاہیے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے، وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں لیسر متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی

ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے ”اُس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔“ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہنا جب تک یہ بشرِ جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو کر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشرِ اول جو فوت ہو گیا ہے بشرِ ثانی کے لیے بطور اہل خاص تھا، اس لیے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔

(سبزا شنار)

پس مصلح موعود کے متعلق ”اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا“ کے الہامی الفاظ نے اس امر کی تعین کر دی ہے کہ مصلح موعود بشرِ اول کے بعد آنے والا لڑکا ہو گا جس کو ”ساتھ“ اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ مصلح موعود اور بشرِ ثانی کے درمیان کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا نہیں ہوگی۔ اس کی تائید مصلح موعود کے الہامی نام ”بشرِ ثانی“ سے بھی ہوتی ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت مسیح موعود کے ہاں بشارت کے ذریعہ ہونے والے لڑکوں میں سے وہ دوسرا لڑکا ہو گا۔ پس وہ تین کو چار کرنے والا ان معنوں میں تو ہو نہیں سکتا کہ وہ جو تھا لڑکا ہو۔ کیونکہ وہ بشارت کے ماتحت ہونے والے لڑکوں میں سے دوسرا بشر قرار دیا گیا ہے اور اس کے فضل عمر نام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح

اس کے خلیفہ ثانی ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے۔ پس مصلح موعود کی پیشگوئی کے صدق کی تعین اس کے الہامی نام ”بشیر ثانی اور فضل عمر“ سے بھی خوب اچھی طرح ہو جاتی ہے۔

پس حضرت اقدس کے فرزند ارجمند حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی تھے جو نو سال کے اندر الہامی وعدہ کے مطابق پیدا ہوئے اور پھر نبوت کے ماتحت ہونے والے فرزندوں میں سے الہامی وعدہ کے رُوسے دوسرے بشیر بھی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے خلیفہ ہونے کی وجہ سے فضل عمر بھی۔

واقعات کے لحاظ سے تین کو چار کرنے والے آپ اس طرح ثابت ہوئے ہیں کہ آپ کے عہد خلافت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے فرزند مرزا سلطان احمد صاحب جو احمدیت میں داخل نہ تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی فرزندگی میں داخل ہو گئے اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین جہانی اور روحانی فرزندوں کو حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے اپنی بیعت میں لینے سے چار بنا دیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

فاروقی صاحب کی | ارا افسوس ہے کہ فاروقی صاحب نے سبأہب غلط بیانیاں | لک غلاماً دُرُکِیاً اور الہام جاء الحق و زهق

الباطل کو نقل کرنے کے بعد یہ خلاف واقعہ بات بھی لکھ دی ہے کہ :

”اور پھر ان الہاموں کے درمیان ایک الہامی دعا حضرت

مرزا صاحب کی زبان پر جاری کر کے اس امر کی طرف

ایک لطیف اشارہ بھی کر دیا کہ موجودہ اولاد طیب

اور پاک نہیں جیسا کہ الہام ربّ ہب لی ذریۃً
طیبۃً یعنی اے میرے رب مجھے پاک اولاد عطا
فرما کتاب تذکرہ ص ۳۸ سے ظاہر ہے اور اس
الہامی دعا کے بعد حضرت مرزا صاحب کے ہاں
کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ (فتح حق ص ۳)

یہ صریح غلط بیانی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد سے
بغض و عداوت کا مظاہرہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو الہام
ربّ ہب لی ذریۃً طیبۃً سے یہ اشارہ سمجھ ہی نہیں آیا کہ آپ کی موجودہ
اولاد طیب اور پاک نہیں ہے بلکہ آپ تو اپنی کتاب مراجع منبر کی پیشگوئی میں
ہیں اس کے خلاف یہ تحریر فرماتے ہیں :-

”یہ پیشگوئی وہ ہے جو براہین احمدیہ کے ص ۲۳ میں
درج ہے اور وہ یہ ہے یَتَذَكَّرُ لِنِعْمَتِهِ عَلَيْكَ
بِیْکُونْ اٰیۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یعنی خدا اپنی نعمتیں
تجھ پر پوری کرے گا تا وہ مومنین کے لیے نشان ہوں
یعنی دنیا کی زندگی میں جو کچھ تجھے نعمتیں دی جائیں گی وہ
سب بطور نشان ہونگی یعنی قول بھی نشان ہوگا جیسا
کہ لوگوں نے جلسہ مذاہب لاہور اور عربی کتابوں میں
دیکھ لیا اور فعل بھی نشان ہوگا جیسا کہ خدا کے فعل
بطور نشان میرے واسطے سے ظہور میں آ رہے ہیں
اور اولاد بھی نشان ہوگی جیسا کہ خدا نے نیک اور

یا برکت اولاد کا وعدہ دیا اور پورا کیا۔“ (سراج منیر ص ۵)

(ب) اس کے بعد فاروقی صاحب نے الامام تسویٰ نسلاً بجیداً (تذکرہ ص ۴) تو دور کی نسل دیکھیے گا، درج کر کے لکھا ہے:

”یعنی تیری نسل دُور تک جانی ہے اور یہ مصلح موعود

بعد میں آئے گا۔“ (فتح حق ص ۳۲)

اس کے جواب میں واضح ہو کہ الامام تسویٰ نسلاً بجیداً کا تعلق اگر مصلح موعود سے ہوتا تو حضرت اقدس تریاق القلوب میں یہ بھی نہ لکھتے کہ:-

”الہام یہ بتاتا تھا کہ چار لڑکے پیدا ہونگے اور ایک کو

ان میں سے مریح صفت الہام نے بیان کیا۔ سو

خدا تعالیٰ کے فضل سے چار لڑکے پیدا ہو گئے۔“

(تریاق القلوب ص ۱۴)

(ج) فاروقی صاحب نے اپنی کتاب فتح حق کے ص ۳ پر لکھا ہے:-

”میاں محمود احمد صاحب کے خلیفہ قادیان بننے کے بعد

ہی اُن کے ”پالتو“ مولویوں نے یہ لکھنا اور کہنا شروع

کر دیا تھا کہ میاں صاحب ہی حضرت مرزا صاحب کی

پیشگوئی کے مصداق ہیں، بعد میں میاں محمود احمد صاحب

بھی اپنے آپ کو مصلح موعود سمجھنے لگے۔ کیونکہ ان چند سالوں

میں اُن کے سلسلہ کو کافی ترقی حاصل ہوئی تھی اور کثرت

نفوس، کثرت دولت کے گھمنڈ میں اگر فاتح عالم کے خواب

دیکھنے لگے تھے مگر اپنے آپ کو مامور من اللہ نہیں کہتے

تھے اس لیے کوئی اور ان کو مصلح موعود ماننے کے لیے

مکلف نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ کی ڈھیل دینے سے وہ اور

گستاخ ہو گئے۔ بالآخر ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء میں یہ اعلان کر ہی دیا۔ میں اُس قدر خدا کی قسم کھا کر کتا ہوں، جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افترا کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اس شہر لاہور ۱۳ ٹپل روڈ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور میں تمہیں مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ سے اسلام دنیا کے کنا روں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی۔ (دیکھو اخبار الفضل مورخہ یکم فروری ۱۹۴۴ء)

فاروقی صاحب کی شستہ بیانی ملاحظہ ہو کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی شان میں ”گستاخ“ کا لفظ اور علماء جماعت احمدیہ کی شان میں ”پالتو“ کا لفظ بطور تحقیر استعمال کر رہے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ حدیث نبویؐ میں وارد ہے ”الْحَسَدُ نَارٌ تَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبُ“ کہ حسد ایک ایسی آگ ہے جو نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے۔

افسوس صد افسوس! فاروقی صاحب تو کہتے ہیں ”پالتو“ مولویوں نے یہ لکھنا اور کتنا شرع کر دیا تھا کہ میاں صاحب ہی حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں مگر کیا ان کو معلوم نہیں کہ سب سے پہلے اس پیشگوئی کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو مصداق قرار دینے والا کوئی مولوی نہ تھا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص صحابی پر منظور احمد صاحب تھے۔

جو مصلح موعود کی پیشگوئی سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ مصلح موعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہی ہیں۔ چنانچہ انھوں نے مصلح موعود کی پیشگوئی پر ایک مضمون ۱۴ نکات پر مشتمل تحریر کر کے حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں ستمبر ۱۳۰۷ء کو پیش کیا اور عرض کیا کہ تجھے آج حضرت اقدس کے اشتہارات کو پڑھ کر پتہ چل گیا ہے کہ پسر موعود میاں صاحب ہیں۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔ پر صاحب نے یہ الفاظ قلم بند کر کے بغرض تصدیق آپ کی خدمت میں رکھے تو آپ نے اپنے قلم سے یہ عبارت اس مضمون کے آخر میں لکھی کہ :-

”ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔ یہ لفظ میں نے براہِ دم منظور احمد سے کہے ہیں“

”نور الدین ۱۰ دسمبر“

ملاحظہ ہو تشہید الاذیان ۱۹۱۴ء و تاریخ احمدیت جلد چہارم ص ۳۶۹ جن میں حضرت خلیفۃ المسیح کے لکھے ہوئے ان تمام الفاظ کا عکس شائع کیا گیا ہے۔

پس اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی جھٹیں لاہوری قریب بھی خلیفۃ المسیح ناشر رہا ہے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ ہی تھے جو بشارت کے

ما تخت ہونے والے فرزندوں میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے فرزند تھے۔

مولوی عبدالمنان صاحب عمر نے جن کا مشورہ فاروقی صاحب کی کتاب میں شامل ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کے بعض نوٹ رسالہ فرقان ماہ مئی ۱۹۲۵ء میں جس کے وہ ان دنوں ایڈیٹر مقرر ہوئے تھے شائع کیے تھے جن کا مفہوم یہ تھا کہ مصلح موعود کا ظہور ۳۰ سال بعد ہوگا۔ اور یہ نوٹ آپ نے اس وقت شائع کیے تھے جبکہ ۱۹۲۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یہ علم دیا جا چکا تھا۔ ”اَنَا الْمَسِيحُ الْمَوْعُودُ مَثْبُتٌ وَحَقِيقَةٌ“ کہ میں مسیح موعود ہوں اور مسیح موعود کا مثیل اور خلیفہ ہوں جس سے آپ یہ سمجھے کہ آپ ہی مصلح موعود کی الہامی پیشگوئی کا جس میں اس پس موعود کو مسیحی نفس قرار دیا گیا ہے اور حسن و احسان میں مسیح موعود کا نظیر مصداق ہیں۔ ۱۹۲۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کی پیشگوئی کے مطابق ٹھیک ۳۰ سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ پر انکشاف کر دیا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں۔ اس طرح نہ صرف مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی آپ کے حق میں پوری ہوئی بلکہ آپ کے مخلص ترین صحابی اور آپ کے پہلے خلیفہ رضی اللہ عنہ کی بھی مصلح موعود کے حق میں پوری ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔ اب اگر کوئی بے ہودگی سے یہ کہے کہ ”پالتو“ مولویوں نے میاں محمود احمد صاحب کے خلیفہ قادیان بننے کے بعد یہ لکھنا اور کہنا شروع کر دیا تھا کہ میاں صاحب ہی مرزا صاحب کی مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہیں تو اسے یہ جان کر شرم آنی چاہیے کہ سب سے پہلے اس پیشگوئی کو حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاولؑ رضی اللہ عنہ اور پیر منظور احمد صاحب نے جو دونوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کے مخلص صحابی تھے خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے متعلق قرار دیا تھا، ذیل میں ہم حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ کی مصلح موعود کے ۳۳ سال میں ظاہر ہونے کی پیشگوئی کو نقل کر دیتے ہیں۔ مولوی عبدالمنان صاحب عمر نے فرقان بابت مئی ۱۹۲۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ کے نوٹوں کا عکس شائع کیا ہے، جس کے الفاظ دو کالموں میں یہ ہیں :-

”ہم اور دوسروں میں فرق کسی مجدد نے تیرہ سو برس سے یہ نہیں کہا کہ مجھے وحی ہوئی ہے۔ ہمارے مرزا صاحب کو وحی الہام دونوں ہوتے تھے پھر نبی کا لفظ اور کسی پر نہیں ہے پھر ایسی کامیابی پوجود اتنی مخالفت کے کسی کو نہیں ہوئی۔“

خطرہ عظیم انسان حضرت موسیٰؑ سے اللہ نے وعدہ کیا کہ تیری قوم نے مقدس زمین کو فسخ کر لینا ہے تم بیشک جاؤ لیکن قوم نے نافرمانی کی کیا نتیجہ ہوا چالیس برس ڈھیل دی گئی اور ان میں حضرت موسیٰؑ بھی فوت ہو گئے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ حضرت صاحب سے بھی اللہ تعالیٰ نے وعدے کیے ہیں تمھارے عملوں نے اسے پیچھے رکھا ہوا ہے۔

نوٹ بیس برس کے بعد انشاء اللہ مجھے امید ہے کہ مجدد یعنی موعود..... (قدرت ثانیہ) ظاہر ہوگا۔

نوٹ انصار کی ذرا سی گستاخی سے حضور نبی کریمؐ

نے فرمایا کہ قیامت تک تم پر سلطنت حرام ہے
تم بھی گستاخ ہو رہے ہو۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ کے یہ نوٹ ۱۹۱۲ء کے درس القرآن کے ہیں
جنہیں نقل کرنے کے بعد مولوی عبدالمنان صاحب عمر مدیر فرقان لکھتے ہیں:-
”یہ الفاظ صاف اور ان کا مفہوم بالکل واضح ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے جو وعدے کیے
تھے وہ ہم میں سے بعض لوگوں کی غلطی سے معرض التوا
ہیں پڑ گئے اور اب سے تیس سال بعد اللہ تعالیٰ کا
ایک موعود بندہ جو قوم کی تجدید کرے گا اور مظهر قدرت ثانیہ
ہوگا اور پھر اس کے ہاتھ سے وہ وعدے پورے کیے
جائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح سے کیے
ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے
ان الفاظ کے کہے جانے کی تاریخ سے تیس سال بعد
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مظهر قدرت ثانیہ ایدہ اللہ
تعالیٰ بنصرہ العزیز پر پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق
ہونے کا انکشاف کر دیا اور آپ نے الامام الہی کی
بنا پر اپنے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرما دیا۔“

افسوس کا مقام ہے کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے متعلق مولوی عبدالمنان
صاحب عمر نے فاروقی صاحب کو یہ مشورہ نہ دیا کہ اس مسئلہ کے خلاف قلم نہ
اٹھاؤ اور انھیں اپنے والد ماجد خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی پیشگوئی یا

نہ دلائی۔

مجددِ احمدیت | تعجب ہے کہ فاروقی صاحب نے اپنی کتاب ”فتح حق“ کے صفحہ پر اپنی کتاب کا انتساب مولوی محمد علی صاحب کے نام کر کے ہوئے یہ الفاظ لکھے ہیں :-

”انتساب

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر جنہیں اگر مجددِ احمدیت کہا جائے تو بجا ہے“

لیکن اس کے خلاف حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے مجددِ احمدیت کے ظہور کو قدرتِ ثانیہ قرار دیتے ہوئے ۳۰ برس کے بعد ظاہر ہونے کی امید دلائی تھی اور ان کی یہ بات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے حق میں لفظ بلفظ پوری ہو گئی ہے۔ کیونکہ اس نوٹ سے ٹھیک تیس برس بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر آپ کے مصلح موعود ہونے کا اگلا ہو گیا۔ جو درحقیقت مجددِ احمدیت کہلانے کے اہل میں سے

وہ تو سو بار ندامت سے جھکا لیکن نکبیس

مگر آتا بھی ہو جب اُن کو پشیمیاں ہونا

فاروقی صاحب کو اس بات کا اعتراف ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے مصلح موعود ہونے کے اعلان میں فرما دیا تھا کہ آپ مامو نہیں۔ فتح حق ص ۳۔ یہی بات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اید اللہ تعالیٰ نے ۱۹۶۱ء میں کہی ہے۔ چنانچہ ایک دوست نے سوال کیا :-

”جس شخص کو حضور کے مصلح موعود ہونے کا علم دیا جائے اور اس پر حجتِ تمام کر دی جائے تو پھر بھی

وہ حضور کا انکار کرے تو ہم اسے کیا کہیں گے؟
حضور نے فرمایا: ”ہم کچھ بھی نہیں کہیں گے جب اللہ تعالیٰ
چاہے گا اسے ہدایت دیگا۔ دعوت پر اصرار کر کے منوانا
غیر مامور کا کام نہیں ہوتا۔“ (الفصل ۳ جون ۱۹۶۱ء)

لہذا فاروقی صاحب کا ہرگز کوئی حق نہیں کہ وہ حضور کو مامورین میں شمار
کر کے مامورین سے متعلقہ اس مجبار پر آپ کو پرکھنے کی کوشش کریں کہ آپ نے
دعویٰ کے بعد تیس سال کی لمبی عمر پائی ہے یا نہیں؟
فاروقی صاحب خود حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب اربعین ص ۳۳ سے یہ
حوالہ پیش کر چکے ہیں۔

”ہزار ہا نامی علماء اور اولیاء ہمیشہ اس دلیل کو کفار کے
سامنے پیش کرتے رہے اور کسی عیسائی یا یہودی کو
طاقت نہ ہوئی کہ کسی ایسے شخص کا نشان دے جس
نے افترا کے طور پر مامورین اللہ کا دعویٰ کر کے تیس
برس پورے کیے ہوں۔“ (فتح حق ص ۳۸)

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح موعود
ہونے کا دعویٰ ۱۸۹۱ء میں کیا تھا جس کے بعد حضور سترہ سال زندہ رہے،
مگر آپ کی ماموریت کا زمانہ چونکہ اس سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ اس
لیے ماموریت کے الہام ہونے کے بعد آپ نے ۲۳ سال سے بھی زیادہ عمر
پاکر مامورین سے متعلقہ مجبوری عمر پوری کر لی تھی۔

گو حضرت خلیفہ المسیح الثانیؑ کو ماموریت کا دعویٰ تھا ہی نہیں تاہم یہ
ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ آپ کو خلافت پر سرفراز ہونے سے بھی کئی سال

پہلے ان الفاظ میں الہام ہو چکا تھا۔
 ”إِنَّ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ
 الْفِتْيَةِ“۔

کہ بے شک جو لوگ میرا اتباع کریں گے وہ قیامت تک میرے
 منکرین پر غالب رہیں گے۔“ (الفضل ۲ نومبر ۱۹۳۷ء)
 ۱۹۳۷ء میں حضور نے مؤکدہ بجزاب قسم کے ساتھ یہ الہام پیش کیا تھا۔
 فرماتے ہیں: ”اگر میں اس الہام کے سنانے میں جھوٹا ہوں تو خدا کی مجھ پر
 لعنت“

پس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس الہام کے بعد خلافت پر سرفراز
 ہوئے اور پچاس سال سے بھی زیادہ عرصہ تک مسند خلافت پر سرفراز رہے
 اور چونکہ مصلح موعود کی پیشگوئی بھی دراصل آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام
 کا ایک عظیم الشان مسیحی نفس خلیفہ ہی قرار دیتی تھی نہ کہ نبی اور رسول اور مامور
 من اللہ۔ اس لیے آپ نے اپنے اس الہام پر جو خلافت میں آپ کی کامیابی
 کی بشارت اور آپ کے منکرین کے مغلوب رہنے کی خبر دینا تھا تیس سال
 کی بجائے ۶۰ سال کے قریب مدت پائی ہے اور اس کے خدا کا الہام ہونے
 کے متعلق مؤکدہ بجزاب علف اٹھانے کے بعد آپ ۲۸ سال زندہ رہے ہیں۔
 پس مصلح موعود کے متعلق جو آپ پر یہ الہام ہوا ”أَنَا الْمَسِيحُ الْمَوْعُودُ
 مَتَّبِعُهُ وَخَلِيفَتُهُ“ یہ درحقیقت آپ کے الہام ات الذین اتبعوک
 فوق الذین کفروا کی تشریح ہی ہے جو ایک وقت کے بعد خدا تعالیٰ کی
 طرف سے کی گئی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ الہام جس
 کی روشنی میں آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور جس میں حضرت

مسیح کے وفات پا جانے اور آپ کے حضرت مسیح کے رنگ میں ہو کر آنے کا ذکر تھا دراصل اس پہلے الہام مندرجہ براہین احمدیہ یا عیسیٰ اِنّی متوفّیک ورافحک الّٰی اور الہام اَنْتَ اَشَدُّ مَنَا سَبَبَةً بِعِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ وَ اَشَبَّهُ النَّاسِ بِہٖ خَلْقًا وَ خَلْقًا وَ ذَمَانًا "رازالہ اوہام ص ۱۲۳ بحوالہ براہین احمدیہ کی تشریح ہی تھا۔ ان دونوں الہاموں کا ترجمہ یہ ہے کہ (ا) اے عیسیٰ میں تجھے طبعی وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

(۲) تیری عیسیٰ ابن مریم سے شدید ترین مشابہت ہے اور تو خلقِ خلقت اور زمانہ کے لحاظ سے اس سے شدید ترین مشابہت رکھتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیماری | فاروقی صاحب نے اپنے دل کی پرفاروقی صاحب کا سنگدلاہ رویہ | بھڑاس نکالنے کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض کو آپ کی آخری عمر میں مجنون اور مفلوج قرار دیکر معاذ اللہ ڈاکٹر ڈوٹی سے جو مدعی نبوت تھا تشبیہ دی ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے تتمہ حقیقۃ الوحی میں لکھا تھا۔

”آخر کار اس (ڈوٹی) پر فالج گرا اور ایک تختہ کی طرح چند آدمی اُسے اٹھا کر لے جاتے رہے۔ پھر بہت سے غموں کے باعث پاگل ہو گیا اور حواس بجا نہ رہے۔“ تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۷۶

حضرت اقدس اس عبارت سے پہلے اس کی ناکامیوں اور نامرادیوں کا ذکر تحریر فرماتے ہیں۔

پس فاروقی صاحب نے نامکمل حوالہ پیش کیا ہے۔ ڈوٹی حضرت اقدس

کی پیشگوئی کا شکار ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں :-

”اگر میں اس کو مباہلہ کے لیے نہ بلاتا اور اگر

میں اس پر بددعا نہ کرتا اور اس کی ہلاکت

کی پیشگوئی شائع نہ کرتا تو اس کا مرنا اسلام

کی حقیقت کے لیے کوئی دلیل نہ بکھرتا“

”تم حقیقت الوحی ص“

پس ڈوٹی کا مفلوج ہونا اس کے لیے پیشگوئی ہونے کی وجہ سے اس کی
ذلت کا موجب ہے ورنہ کئی نیک لوگ فالج سے وفات پاتے ہیں۔ خود
لاہوری خرقہ کے بعض اکابر نے فالج سے وفات پائی ہے جیسے ڈاکٹر مرزا
یعقوب بیگ وغیرہ۔

فاروقی صاحب نے آپ کو معاذ اللہ آٹھم سے بھی مشابہ قرار دیا ہے
حالانکہ وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کا شکار ہوا تھا اور
جس کے نتیجے میں حضرت اقدس نے انجام آٹھم کے صہ پر لکھا۔
”اس کے دل کا آرام جاتا رہا اکثر وہ روزا تھا“

پس بہ دونوں (ڈوٹی اور آٹھم) حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیوں کا
شکار ہوئے تھے اور یہ فاروقی صاحب کو بھی مسلم ہے مگر وہ شخص جس
نے اپنی ساری عمر خدمت اسلام اور خدمت قرآن مجید میں گزاری اور
اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام کی خدمت میں گزرا اور جس کے ہاتھ
سے دنیا کے تمام کناروں میں اسلام کی آواز پہنچ گئی۔ سوء قسمتی سے فاروقی
صاحب ایسے جاں نثار اور فدا فی ملت اور بطل اسلام کے آخری دنوں
کو ناپاک عیسائی مفتری ڈوٹی اور دشمن اسلام عیسائی آٹھم سے تشبیہ دے

رہے ہیں۔ افسوس کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا اپنے جوانی اور بڑھاپے کے ایام کو دن رات خدمت اسلام میں وقف کر دینا اور علم اسلام کو غیر اسلامی ممالک میں بلند کرنا تعصب اور بغض کی وجہ سے فاروقی صاحب کی نظر میں نہیں چلتا۔ حالانکہ خدمت اسلام کے لیے آپ کی روح میں ایسی تڑپ موجود تھی کہ جب آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا جس کے نتیجے میں آپ ایک عرصہ تک صاحب فراش رہے تو ابھی آپ کمزور ہی تھے کہ آپ ترجمۃ القرآن کے عظیم الشان کام میں لگتے گئے اور تھوڑے ہی عرصے میں آپ نے محنت شاقہ سے ”تفسیر صغیر“ کے نام سے بامحاورہ اردو زبان میں ترجمۃ القرآن کر کے مع تفسیری نوٹوں کے شائع کرادیا۔

پھر اس کے بعد ایک عرصہ کے لیے آپ کا صاحب فراش ہو جانا حقیقت آپ کو ایک زندہ شہید اسلام ثابت کرتا ہے۔ ان ایام میں بھی آپ کی عائشہؓ اور روحانی توجہ جماعت کے ساتھ تھی۔ حدیث نبوی میں وارد ہے :-

”عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَنْ جَرَحَ جَرَا حَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ خُتِمَ لَهُ بِحَائِمِ الشَّهَادَةِ لَهُ نُورٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَوْنُهَا مِثْلُ كَوْنِ الزُّعْفَرَانِ وَرِيحُهَا مِثْلُ رِيحِ الْمِسْكِ يَعْرِفُهُ إِلَّا كَلْبٌ وَآخُودٌ يَقُولُونَ فَلَنْ عَلَيْهِ طَابِعُ الشَّهَادَةِ -
رواہ احمد و رداء اسنادہ ثقاہ -

(ترغیب ترہیب للمندری بر حاشیہ مشکوٰۃ مطبع نظامی دہلی ص ۲۱۹)

ترجمہ :- حضرت ابو دواع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو خدا کی راہ میں کوئی زخم پہنچا اس پر شہد کی مہر لگائی جاتی ہے۔ قیامت کے دن اس کے لیے ایسا نور ہے جس کا رنگ تو زعفرانی ہوگا اور اس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔ سب پہلے اور پچھلے لوگ اس کو پہچان کر کہیں گے کہ فلاں شخص پر تو شہداء کی مہر لگی ہوئی ہے۔

پس وہ فدائی اسلام اور عاشق خیر الانام جو خدا کی راہ میں زخمی ہو کر زندہ شہید تھا فاروقی صاحب نے اسے مجنون اور مغلوب قرار دے کر اور ڈوٹی اور آتھم سے تشبیہ دے کر انتہائی بغض و حسد اور سنگدلی کا مظاہرہ اور ہمارے جذبات کو سخت مجروح کیا ہے اور خلاف شرع یہ سب پیہودگی آپ کے وفات پا جانے اور واصل باللہ ہو جانے کے بعد کی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی کی آخری عمر میں آپ کی بیماری کے متعلق فاروقی صاحب نے جو ڈاکٹری رپورٹ اخبار الفضل سے نقل کی ہے وہ یہ ہے :-

”اعصابی بے چینی بصورت نسیان اور جذبات کی شدت یعنی رقت جو مقدس ستیوں یا مقدس مقامات کے ذکر پر عموماً پیدا ہو جاتی ہے کم و بیش جاری ہے چند دن ان علامتوں میں غدرے فرق محسوس ہوتا ہے تو پھر چند دن زیادتی معلوم دیتی ہے اور اس طرح یہ سلسلہ چلا جاتا ہے۔ لیٹے رہنے کے باعث ٹانگوں میں کھچاؤٹ اور اکڑاؤ بھی بدستور ہے کوئی کوشش بھی حضور کو چلانے میں کامیاب نہیں ہو رہی۔“ (فتح حق ص ۳۸)

اس طبی رپورٹ سے ظاہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو صرف اعصابی

بے چینی کی تکلیف تھی، فالج اور جنون ہرگز نہ تھا۔ فالج کے مریض کے اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ اسی لیے اس کا دوسرا نام استرخاء بھی ہے لیکن طبی رپورٹ جو فاروقی صاحب نے نقل کی ہے بتاتی ہے کہ آپ کی ٹانگوں میں زیادہ عرصہ لیٹے رہنے کی وجہ سے کھچاؤ اور اکڑاؤ ہے جو استرخاء اور بے حسی کی ضد ہے۔ فالج کی خاص علامت اعصاب کا استرخاء اور بے حسی ہوتی ہے جس سے مریض کی ٹانگیں بے حس و حرکت ہو جاتی ہیں لیکن اکڑاؤ اور کھچاؤ تو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کے اعصاب بالکل صحیح تھے۔ میڈیکل رپورٹ کی اُردو عبارت کا جو ترجمہ انگریزی میں کیا گیا ہے وہ درست نہیں۔ اُردو رپورٹ میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ NUMBNESS ہو سکے جس کے معنی بے حسی ہوتے ہیں جو فالج کی علامت ہوتی ہے۔

اسی طرح جنون کا الزام بھی سراسر باطل ہے البتہ لمبا عرصہ بیمار رہنے کی وجہ سے آپ کا صرف جذبات پر کنٹرول ضرور کم ہو گیا تھا۔ اس لیے مقدس مستیوں یا مقامات کے ذکر پر آپ پر رقت طاری ہو جاتی تھی اور یہ لمبی بیماری کی وجہ سے کمزوری اور خدمت اسلام کے لیے شدت جذبات کا اثر تھا جو آپ کے دل میں جو جنون تھے کسی تکلیف، صدمہ یا بیماری کی حالت میں جذبات میں رقت کا پیدا ہو جانا ایک طبعی امر ہے جس سے انبیاء بھی مستثنیٰ نہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کا ذکر ان کے سامنے آیا، اِیْمِیْنِیْت عِیْنَاہُ مِنَ الْحُزْنِ تو آپ کی آنکھیں غم سے ڈبڈبائیں اور اپنے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بے ساختہ رو پڑے تھے۔

پس وہ فوراً جذبات سے رو پڑنے کو جنون قرار دینا محض شقاوت قلبی اور

بغض و حسد کا مظاہرہ ہے۔ اس سے بڑھ کر فاروقی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح
الثانی رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

”یہ بھی خدائی عذاب کا ایک نشان تھا۔“ فتح حق ص ۳۸

فاروقی صاحب کی یہ بات ان کے انتہائی تعصب، بغض اور سنگدلی کی علامت
ہے۔ کیونکہ دین کی راہ میں کسی مسلمان کا زخمی ہونا تو ایک قابل عزت قربانی ہے اور
ایسا شخص قابل صدا احترام ہوتا ہے۔ کیا فاروقی صاحب کو علم نہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگوں میں زخمی ہو گئے تھے۔ کیا فاروقی
صاحب ان کے زخموں کو عذاب الہی کا نشان سمجھتے ہیں۔ ایسا خیال تو سرسبز جہالت
اور گستاخی ہے۔ پھر کیا حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کا حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کو قبول کرنے کی وجہ سنگدلی کے ساتھ کابل میں سنگسار کیا جانا فاروقی
صاحب کے نزدیک اُن پر خدائی عذاب کا نشان تھا۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر
فاروقی صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دین کی راہ میں زخمی ہونے
کو عذاب الہی کا نشان قرار دینا محض سنگدلی اور بغض و حسد کا مظاہرہ ہے۔ کیونکہ
مومنوں کو دین کی راہ میں جو زخم پہنچتے ہیں اور انھیں خدا کی راہ میں جو مصائب اور
صدمات اٹھانے پڑتے ہیں وہ خدائی عذاب کا نشان نہیں ہوتے بلکہ یہ امور تو اُن
کے خدا تعالیٰ کے حضور میں قرب کے بڑھانے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ زخمی ہونے سے تو
سیدنا و مولانا افضل الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی محفوظ
نہیں رہے۔ چنانچہ جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ امتی و ابی کی پیشانی
مبارک پر ایسا زخم لگا کہ حضور بیہوش ہو گئے اور اس پر دشمن نے مشورہ کر دیا
کہ آپ مارے گئے۔ پھر حضرت عمر خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ پڑ سجد میں نماز کے
وقت حملہ ہوا اور آپ اس سے شہید ہو گئے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح

الثانی رضی اللہ عنہ پر بھی مسجد میں نماز کے بعد حملہ ہوا جس سے آپ زخمی ہو گئے پس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا ایک دشمن کے ہاتھوں معصومانہ طور پر زخمی ہو جانا خدا تعالیٰ کے حضور میں آپ کے تقرب کو بڑھانے کا ذریعہ ہے اور فاروقی صاحب کی طرف سے اسے عذاب الہی کا نشان قرار دینا ان کی انتہائی سنگ دلی کا ثبوت ہے جس سے انہوں نے ہماری جماعت کے جذبات کو شدید مجروح کیا ہے۔

فاروقی صاحب
کے بہتان نامہ

فاروقی صاحب نے نہایت بے باکی اور گستاخی سے فتح حق کے منہ ۴۷ و ۴۸ پر مستری عبدالکریم اور عبدالرحمن مصری کے گندے اور ناپاک الزامات کو بھی دہرایا ہے۔ ان گندے اور ناپاک الزامات کا حقیقی جواب تو انھیں خدا تعالیٰ ہی دے گا۔ قرآن مجید نے انھیں جو جواب دینے کا ہمیں حکم دیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ ایسے الزامات سننے پر مومن مردوں اور عورتوں کے متعلق حسن ظنی سے کام لیں اور الزام لگانے والوں کو کہہ دیں "هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ" کہ یہ تو کھلم کھلا جھوٹا الزام ہے۔ افسوس ہے کہ فاروقی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دفاتر پاجاٹے کے بعد آپ پر گندے اور ناپاک الزامات لگا کر اسی طرح بد اخلاقی اور شرارت کا مظاہرہ کر رہے ہیں جس طرح آریہ اور عیسائی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کے خلاف گندے اور ناپاک الزامات لگا کر اپنے خبیث باطن کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ مگر کیا عیسائیوں اور آریہوں کے ایسے گندے الزامات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مشن کو کوئی نقصان پہنچا سکے ہیں ہرگز نہیں۔ پس فاروقی صاحب کے الزامات بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ یہ ان کے اپنے دل کے گندے ہو جانے کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تو پہلے سے رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کو بھی یہ خبر دے رکھی تھی کہ آپ کے دشمن نامراد اور ناکام رہیں گے اور غلبہ آپ کو ہی حاصل ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔
افسوس حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر گندے الزام لگانے والے مسلمان ہی تھے جو صحابی بھی سمجھے جاتے تھے چنانچہ ایک ان میں سے مسطح تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پروردہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت ام المؤمنین پر بہتان لگایا جانے کا خود قرآن شریف میں ذکر کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ نور میں فرماتا ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ
لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ
وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ
لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَ
الْمُؤْمِنَاتُ بَأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا
هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۝ (نور آیت ۱۲-۱۳)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ایک بہت بڑا اتہام باندھا تھا۔ وہ تم میں سے ہی ایک گروہ ہے تم اس کو اپنے لیے بُرا (فعل) نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ اس کی وجہ سے ایک پُر حکمت تعلیم تمہیں مل گئی ہے جس پر عمل کر کے تم آئندہ ایسے الزامات لگانے سے بچ سکتے ہو) ہر ایک شخص کو جس نے ان میں سے جتنا گناہ کیا ہے اس کی سزا مل جائے گی اور جو ان میں سے اس گناہ کے بڑے حصہ کا ذمہ دار تھا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جب تم نے اس بہتان کو سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے

اپنی قوم کے آدمیوں کے متعلق اچھا لگان کیا اور کیوں نہ یہ کہ دیا کہ یہ تو کھلا بہتان ہے۔

اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

”اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالْاِسْنَتِكُمْ وَتَقُولُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ
مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُوْنَهُ هَيِّئًا
وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ
قُلْتُمْ مَا يَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا
سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ (نور آیت ۱۶)

ترجمہ۔ اس وجہ سے کہ تم اس بہتان کو ایک دوسرے سے سیکھنے لگے اور اپنے
مومنوں سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اسے معمولی بات
سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات تھی۔ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب
تم نے وہ بہتان سنا تو تم نے کہہ دیا کہ یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم اس کے منہ
بات کریں اسے خدا تو ہر عیب سے پاک ہے یہ تو ایک بہت بڑا بہتان ہے۔
اب ہم بھی اس ارشادِ ربانی کے ماتحت فاروقی صاحب کے ناپاک الزام
کے اعادہ پر الٰہی ہدایت کے مطابق انہیں یہ کہتے ہیں۔ سُبْحٰنَكَ هٰذَا
بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

ان آیات کے بعد اللہ تعالیٰ یہ نصیحت فرماتا ہے :-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْعُدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ اَبَدًا اِنَّ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (نور آیت ۱۷)

ترجمہ۔ خدا تمہیں ایسی بات کو آئندہ کسی مسلمان کی نسبت (دوبارہ کرنے سے
روکتا ہے اگر تم مومن ہو۔“

افسوس ہے کہ فاروقی صاحب نے ایسے ناپاک الزامات کو دہرا کر اپنے ایمان و تقویٰ کا لباس تار تار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے اگلی آیت میں فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ
فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُونَ ۝ (نور آیت ۲۰)

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ مومنوں میں بے حیائی کی بات کی اشاعت کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان باندھنے والے بھی اور مومنوں میں اس کی اشاعت کرنے والے بھی اس وعید الہی کے حصّہ دار ہیں اگر وہ اس سے توبہ نہ کریں تو دنیا اور آخرت میں اس وعید الہی کے مطابق مقدر عذاب سے ضرور حصّہ پائیں گے۔

پس فاروقی صاحب کے لیے مقام خوف ہے۔ خدا کرے کہ وہ اشدّ نصیحت پکڑیں اور استغفار کریں اور اس قسم کی بے حیائی کے ارتکاب سے باز آئیں۔
مباہلہ کا ڈھونگ | فاروقی صاحب نے مستری عبدالکریم کے ذکر میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے ناپاک الزام لگا کر خلیفہ صاحب کو مباہلہ کا چیلنج دیا جس کو خلیفہ صابہانے بنا بنا کر ٹال دیتے تھے حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے صاف لکھا ہے کہ دو حالتوں میں مباہلہ جائز ہے

(الف) ”اَوَّلُ كَافِرٍ كَيْفَ يَدْعُو لِي رَكْعَتًا يَهُدِي لِي“

معلوم ہے کہ اسلام حق پر نہیں..... الخ
 (ب) دوم اس ظالم کے ساتھ جو بے جا تہمت لگا کر اس
 کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ ” (فتح حق ص ۴)

مباہلہ کی یہ دونوں صورتیں ہمیں مسلم ہیں۔ مگر ہم تیسری صورت مباہلہ کی تسلیم
 نہیں کرتے کہ ایک شخص دوسرے کو ذلیل کرنے کے لیے تہمت بھی لگائے اور پھر
 خود ہی اسے مباہلہ کا چیلنج بھی دیدے۔ تہمت لگانے پر صرف مظلوم کو یہ اختیار
 ہے کہ وہ بہتان باندھنے والے کو مباہلہ کی دعوت دے۔ تہمت لگانے والے
 کا دوسرے کو مباہلہ کی دعوت دیدینا محض ایک ڈھونگ ہے اور اسلام سے
 تمسخر کے مترادف ہے اور شریعت اسلامیہ کی صریح ہتک ہے۔ ایسی صورت
 میں جس پر تہمت لگائی گئی ہو اسے قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق صبر سے ہی کام
 لینا چاہیے۔ کیونکہ خدا نے تو قرآن مجید میں مقدم امر ایذا پر صبر کو ہی قرار دیا ہے
 گو مسیح موعود علیہ السلام نے اس شخص کو جس پر تہمت لگائی گئی ہو مباہلہ کرنے کی
 اجازت بھی دی ہے مگر اتنا م لگانے والوں سے جو اتنا م لگانے کے بعد پھر خود
 ہی دوسرے فریق کو مباہلہ کی دعوت بھی دے دیں مباہلہ کرنا شریعت اسلامیہ
 کی رُو سے ہرگز جائز نہیں۔ لہذا اس موقع پر کسی ٹال مٹول کا سوال ہی پیدا
 نہیں ہو سکتا۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ جماعت احمدیہ کا امام ایک خلاف شرع
 امر کا ارتکاب کر کے ایک ناجائز مثال قائم کر دیتا۔ اس کا فرض تو اس موقع پر
 یہی تھا کہ قرآنی ارشاد کے مطابق بے جا تہمتوں پر صبر سے کام لیتا اور اتنا م لگا کر
 مباہلہ کی دعوت دینے والوں کی دعوت کو رد کر دیتا۔ کیونکہ اصل سزا تو خدا کے
 ہاتھ میں ہے اور وہ صبر کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔ تعجب ہے کہ
 فاروقی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے پُرہمت صبر کو آپ

کی کمزوری پر محمول قرار دے رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ | حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ مستری
کی دعوت مباہلہ | عبدالکریم کی دعوت مباہلہ کو تو خلاف شرع

ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کر سکتے تھے۔ مگر حضور نے ان لوگوں پر اتمام حجت کے لیے انہیں اپنی خلافت کے متعلق دعوت مباہلہ دی تھی۔ کیونکہ مستری عبدالکریم اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کے دعاوی میں راستباز سمجھتا تھا۔ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذیل کے پُر زور الفاظ میں دعا فرمائی :-

”میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس کے ہاتھ میں جزا اور سزا ہے اور ذلت و عزت ہے کہ میں اس کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں اور جو لوگ میرے مقابل پر کھڑے ہیں اور مجھ سے مباہلہ کا مطالبہ کرتے ہیں وہ اس کی مرضی اور اس کے قانون کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ اگر میں اس امر میں دھوکے سے کام لیتا ہوں تو اسے خدا تو اپنے نشان کے ساتھ صداقت کا اظہار فرما۔ اب جس شخص کو دعویٰ ہو کہ وہ اس رنگ میں میرے مقابل پر آنے میں حق بجانب ہے۔ وہ بھی قسم کھائے اللہ تعالیٰ خود فیصلہ کر دے گا۔“

{ مکتوب ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۶ء بنام بابو عبد الحمید صاحب شلوی }
{ مطبوعہ رسالہ جواب مباہلہ ص ۳۰ جون ۱۹۲۹ء }

یہ دعوت مباہلہ مستری عبدالکریم کو قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔
 فاروقی صاحب کی غلط بیانی اور فاروقی صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۴۱
 ایک غلط فیصلہ کی اشاعت پر لکھا ہے:-

”خلیفہ صاحب نے شیخ عبدالرحمن مصری صاحب اور ان
 کے رفقاء کو تنگ کرنا شروع کر دیا بعض پر تو قاتلانہ حملے
 بھی ہوئے۔ اسی سلسلہ میں ایک مقدمہ جو جی ڈی کھوسلہ
 مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوا اس نے اپنے فیصلہ میں لکھا:-

”اپنے دلائل کو سنوارنے اور فرقے کو ترقی دینے
 کے لیے انہوں (مرزا پٹوں) نے ان ہتھیاروں کا استعمال
 کیا جن کو عام طور پر ناپسندیدہ کہا جائے گا۔ یعنی ان
 اشخاص کے دلوں میں جنہوں نے ان کی جماعت میں شامل
 ہونے سے انکار کیا نہ صرف بائیکاٹ اخراج اور بعض
 اوقات اس سے بھی بدتر مصائب کی دھمکیوں سے
 دہشت انگیزی پیدا ہوئی۔“ (فتح حق ص ۱۲)

اس بارہ میں عرض ہے کہ یہ بالکل غلط بات ہے کہ شیخ عبدالرحمن صاحب
 مصری سے کسی متعلقہ امر کے سلسلہ میں کوئی مقدمہ جی ڈی کھوسلہ کی عدالت میں
 پیش ہوا۔ یہ مقدمہ جس کے فیصلہ کا فاروقی صاحب حوالہ دے رہے ہیں اس کا
 آخری فیصلہ تو ہائیکورٹ میں ۱۱ نومبر ۱۹۳۵ء کو ہوا تھا اور عبدالرحمن صاحب
 مصری ۱۹۳۴ء میں جماعت سے خارج کیے گئے تھے۔ یہ مقدمہ دراصل سرکار بنام
 سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری تھا جو ان کی ایک اشتعال انگیز تقریر کی بنا پر
 گورنمنٹ نے ان پر دائر کیا تھا اور جس میں انھیں ماتحت عدالت سے چھ ماہ کی سزا

ہو گئی تھی۔ سید عطاء اللہ شاہ صاحب نے اس کی اپیل جی ڈی کھوسلہ سیشن جج گورداسپور کی عدالت میں کی۔ اس پرمسٹر کھوسلہ نے سید عطاء اللہ شاہ کی سزا میں تخفیف کر دی اور جماعت احمدیہ کے بانی اور موجودہ امام کے خلاف قابل اعتراض فقرات لکھے۔

قدراً اس سے جماعت احمدیہ میں غم و غصہ کی شدید لہر پیدا ہوئی کیونکہ وہ فریق مقدمہ نہ تھے۔ لہذا زبردفعہ ۵۴۱- الف ضابطہ فوجداری اس فیصلہ میں بعض قابل اعتراض حصوں کے انسراج کی درخواست ہائی کورٹ میں پیش کی گئی۔ اس درخواست کی سماعت آنریبل مسٹر جسٹس کولڈ سٹریم نے کی۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے رائٹ آنریبل سرتیج بہادر سپروی۔ سی، وغیرہ نے پیری کی ہائی کورٹ کے آنریبل جسٹس کولڈ سٹریم نے پہلے جی ڈی کھوسلہ سیشن جج کے محولہ بالا فیصلہ کے الفاظ اپنے فیصلہ میں اس طرح نقل کیے :-

”اب میں ان الفاظ کو لیتا ہوں کہ اپنے عقائد کو منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لیے انھوں نے (راجدلو نے) ایسے ہتھیار استعمال کیے جو معمولی حالات میں نہایت ناپسندیدہ سمجھے جاتے ہیں۔ جو لوگ ان میں شامل ہونے سے انکار کرتے یہ انہیں نہ صرف بائیکاٹ اور اخراج بلکہ اس سے بھی سخت تر اقدام کی دھمکیاں دیکر ڈراتے ہیں۔ بسا اوقات ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا کر اپنی تبلیغ کی تائید بھی کرتے۔۔۔۔۔“ الخ

یہ الفاظ نقل کرنے کے بعد آنریبل جسٹس نے تحریر فرمایا کہ :

”سیشن جج کے یہ الفاظ واقعات کا بالکل صحیح بیان نہیں

ہیں۔ اس بات کی کوئی شہادت نہیں کہ سوائے ان لوگوں کے جو جماعت کو چھوڑ گئے ہوں یا ان سے لڑ بیٹھے ہوں اور کسی کو اس وجہ سے کہ وہ کیوں قادیانیوں میں شامل نہیں ہوتا ڈرایا دھمکایا گیا ہو اس امر کی کافی شہادت ہے اور خود مرزا صاحب کے بیان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ جو اشخاص جماعت کی نظر میں قابل اعتراض ہو گئے ان سے قطع تعلق کر لیا گیا، یا تمدنی رنگ میں ان پر قادیان سے چلے جانے کے لیے دباؤ ڈالا گیا۔ اگرچہ اس معاملہ میں یہ نتیجہ نکالنے کے لیے بہت کم وجہ موجود ہے کہ ایسے لوگوں کے متعلق کوئی خلاف قانون دباؤ ڈالا گیا۔ جہاں تک سخت تر اقدام کی دھمکی کا تعلق ہے عبدالکیم کی گواہی موجود ہے کہ اُسے قتل کرنے کی دھمکی دی گئی۔ فاضل سیشن جج نے اسے باور کرایا۔“

{ ماخوذ از فیصلہ ہائیکورٹ بمقدمہ سرکار بنام
عطاء اللہ شاہ بخاری ضد مطبوعہ جماعت احمدیہ ہوا }

فاضل جج ہائیکورٹ پنجاب کے اس فیصلہ سے ظاہر ہے کہ انہوں نے مسٹر جی ڈی کھوسلہ سیشن جج گورداسپور کے اس فیصلہ کو جسے فاروقی صاحب نے اپنی کتاب میں ہمیں ظالم ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے درست نہیں سمجھا بلکہ رد کر دیا ہے۔ انسوس ہائی کورٹ کے فاضل جج کی اس تردید کے باوجود فاروقی صاحب نے اپنی کتاب میں جی ڈی کھوسلہ کے فیصلہ کو درج کر کے پیکی کو منسلک دینے کی کوشش کی ہے اور محض ہماری جماعت اور اس کے امام سے بغض اور

حد کا مظاہرہ کیا ہے۔

واضح رہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی شخصیت وہ عظیم شخصیت ہے جس کے متعلق خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں پیشگوئی فرمائی تھی ”يَتَزَوَّجُ وَيُولَدُ لَهُ“ کہ مسیح موعود نکاح کرے گا اور اس نکاح سے اس کی خاطر اولاد پیدا ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کا ذکر کر کے تحریر فرماتے ہیں:-

”سَمِعْتُ هَذَا إِشَارَةً إِلَى أَنَّ اللَّهَ يُؤْتِيهِ وَلَدًا صَالِحًا يُشَابِهُهُ أَبَاهُ وَلَا يَأْبَاهُ وَيَكُونُ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ الْمَكْرُومِينَ“

(آئینہ کمالات اسلام ص ۸۷ حاشیہ)

ترجمہ :- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی میں یہ اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ مسیح موعود کو ایک صالح لڑکا دیکھا جو اپنے باپ کے مشابہ ہوگا اور اس کا منکر نہیں ہوگا اور خدا کے معزز بندوں میں ہوگا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نشان آسمانی میں نعمت اللہ ولی علیہ الرحمۃ کی پیشگوئی کا ذکر اپنے اس لڑکے کے متعلق ان الفاظ میں فرماتے ہیں:-

”دَوْرٌ أَوْ جُودٌ شَوْدٌ تَمَامٌ بِكَامٍ

پسرش یادگار سے پسند

اور اس کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں:-

”جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو

اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یا دگار رہ جائے گا یعنی

مقدوریوں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا

دیگا، جو اس کے نمونہ پر ہوگا اور اس کے رنگ میں رنگین
 ہو جائے گا اور وہ اس کے بعد اس کا یادگار ہو جائیگا
 یہ درحقیقت عاجز کی اس مٹیگوٹی کے مطابق ہے جو
 ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے۔“

(نشان آسمانی ص ۱۳)

ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری مہشراولاد
 خدائی وعدوں کے مطابق نیک اور بابرکت تھی جیسا کہ حضور نے تحریر فرمایا تھا:
 ”اولاد بھی نشان ہوگی جیسا کہ خدا نے نیک اور بابرکت
 اولاد کا وعدہ دیا اور پورا کیا“ (سراج منیر ص ۵۵)
 پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

خدا یا تیرے فضلوں کو کروں یاد بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
 کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد بڑھینگے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
 خبر تو نے یہ مجھ کو بارہا دی
 فسبحان الذی اخزى الاعداء

اس کلام میں حضرت مسیح موعود کی بشارت کے ماتحت ہونے والی اولاد کو
 خدائی وعدہ کے مطابق قطعی طور پر بربادی سے بچائے جانے اور اس کے دشمنوں
 کے رسوا ٹی پانے کا ذکر ہے۔ پس جو بھی مسیح موعود علیہ السلام کی اس مہشراولاد
 سے دشمنی رکھے گا وہ آپ کے دشمنوں میں شمار ہوگا اور رسوا ہوگا۔

خلیفۃ المسیح الثانی کی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر منبری
 الزامات سے الہامی بریت عبدالکریم اور شیخ عبدالرحمن مصری نے جو سنگین
 الزامات لگائے ہیں ان کے بارہ میں فاروقی صاحب لکھتے ہیں:-

اگرچہ خلیفہ صاحب کہتے ہیں کہ دعویٰ کے بعد اعتراضات
کی بوجھاڑ ہوتی ہے اور دشمن پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر
حقیقت یہ ہے کہ اعتراضات تو ہوتے ہیں اور مکذبین
کی طرف سے الزامات بھی لگائے جاتے ہیں۔ مگر
اللہ تعالیٰ اپنی تائید اور وحی کے ذریعہ سے اپنے فرستادہ
کی بریت فرماتا رہا ہے۔“ (فتح حق ص ۷)

فاروقی صاحب کا یہ بیان درست ہے۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ
المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر سنگین الزامات کی تردید اپنی اس پاک وحی میں خود فرمادہ
ہے جس وحی کے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا فاروقی صاحب بھی انکار نہیں
کر سکتے اور یہ وہ وحی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر آپ کے اہل بیت
کی برأت اور تطہیر میں چار دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآنی الفاظ میں نازل
ہوئی۔ اس وحی کے الفاظ یہ ہیں :-

اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا
یعنی خدا نے ارادہ کر لیا ہے کہ تمہارے اہل بیت
سے ناپاکی کو دور رکھے اور انہیں خوب پاک قرار دے۔

پہلی بار : ۲۲ جنوری ۱۹۰۴ء (تذکرہ ص ۶۸)

دوسری بار : ۳ فروری ۱۹۰۴ء ” ص ۶۸

تیسری بار : ۲ مارچ ۱۹۰۴ء ” ص ۶۹

چوتھی بار : ۱۳ مارچ ۱۹۰۴ء ” ص ۷۰

مکمل ہے چار دفعہ یہ الہام نازل کرنے میں خدا تعالیٰ کا اس صرف اشارہ ہو

کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت پر چار دفعہ گند اُچھالا جانے والا ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے چاروں مواقع کے لیے چار بار یہ الہام نازل کر کے آپ کے اہل بیت کی اپنی پاک وحی کے ذریعہ الزامات سے بریت فرمادی۔ پہلی دفعہ مستری عبد الکریم کے الزام لگانے پر۔ دوسری دفعہ شیخ عبدالرحمن مصری کے الزام لگانے پر۔ تیسری دفعہ نام نہاد حقیقت پسند پارٹی کے الزام لگانے پر اور اب چوتھی دفعہ فاروقی صاحب مؤلف کتاب ”فتح حق“ کے ان الزامات کو دہرانے پر۔

اس موقع پر اس بات کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ پہلی بار یہ وحی نازل ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کشفی حالت میں ہی کسی کو آواز دے کر بلند آواز سے کہتے ہیں ”فتح فتح“ پس مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت کے لیے یقینی فتح الہامی طور پر مقدر تھی نہ کہ دشمنانِ اہل بیت مسیح موعود کے لیے۔

ایک حاسد کے لیے اسی دن یعنی ۱۳ مارچ ۱۹۷۹ء کو یہ بھی الہام ہوا:-
 ”لا ہور میں ایک بے شرم وکیل نک و لا فکاک
 (تذکرہ ص ۷۷)

یعنی لاہور کے ایک بے شرم کو کہا گیا ہے تیرے لیے بھی وکیل ہے اور تیرے برہتان کے لیے بھی وکیل ہے۔

سمجھنے والے خود سمجھ لیں ہم کسی کی تعیین کرنا نہیں چاہتے۔

اصل میں جماعت کو ایسا امتحان ضرور پیش آنے والا تھا۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے اسی دن جب کہ اہل بیت کی تطہیر کے لیے آخری الہام ہوا یہ الہام بھی نازل فرمادیا :-

ایک امتحان ہے بعض اس میں کپڑے جائیں گے اور
بعض چھوڑے جائیں گے۔“

(تذکرہ ص ۱۹۰ مورخ ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء)

یہ امتحان حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات پر پیش آیا۔ جو
ٹھیک ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو اس الامام کے سات سال بعد ہوئی۔ اس وقت حجاز
کے وافر قبیلے ہو گئے۔ پس چونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کی تطہیر اور ان سے اپنی معیت
کا وعدہ کر رکھا تھا اس لیے جو جماعت اہل بیت مسیح موعود کی حامی ہوئی خدائی
فیصلہ کے مطابق وہی حق پر قرار پائی اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے آسمانی وحی سے فتح کا
وعدہ دیا ہے۔ اُس دن یہ الامام بھی پورا ہوا:-

”کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کیے جائیں گے اور کئی بڑے
ہیں جو چھوٹے کیے جائیں گے۔ پس مقام خوف ہے۔“

(تذکرہ ص ۵۳۵)

کیا یہ قابل شرم حرکت نہیں کہ فاروقی صاحب اب متری عبدالکریم اور شیخ
عبدالرحمن مصری کے سنگین اور ناپاک الزامات کو دہرا کر دنیا کو یہ دکھانا چاہتے
ہیں کہ حضرت اقدس کے الزامات آپ کے اہل بیت کی تطہیر کے متعلق معاذ اللہ
غلط ثابت ہوئے؟ شرم، شرم، شرم۔ صد افسوس۔

یوسف موعود | حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر انما یرید اللہ لیزہب
عنکم الرجس اهل البیت ویطہرکم تطہیراً کے الامام
کے علاوہ جس میں اہل بیت کی تطہیر کا ذکر ہے یہ الامام بھی ہوا۔
”اِنِّیْ لَا جَدُّ رِیْحٍ یُّوسُفُ لَوْلَا اَنْ تَقْبَلُوْنَ۔“

(تذکرہ ص ۵۲۴)

”کہ میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ تم مجھے
سٹھپایا ہو اکو“

اس الہام میں مصلح موعود کا نام یوسف رکھ کر آپ پر سنگین الزامات لگنے اور
اُن سے آپ کے پاک ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے اور حضرت مسیح موعود کو اس
کی خوشبو آنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مصلح موعود ظاہر ہو گا۔ اس کے
ساتھ ہی حضور کو یہ الہام ہوا: ”إِنِّي مَعَ الرُّوحِ مَعَكَ وَمَعَ أَهْلِكَ“
(تذکرہ ص ۵۲۴) کہ میں روح کے ساتھ تمہارے اور تمہارے اہل کے ساتھ
ہوں یعنی ان کی روحانی لحاظ سے نصرت کروں گا۔

پھر یہ الہام بھی ہوا:-

”إِنِّي مَعَكَ وَمَعَ أَهْلِكَ هَذِهِ“ (تذکرہ ص ۵۲۴)

”کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے ساتھ بھی ہوں۔“ اس میں حضرت
مسیح موعود کے اس وقت کے موجودہ اہل بیت کو خدا کی تائید اور نصرت دینے کا
وعدہ دیا گیا ہے۔ پھر حضور پر یہ الہام چار دفعہ ہوا:-
”النَّظَرُ إِلَى يُوسُفَ وَإِقْبَالُهُ“

(تذکرہ ص ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸)

کہ یوسف اور اس کے اقبال کو دیکھ!

پس مصلح موعود کا نام یوسف رکھنے میں اور پھر اس کو اقبال دیا جانے میں
اس کے پاک ہونے اور برحق خلیفہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

فاروقی صاحب کے پیش کردہ الہامات | فاروقی صاحب نے حضرت مسیح موعود
ورویا کی غلط تشریح کی تردید | علیہ السلام کے بعض الہامات کو جن کا
مصلح موعود کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ ان میں بعض اور لوگوں کی قباحت اور شناخت

بیان کی گئی ہے محض نبض و عداوت کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر چسپاں کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ حضرت مرزا غلام احمد کی چند مندر پیشگوئیاں اور الہامات کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

”اب حضرت مرزا صاحب خدا سے مدد کے خواستگار رہتے تھے اور روحانی وارث کے لیے دعائیں مانگتے رہتے تھے رب لا تذر فی خردا وانت خیر الوارثین اسے میرے رب تو مجھے اکیلا مت چھوڑو اور تو سب سے بہتر وارث دینے والا ہے آپ کی ان دعاؤں کے صلہ میں آپ کو آپ کی ذریت میں سے ایک مصلح موعود کے آپ کی جماعت میں پیدا ہونے کی خوش خبری دی“ (فتح حق ص ۴)

فاروقی صاحب! سنئے، خدا نے تو کہا تھا کہ تیرے مانگنے کے موافق میں تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو بپائی قبولیت جگہ دی (الہام متعلق مصلح موعود مندرجہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۹۷۷ء) اس سے تو ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کو ٹی نشان اپنے زمانہ کے لیے طلب فرما رہے تھے۔ لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مصلح موعود بقول فاروقی صاحب سو لوہیں صدی میں آنا چاہیے۔ جبکہ مسیح موعود کی یہی خواہش تھی اور اسی کے لیے آپ نے تضرع سے دعائیں کیں کہ آپ کو ایک نشان رحمت دیا جائے اور خدا تعالیٰ نے اس پر آپ کے ہاں ایک مسیح نبض فرزند ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر ۹ سال کے اندر اس کے پیدا ہونے کا وعدہ دیا۔

(۱) آگے فاروقی صاحب لکھتے ہیں:-

”الف“ ایک الہام ہوا ”الفتنة ههنا“ یعنی
 خاص فتنہ یہاں پہلے سے موجود ہے (تذکرہ ص ۵۸)
 پھر مصلح موعود کی آمد اور پھر اس کے غلبے پر الہام ہوا
 ”وامتازوا اليوم آیتها المجرمون“ (تذکرہ ص ۶۲)
 یعنی فتنہ پردازوں اور مجرموں کا ظاہر ہو جانا اور
 پھر ان کا یہ کہنا ”انا کنا خاطئين“ (تذکرہ ص ۵۸)
 کہ واقعی ہم خطا کا رتھے۔ اس بات کی طرف صاف
 دلالت کرتا ہے کہ فتنہ پرداز لڑ کا پہلے پیدا ہو گا، اور
 مصلح موعود بعد میں آئیگا۔ (فتح حق ص ۴)

الجواب: یہ نتیجہ جو ان الہامات سے نکالا گیا ہے سرسمر جھوٹ اور بے بنیاد
 ہے ان میں سے پہلے الہام میں فاروقی صاحب نے الفتنة ههنا کا ترجمہ
 یہ کیا ہے ”اس جگہ ایک فتنہ موجود ہے اور مراد اس سے حضرت خلیفۃ المسیح
 الثانی کا وجود لیا ہے۔ حالانکہ یہ ترجمہ غلط ہے حضرت اقدس اس جگہ پورے
 الہام کا ترجمہ جس کا فاروقی صاحب نے ایک حصہ پیش کیا ہے، یوں تحریر فرماتے
 ہیں:-

”اس جگہ ایک فتنہ ہے سوا دلو العزم نبیوں کی طرح
 صبر کر دجب خدا مشکلات کے پہاڑ پر تجلی کرے گا تو
 انہیں پاش پاش کر دے گا یہ خدا کی قوت ہے جو اپنے
 بندے کے لیے وہ غنی مطلق ظاہر کرے گا۔“

یہ الہام ۱۸۸۳ء کا ہے ملاحظہ ہو ص ۵۸ اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود
 صاحب اس الہام سے چھ سال بعد پیدا ہوئے۔ اور یہ الہام بقول فاروقی صاحب

اس فتنہ کے متعلق یہ بتانا ہے کہ ”یہ خاص فتنہ یہاں پہلے سے موجود ہے“ پس حضرت اقدس کے فرزند صاحب زادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے وجود سے اس فتنہ کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا تھا، بلکہ اس فتنہ سے مراد وہ فتنہ ہے، جو غیر احمدی علماء نے فتویٰ تکفیر کی صورت میں حضرت مسیح موعود کے خلاف اس الہام کے نازل ہونے کے بعد کھڑا کیا۔

فاروقی صاحب نے الفتنۃ ھلھنا کا جو ترجمہ کیا ہے کہ ”فتنہ یہاں پہلے سے موجود ہے“ یہ سراسر غلط ہے اور پھر اس کی یہ تشریح کہ فتنہ پردار لڑکا پہلے پیدا ہوگا دیدہ و دانستہ غلط بیانی ہے۔ پس ان کا ترجمہ بھی غلط ہے اور تشریح بھی غلط۔

برائین احمدیہ حصہ پنجم ص ۶۴ میں حضرت اقدس نے اس الہام سے پہلے توئے تکفیر والا الہام تحریر فرمایا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :-

” اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِي كَفَرَا اَوْ قَدِ ابْدٰ
يَا هَامَانَ تَبَّتْ يَدَا اَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ -
مَا كَانَ لَهُ اَنْ يَدْخُلَ الْاَخَانِفَا وَمَا
اَصَابَكَ مِنَ اللّٰهِ الْفِتْنَةُ هُمْ اَفْضَلُ
كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ “

ترجمہ از مسیح موعود: ”اس مکر کرنے والے کو یاد کر جو تجھے کافر کھڑائے گا اور تیرے دعویٰ سے منکر ہوگا۔ وہ ایک اپنے رفیق سے استغناء پر فتویٰ لے گا“ تا عوام کو اس سے افروختہ کرے ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابی لہب کے جن سے وہ فتویٰ لکھا تھا..... اور وہ بھی ہلاک ہو گیا..... اس کو مناسب نہ تھا کہ اس معاملہ میں دخل دیتا۔ مگر ڈرتے ڈرتے..... جو تجھے تکلیف پہنچے گی

وہ خدا کی طرف سے ہے۔ یعنی خدا اگر نہ چاہتا تو یہ فتنہ برپا کرنا اس کی مجال نہ تھا“ اور پھر فرمایا ”اس وقت دنیا میں بڑا شور اٹھیکٹا اور بڑا فتنہ ہوگا۔ پس تجھ کو چاہیئے کہ صبر کرے جیسا کہ لو العزم پیغمبر صبر کرتے رہے“ ص ۶۶۔ اس ترجمہ سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک اس فتنہ کا تعلق جو امام میں مذکور ہے اس فتنہ سے تھا جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی طرف سے حسنت اقدس کے خلاف فتویٰ کفر تیار کرنے پر سارے ملک میں اٹھا تھا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

”اس سے پہلی پیشگوئی اس استفتاء کے بارے میں ہے جو مولوی محمد حسین کے ہاتھ سے اور مولوی نذیرین کے ہاتھ سے فتویٰ لکھنے سے ظہور میں آیا۔ جس سے ایک دنیا میں شور اٹھا اور سب نے ہمارا تعلق چھوڑ دیا۔ اور کافر اور بے ایمان اور دجال کنا موجب ثواب سمجھا۔“ ص ۶۶

امام وَأَمَّا زُوالُ الْيَوْمِ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ کا تعلق بھی مصلح موعود سے نہیں ہے۔ اس امام کا سیاق یہ ہے ”انی أَخَافُ كُلَّ مَنْ فِي الدَّارِ وَأَمَّا زُوالُ الْيَوْمِ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ“ (تذکرہ ص ۶۲) ترجمہ از مبع موعود:- میں ہر ایک کو جو اس گھر میں ہے نگاہ رکھوں گا۔ اے مجرمو آج تم الگ ہو جاؤ حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم جلدی کرتے تھے۔

پہلے امام میں ”دارالمیچ“ میں رہنے والوں کے طاعون سے محفوظ

رہنے کا وعدہ ہے اور یہ وعدہ متقیوں اور مجرموں کے درمیان امتیاز اور نشان قرار دیا گیا ہے اور اس نشان کے ذریعہ حق کا فتح پانا اور باطل کا شکست کھانا بیان کیا گیا ہے۔ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ سے مراد بھی عذاب الٰہی ہے جو مخالف طلب کرتے تھے۔ پس ان الہامات کا مصلح موعود کی ذات سے کوئی تعلق نہیں۔

”تذکرہ ص ۶۵۱ کا الہام اِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ترتیب میں مندرجہ ذیل الہامات کے درمیان واقع ہے :-

”رَبِّ اٰخِرُوْنَ هٰذَا اٰخِرُهُ اللّٰهُ اِلٰی وَاٰتٍ
مُّسَمًّى تَرٰی نَصْرًا عَجِیْبًا یَّجْرُدُنْ عَلٰی
الْاَذْقَانِ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا اِنَّا كُنَّا
خَاطِئِیْنَ یَا نَبِیَّ اللّٰهُ کُنْتَ لَا اَعْرِفُكَ
لَا تَتَرَبَّصْ عَلَیْكَ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ
لَکُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ“

ترجمہ از سبح موعود علیہ السلام :-

”اے خدا بزرگ زلزلہ کے ظہور میں کسی قدر تاخیر کر دے۔ خدا نمونہ
نبیامت کے زلزلہ میں ایک وقت مقرر تک تاخیر کر دے گا۔ تب تو
ایک عجیب مدد دیکھے گا اور تیرے مخالف ٹھوڑیوں کے بل گر جائیں گے
یہ کہتے ہوئے اے خدا ہمیں بخش دے اور ہمارے گناہ معاف
کر ہم گناہ گار تھے اور زمین دینی اہل زمین ناقص کہے گی اے خدا
کے نبی میں تجھے شناخت نہ کرتی تھی۔ اے خطا کار و آج تم پر کوئی
ملامت نہیں خدا تمہیں بخش دے گا وہ ارحم الراحمین ہے“ (تذکرہ ص ۵۱۰-۵۱۱)

اس پیشگوئی کا تعلق پانچویں زلزلہ سے معلوم ہوتا ہے۔ پس یہ پیشگوئی اپنے وقت پر پوری ہوگی۔ اور اس دن اہل زمین حضرت اقدس کو اسے نبی اللہ کہہ کر کہیں گے کہ وہ آپ کو نہیں پہچانتے تھے شاید اس دن سارے منکرین خلافت ربیعہ فاروقی صاحب اور ان کے ہموا (بھی حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ مان لیں۔ آج کل خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ منکرین خلافت احمدیہ یہ پردہ پگینڈا کرتے رہتے ہیں کہ انہوں نے مرزا صاحب کو نبی بنا دیا۔ مگر وقت بھی کیسا عجیب ہوگا کہ اس دن ساری دنیا آپ کو نبی اللہ تسلیم کر لے گی۔ پس حق کی فتح اس طرح ہوگی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ساری دنیا میں نبی اللہ تسلیم کیے جائیں گے۔

(۲) فاروقی صاحب آگے لکھتے ہیں :-

”پھر الامام ہوتا ہے۔“ ولا تعلمنی فی الذین ظلموا
انہم مخرقون“ اور مجھ سے ان ظالم لوگوں کے
بارے میں مت کہہ یا خطاب کر کیونکہ وہ غرق ہونے
والے ہیں۔“ (تذکرہ ص ۶۰)

”اور جب ہم قرآن شریف میں دیکھتے ہیں تو قریب قریب
یہی الفاظ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو کہے تھے اور
ان کے لڑکے کے متعلق کہا تھا انتہ عمل غیر
صالح۔ جبکہ اس کے بچانے کے لیے نوح نے التجا کی تھی۔
مگر بالآخر وہ لڑکا ہلاک ہوا۔ حضرت مرزا صاحب کو
امام ہوا تھا انتہ عبد غیر صالح اور وہ بدکار
لڑکا ہے، (تذکرہ ص ۷۵)

الجواب : فاروقی صاحب نے اِنَّهُ عَبْدٌ غَيْرٌ صَالِحٍ کا ترجمہ اس
 امام کو اس کے سیاق سے الگ کر کے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام
 کی تشریح کو رد کر کے ”وہ بدکار لڑکا ہے“ کر دیا ہے۔ یہ امر فاروقی صاحب
 کے خود غلط کارہونے کا ایک روشن ثبوت ہے کیونکہ پورا امام یوں ہے :-

لَعَلَّكَ بِاِخْعِ نَفْسِكَ اَنْ لَا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ
 لَا تَقْنَفْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ
 فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّخْرَجُوْنَ يَا اِبْرَاهِيْمُ
 اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهُ عَبْدٌ غَيْرٌ صَالِحٍ اِنَّمَا
 اَنْتَ مُّذَكِّرٌ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسِيْطِرٌ

ترجمہ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام :-

”کیا تو اسی غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دے گا کہ یہ لوگ کیوں ایمان
 نہیں لاتے جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑ۔ اور ان
 لوگوں کے بارے میں جو ظالم ہیں میرے ساتھ مخاطبت مت کر۔ وہ
 غرق کیے جائیں گے۔ اے ابراہیم اس سے کنارہ کر یہ صالح آدمی
 نہیں تو صرف نصیحت دہندہ ہے ان پر داروغہ نہیں۔“

یہ ترجمہ کرنے کے بعد بطور تشریح حضرت اقدس لکھتے ہیں :-

”یہ چند آیات جو بطور امام القاب ہوئی ہیں بعض خاص
 لوگوں کے حق میں ہیں۔“ ربراہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۵۹ و ص ۵۱۵
 اور ربراہین احمدیہ حصہ پنجم میں اس امام کی تشریح میں فرماتے ہیں :-
 ”حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بعض اپنی قوم کے لوگوں
 سے اور قریب کے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا پڑا

تھاپس میری نسبت یہ پیشگوئی تھی کہ تمہیں بھی بعض قوم
کے قریب لوگوں سے قطع تعلق کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ایسا
ہی ظہور میں آیا۔“

پس یہ پیشگوئی حضرت خلیفہ المسیح الثانی مصلح موعود کے دعویٰ بلکہ خلافت سے
پہلے ہی پوری ہو چکی تھی۔

یہ براہین احمدیہ حصہ چہارم ۱۸۸۲ء میں شائع ہوئی ہے جس میں یہ الہامات
درج ہیں مگر مصلح موعود کی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو کی گئی اور حضرت
خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس پیشگوئی کے مطابق بموجب وعدہ الہی ۱۹ سال
کے عرصہ میں ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے گویا اس وقت حضرت مسیح موعود
کی مبشر اولاد ہی سے کوئی وجود میں ہی نہیں آیا تھا۔ جسے غیر صالح قرار دیا جانا۔
اس الہام میں دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لوح کہہ کر نہیں بلکہ ابراہیم
قرار دیکر ایک عبد غیر صالح سے اعراض کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور ابراہیم آپ کو اس
یہ قرار دیا گیا ہے کہ آپ کے ہاں حضرت اسماعیل کی طرح ایک عظیم الشان موعود
فرزند پیدا ہونے والا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا:-
”يُخْرِجُ هَمَّةً وَغَمَّةً دَوْحَةً اِسْمَاعِيلَ نَاخِفَهَا

حَتَّى يَخْرُجَ“ (تذکوا ص ۵۸۸)

”ترجمہ: اس کا (یعنی مسیح موعود کا) نافلہ اِہم اور غم اسماعیل کے درخت
کو نکالے گا۔ پس اس کو مخفی رکھ کر یہاں تک کہ وہ نکل آئے۔“

اسماعیل کے معنی ہیں خدا نے تیری سن لی۔ اس میں اشارہ تھا کہ یہ اسماعیل
آپ کی دعاؤں کے نتیجے میں پیدا ہوگا۔ فاخفها میں ہدایت تھی کہ اس کی تشریح نہ
کریں کیونکہ دراصل واقعات اس کی پوری تشریح کرنے والے تھے۔ چنانچہ

واقعات نے اس الہام کو حضرت خلیفہ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے متعلق ثابت کر دیا ہے آپ نے حضرت اسماعیل کی طرح اپنی والدہ کے ساتھ ایک دادی غیر ذی زرع میں ہجرت فرمائی اور شہر آباد کیا جس کا نام دلیوہ ہے۔ اس اسماعیل کو درخت اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ اس کی شانوں تلے لوگ روحانی راحت پانے والے تھے چنانچہ آپ کی شاخیں اب مشرق و مغرب میں پھیل کر دنیا کو روحانی سایہ سے مستفیض کر رہی ہیں جو دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فیض ہے۔

یزیدیوں کا اخراج | فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

”پھر مرزا صاحب کو قادیان کے متعلق الہام ہوا اُخْرِجْ مِنْهُ اَیُّ زَیْدٍ یُّؤْتِ تَذْکِرَہٗ ۱۱۱ یعنی یزیدی صفت لوگ اس بستی میں پیدا ہونگے۔ اب یزیدی کسی خاص قوم یا قبیلہ کا نام نہیں بلکہ یزید پلیدی کی رعایت سے اس کے پیروکاروں کو یزیدی کہا جاتا ہے۔ کوئی ایسا خلیفہ ہوگا جو یزید کی طرح خلافت حقہ اسلام میں دعویٰ نہ ہوگا۔ پھر خدا تعالیٰ ایسے سامان کرے گا کہ یہ خلیفہ مع اپنے پیرو کے قادیان سے نکال دیا جائے گا جیسا کہ اخراج کے لفظ سے ظاہر ہے اس کی تخصیص کرنے کے لیے حضرت مرزا صاحب کو ”بلائے دمشق“ تذکرہ میں ۱۱۱ کا بھی الہام ہوا تھا۔ واضح ہو کہ یزید کا پایہ تخت دمشق تھا اسی قسم کی ایک بلا قادیان میں بھی پیدا ہو جائے گی۔ فتح حق ص ۲۷۸-۲۷۹

الجواب : حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ درج کر کے ازالہ ادہام

کے حاشیہ میں لکھا ہے:

”یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ

اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت

اور مشابہت رکھتا ہے“ (ازالہ اہام ص ۷۱-۷۲)

پھر یہ الہام درج کرنے کے بعد اُگے چل کر لکھتے ہیں:-

”خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے اور وہ اس بات کا شاہدِ حال

ہے کہ اس نے قادیان کو دمشق سے مشابہت دی ہے

اور ان لوگوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ یزیدی الطبع ہیں

یعنی اکثر وہ لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں

یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں“

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جگہ یزیدیوں سے اس زمانے میں

قادیان میں رہنے والوں میں سے نبیث فطرت انسان مراد لیے ہیں ہاں اُخرج

کے ایک لغوی معنی نکالے گئے کہ بھی ہیں اس صورت میں الہام اُخْرَجَ مِنْهُ

اَلَيْهِ زَيْدِيُونُ کے بطور پیشگوئی یہ معنی بنتے ہیں کہ یہ یزیدی طبع لوگ قادیان

سے نکالے جائیں گے۔

یزیدی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے دشمن تھے اس صورت میں

اس پیشگوئی کے مصداق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کو اہل بیت مسیح موعود سے

دشمنی ہو اور اس دشمنی نے انھیں قادیان سے خارج کر دیا ہو۔ فاروقی صاحب

خوب جانتے ہیں کہ اہل بیت مسیح موعود کے دشمن کون ہیں۔

”بلائے دمشق“ تذکرہ ص ۷۱ کا الہام اُخْرَجَ مِنْهُ الْيَزِيدِيُونُ سے

کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے بلکہ یہ دمشق میں پیش آنے والی کسی مصیبت پر دلالت

کرتا ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک قابل قدر مبلغ مولانا جلال الدین شمس کو دمشق میں وہاں کے علماء کی سازش کی وجہ سے شدید زخمی کر دیا گیا اور معجزانہ طور پر ان کی جان بچی۔

(۴) فاروقی صاحب آگے لکھتے ہیں :-

”حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اپنی جماعت کے لیے اور پھر قادیان کے لیے دعا کر رہا تھا کہ یہ الہام ہوا ”زندگی کے فیش سے دُور جا پڑے ہیں“ تذکرہ ص ۱۵۰
فَسَحَقَهُمُ تَسْحِيقًا یعنی ان کو اس گمراہی کی وجہ سے پس ڈالا جائے گا۔ سو جس طرح قادیان سے اس محمودی جماعت کو اکھاڑ پھینکا گیا ہے وہ اب تباہی کا حصہ ہے۔“ (فتح حق ص ۷۸)

الجواب : ہمارے نزدیک پہلا الہام احمدیوں کے لاہوری فریق سے متعلق ہے کیونکہ اسلامی زندگی کا فیشن قیام خلافت سے وابستہ ہے پس جن لوگوں نے حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کو چھ سال تک خلیفۃ المسیح تسلیم کر کے خلافتِ ثانیہ کا انکار کیا وہی زندگی کے فیش سے دُور جا پڑے ہیں۔
”فَسَحَقَهُمُ تَسْحِيقًا“ کا الہام فاروقی صاحب نے جماعتِ احمدیہ کی قادیان سے ہجرت پر چسپاں کیا ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اس دعا کا تعلق ان لوگوں سے بتایا ہے جو ماموروں کی راہ میں روک ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضورؑ نے اس کی تشریح میں فرمایا ہے۔

”ہمیشہ سے سنت اللہ اسی طرح چلی آتی ہے کہ اس کے ناموں کی راہ میں جو لوگ روک ہوتے ہیں۔ ان کو ہٹا دیا کرتا ہے۔“

یہ خدا تعالیٰ کے بڑے فضل کے دن میں ان کو دیکھ کر
خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین بڑھتا ہے۔ (تذکرہ ص ۵۱۳)

پس اس الہام کا جماعت کی ہجرت سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ یہ مسیح موعودؑ
کی راہ میں روک ہوئے والے منکین سے متعلق ہے۔ ماسوا اس کے مومنوں کی
جماعت کے لئے ہجرت کوئی عذاب نہیں ہوتا۔ ہجرت تو انبیاء اور ان کی جماعتوں
کو کرنی پڑتی ہے اور مہاجرین کے لیے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ قرآن کریم میں مذکور
ہے۔ وَمَنْ يَهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مَرَاغِمًا
كَثِيرًا وَسَعَةً (سورۃ نساء) کہ جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے وہ بہت
فراخی اور وسعت پائیگا۔ چنانچہ یہ ہجرت جماعت احمدیہ کے لیے نہایت بابرکت
ثابت ہوئی ہے اور پاکستان میں ان کا ایک مضبوط مرکز دارالہجرت ربوہ میں
قائم ہو گیا ہے۔ جہاں سے مبلغین تیار کر کے تبلیغ اسلام کے لیے تمام دنیا
میں بھیجے جا رہے ہیں اور اس طرح اسلام اکناف عالم میں پھیلا جا رہا ہے۔
پھر قادیان میں بھی خدا کے فضل سے ہمارا مرکز قائم ہے جس کے ذریعہ سارے
ہندوستان میں تبلیغ ہو رہی ہے اور اسی ہجرت سے ”دہ تین کو پناہ کرے گا“
کی پراسرار پیشگوئی کا پورا ہونا ایک اور رنگ میں بھی ظاہر ہو گیا ہے۔ اسلام
کا پہلا مرکز مکہ تھا، دوسرا مدینہ منورہ اور تیسرا قادیان اور اب چوتھا مرکز
المصلح الموعود ایدہ اللہ او دود کے ہاتھوں ربوہ میں بنایا گیا ہے۔
پس آپ نے تین اسلامی مرکزوں کو چار بنا دیا ہے فالحمد للہ علی
ذلک۔

یہ ہجرت ضروری تھی کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا تھا :-
” داغ ہجرت “ (تذکرہ ص ۶۸)

فاروقی صاحب کے والد ماجد ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے کسی د

لکھا تھا :-

”آج میاں محمود صاحب کی گدی کے زمانہ میں جو کچھ ترقی
اس ترقی کو ہے وہ محض اس وجہ سے ہے کہ بنا بنایا کام
بنی بنائی جماعت، بنی بنائی قومی جائیدادیں، سکول بورڈنگ
روپیہ، خزانہ سبھی کچھ مل گیا۔ اس وقت خزانے میں صرف
چند آنے تھے۔ (ناقل) قادیان کا مرکز اور مسیح موعود
کا بیٹا ہونا کام بنا گیا۔ قادیان کی گدی نہ ہوتی، مسیح
موعود کا بیٹا نہ ہوتے اور کہیں باہر جا کر میاں محمود صاحب
اپنے عقیدہ تکفیر و نبوت کو پھیلا کر دکھاتے اور پھر
نئے سرے سے جماعت بنتی اور ترقی ہوتی تو کچھ بات
ہوتی۔ (پیغام صلح ۱۵ دسمبر ۱۹۳۳ء)

فاروقی صاحب آپ دیکھ لیں کہ ربوہ میں قادیان کی طرح مضبوط مرکز
حضرت خلیفہ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی توجہ سے بن گیا ہے یا نہیں۔ اگر اب
بھی آپ لوگوں کو خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی کامیابی نظر نہ آئے تو ہم بجز اس
کے کیا کہہ سکتے ہیں ؟

گر نہ بیند بروز شپہ چشم
چشم آفتاب را چہ گناہ

فاروقی صاحب کی یہ بات بالکل دروغ بے فروغ ہے کہ میاں محمود احمد
نے وہاں (قادیان ناقل) سے برقع پہن کر عورت کا بھیس بدل کر جان بچائی۔
(فتح حق ص ۲۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کُفًی بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ تُبَحِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ کہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کر دے۔

ایک خواب | اس کے بعد فاروقی صاحب نے حضرت یحییٰ موعود علیہ السلام کا ایک خواب بیان کیا ہے جس میں یہ ذکر بھی ہے۔

”اتنے میں میاں محمود احمد کو دیکھا اس کے ساتھ ایک انگریز ہے وہ ہمارے گھر میں داخل ہو گیا۔ پہلے اس جگہ کھڑا ہوا جہاں پانی کے گھڑے رکھے جاتے ہیں پھر اس چوبارہ کی طرف آگے بڑھا جہاں بیٹھ کر میں کام کرتا تھا گو یا اس کے اندر جا کر تلاشی کرنا چاہتا ہے۔“ (تذکرہ ص ۵۹ فتح حق ص ۴۸)

افسوس ہے کہ اس خواب کا اگلا حصہ فاروقی صاحب نے نقل نہیں کیا اور اس کی تشریح کو جو حضرت یحییٰ موعود علیہ السلام نے کی ہے عمداً چھوڑ دیا ہے خواب کا بعد کا حصہ یوں درج ہے :-

”اس وقت میں نے دیکھا کہ میرا صرلوا ب کی شکل پر ایک شخص میرے سامنے کھڑا ہے اس نے بطور اشارہ مجھے کہا کہ آپ بھی اس چوبارہ میں جائیں انگریز تلاشی کرے گا اور میرے دل میں گذرا کہ اس میں صرف وہ کا غذات پڑے ہیں جو زنا لیف کتاب کا مسودہ ہیں وہی دیکھے گا اتنے میں آنکھ کھل گئی“

(تذکرہ ص ۵۹ فتح حق ص ۵۹)

اس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام یہ نوٹ دیتے ہیں :-
 ”اس خواب میں محمود کا دیکھنا اور پھر میرزا ناصر آباد کا
 دیکھنا نیک انجام پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ محمود کا
 لفظ خاتمہ محمود کی طرف اشارہ ہے یعنی اس ابتلاء کا
 خاتمہ اچھا ہوگا۔ اور اپنی نصرت سے ابتلاء سے
 رہائی دے گا۔ آخر یہ ابتلاء نشان کی صورت میں ہو
 جائے گا۔“ (تذکرہ ص ۵۹۸)

فاروقی صاحب نے اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور
 رؤیا اس طرح درج کیا ہے :-

”میں نے خواب میں دیکھا کہ قادیان کی طرف آتا ہوں اور
 نہایت اندھیرا ہے اور مشکل راہ ہے اور میں رجاً
 بالغیب قدم مارتا جاتا ہوں۔ ایک غیبی ہاتھ مجھ کو
 مدد دیتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں قادیان پہنچ گیا۔ جو
 مسجد سکھوں کے قبضہ میں ہے وہ مجھے نظر آئی۔ پھر
 میں سیدھی گلی میں جو کشمیریوں کی طرف سے آتی ہے چلا
 اس وقت میں نے اپنے تئیں سخت گھبراہٹ کے عالم
 میں پایا کہ گویا اس گھبراہٹ سے بے ہوش ہوتا جاتا
 ہوں۔ اور اس وقت بار بار ان الفاظ سے دعا کرتا
 ہوں۔ رب تجلّ ربّ تجلّ اے میرے رب اب
 تجلیٰ فرما اے میرے رب اب تجلیٰ فرما (یعنی روشنی
 کر دے) اور ایک دیوانے کے ہاتھ میں میلا ہاتھ

ہے۔ وہ بھی ربّ تجلّ کہتا ہے۔ اور بڑے زور سے
میں دعا کرتا ہوں اور اس سے پہلے مجھے یاد ہے کہ میں
نے اپنے لیے اپنی بیوی کے لیے اور اپنے لڑکے محمود
کے لیے بہت دعا کی۔“

(تذکرہ ایڈیشن دوم ص ۸۳۳، ص ۸۳۴)

یہ دونوں خواب درج کرنے کے بعد فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

”اب ظاہر ہے کہ ان مندرالہاموں اور خوابوں کی وجہ سے
حضرت مرزا صاحب خدا کے حضور سر بسجود چلائے ہونگے
کہ اللہ تعالیٰ ان تلخ تقدیروں کو مٹال دے اور روحِ جنت
ہو۔“ (فتح حق ص ۴)

اس کے بعد فاروقی صاحب حضرت اقدس کی تین دعائیں ”چنانچہ آپ کی
فریاد سنو“ کہہ کر نقل کرتے ہیں :-

الف۔ ایلٰی ایلٰی لما سَبَقْتَنیْ ۔ تذکرہ ص ۵۹۰

ب۔ ربّ اتّی مغلوب فانتصر تذکرہ ص ۲۵۵

ج۔ اے ازیلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔ تذکرہ ص ۲۵۵

فاروقی صاحب کا اور پھر ان پر فاروقی صاحب یہ شرارت آمیز نوٹ لکھتے
شرارت آمیز نوٹ ہیں کہ :-

”اس گریہ زاری پر اتنا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تسلی دی
کہ اگرچہ جماعت احمدیہ حضرت کے بیٹوں کے ہاتھوں
خراب ہوگی مگر بالآخر اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا
کرے گا کہ ان کی اصلاح ہو سکے چنانچہ اس پر الہامات

ہوئے۔ اِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَقْدِرُ۔ يُصَلِّحَ اللّٰهُ
جَمَاعَتِيْ اِنْشَاء اللّٰهُ تَعَالٰی۔ اِنَّا رَاٰدُوْهَا اِلَيْكَ
واذ كففت عن بنی اسرائیل۔ یعنی میرے ساتھ

میرا رب ہے جو میری ہدایت کرے گا میری جماعت
کی انشاء اللہ تعالیٰ اللہ اصلاح کر دیگا اور ہم اس
جماعت کو تیری طرف لوٹائیں گے جس طرح کہ (فرعون
کے شر سے) بنی اسرائیل کو بچا لیا۔ تذکرہ صفحہ ۲۸۳
(فتح حق صفحہ ۴۹)

نوٹ کی تردید واضح رہے کہ آخری الہامات تین الگ الگ ٹکڑے ہیں۔
جن کو فاروقی صاحب نے تذکرہ کے مختلف مقامات سے لیکر جوڑا ہے اور
ان کا ترجمہ بھی اپنی عادت کے مطابق جوڑ توڑ کر کے غلط کیا ہے۔ ان الہامات
میں ہرگز اس بات کا ذکر نہیں کہ احمدیت حضرت اقدس کے کسی بیٹے کے ہاتھوں
خراب ہوگی جس پر خدا تعالیٰ نے ان الہامات کے ذریعہ تسلی دی۔ پس بیٹے کے
ہاتھوں جماعت کا خراب ہونا قرار دینا فاروقی صاحب کی اپنی قلبی حالت کا آئینہ
ہے۔ الہام اِنَّا رَاٰدُوْهَا اِلَيْكَ کا تعلق ہرگز جماعت سے نہیں بلکہ یہ الہام
محمدی بیگم صاحبہ سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ تذکرہ کے صفحہ ۲۸۳ سے ظاہر ہے۔
تذکرہ صفحہ ۶۴ پر صرف یصلح اللہ جماعتی انشاء اللہ تعالیٰ کا الہام
درج ہے اس میں آپ کی جماعت کے بذریعہ مصلح موعود اصلاح پانے کا
اشارہ ہے یہ نہیں کہ مصلح موعود کوئی ایسا مامور ہے جو سولہویں صدی کا مجدد
ہوگا اور ایک نئی جماعت بنائے گا۔ بلکہ مصلح موعود سے متعلقہ الہامات بتاتے
ہیں کہ وہ جلد آئے گا اور اس کے ذریعہ سے آپ کی جماعت ہر طرح سے ترقی

کر لگی جیسا کہ ہم مصلح موعود کی پیشگوئی میں مفصل بیان کر چکے ہیں۔
 فاروقی صاحب کی ایک | فاروقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۵ پر
 الہام کی غلط تشریح | حضرت اقدس کا یہ الہام درج کیا ہے :-

”ان علما نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادت گاہ
 میں ان کے چوٹھے ہیں۔ میری پرستش کی جگہ میں ان کے
 پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں۔ چوہوں کی طرح
 میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔
 (ازالہ اوہام حاشیہ ص ۷)

اس پر فاروقی صاحب نے یہ نوٹ دیا ہے :-

”حضرت مرزا صاحب کی اس تحریر کا واضح ثبوت یہ
 ہے کہ حدیث لا نبی بعدی جو مختلف پیرالوں میں
 تقریباً چالیس مرتبہ حدیث میں آتی ہے اس کے خلاف
 خلیفہ صاحب اس حدیث کو کترتے ہوئے مرزا صاحب
 کو نبی مانتے ہیں۔“ (فتح حق صفحہ ۷)

حضرت مسیح موعودؑ کی | حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس الہام کی تشریح میں
 اپنی تشریح | لکھتے ہیں :-

”ٹھوٹھیاں وہ چھوٹی سی پیالیاں ہیں جن کو ہندوستان
 میں سکوریوں کہتے ہیں۔ عبادت گاہ سے مراد اس الہام
 میں زمانہ حال کے اکثر مولویوں کے دل ہیں۔ جو دنیا
 سے بھرے ہوئے ہیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۷)

خدا تعالیٰ کا بُرا کرے کہ جو الہام حضرت اقدس کے مخالف مولویوں

کے متعلق تھا، فاروقی صاحب حسب عادت اُسے اپنی جبلت کے تقاضے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصریحات کو نظر انداز کر کے اُسے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر چسپاں کر رہے ہیں۔ پھر حدیث لابی بعدی کی موجودگی میں تو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے تئیں نبی قرار دیا ہے اور اپنی غلطی نبوت کو اس حدیث کے خلاف قرار نہیں دیا۔ آپ نے صرف مستقلہ نبوت کو اس حدیث کی رو سے ممتنع قرار دیا ہے ملاحظہ ہوا اشتہار ایک غلطی کا ازالہ جس کے شروع عنفت میں یہ حدیث زیر بحث ہے۔

بالآخر عرض ہے کہ فاروقی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر سنگین الزامات لگا کر آپ کو بجائے مصلح کے معاذ اللہ مفسد قرار دے کر ایک رنگ میں دشمن اسلام لیکھرام کی نمائندگی کی ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف یہ لکھا تھا کہ آپ کے ہاں کوئی مصلح پیدا نہیں ہوگا اور اگر یہ ابھی ہوا تو وہ مصلح موعود کے صفات کے برعکس صفات رکھتا ہوگا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

محمود بہشت میں | اس باب کو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض روایات پر ختم کرنے میں جو اہل صفوت لوگوں کے لیے حضرت محمود اید اللہ الودود کے نیک انجام کی بشارت پر مشتمل ہیں گو ان میں انداز کا پہلو بھی ہے۔۔۔ حضور تحریر فرماتے ہیں :

”آج بوقت قریب دو بجے رات کے میں نے خواب میں دیکھا کہ میری بیوی آشفقۃ حال کسی طرف گئی ہوئی ہے میں نے ان کو بلایا اور کہا چلو تمہیں وہ درخت دکھاؤں پس میں باہر کی طرف لے گیا جب درخت کے قریب پہنچے،

جہاں قریب ایک باغ بھی تھا تو میں نے اپنی بیوی سے
پوچھا کہ محمود کہاں ہے؟ اس نے کہا بہشت میں۔ پھر
کہا قبر کے بہشت میں۔“ (تذکرہ ص ۸۳۲)

اس امام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیک انجام کی
طرف اشارہ ہے اور چونکہ آپ وفات پا کر ربوہ کے مقبرہ بہشتی میں دفن ہوئے
اس لیے ربوہ کے اس مقبرہ کے ”بہشتی مقبرہ“ ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے۔
حضرت محمود کے متعلق | حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
ایک اور روایہ | تحریر فرماتے ہیں :-

”میں نے خواب میں دیکھا کہ اول گویا محمود کے کپڑوں کو
آگ لگ گئی ہے میں نے بجھا دی ہے۔ پھر ایک اور
شخص کے آگ لگ گئی۔ اس کو بھی میں نے بجھا دیا ہے
پھر میرے کپڑوں کو آگ لگا دی گئی ہے اور میں نے اپنے
اوپر پانی ڈال لیا ہے اور آگ بجھ گئی ہے۔ گویا آگیں
سب بجھ گئی ہیں مگر کچھ سیاہ داغ سا بازو پر نمودار
ہے اور خیر ہے و افوض امری الی اللہ“

(تذکرہ ص ۲۶۹ ص ۲۷۰)

اس سے مراد قننہ کی آگ ہے جو حضرت محمود اید اللہ الودود اور حضرت مسیح موعود
علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے خلاف بھڑکائی گئی اور خدا تعالیٰ نے اسے اپنے
فضل و رحمت کے پانی سے سرد کر دیا۔

ایک اور خواب | حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-
”میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے ابھی وہ پیدا نہیں

ہوا تھا، جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی
گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا پایا
کہ محمود تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے
لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا جس کی
تاریخ اشاعت یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔

(تریاق القلوب ص ۴۵ تذکرہ ص ۱۷)

مسجد سے مراد جماعت ہے اور مسجد پر محمود نام لکھا ہوا دکھا یا جانا
حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے جماعت کا امام ہونے کی طرف کشفی اشارہ
ہے۔

باب ششم

خلافت اور انجمن

فاروقی صاحب نے مصلح موعود کی پیشگوئی کے ضمن میں ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الوصیت“ کے عنوان کے تحت اپنی کتاب فتح حق ص ۳۳ پر یہ لکھا ہے :-

”آپ نے یعنی حضرت مسیح موعود نے ناقل، ایک صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد ڈالی اور اس انجمن کو خدا کے مقرر کردہ حلیف (یعنی خود مرزا صاحب) کی جانشین قرار دیا، بلکہ ایک موقع پر یہ تحریر لکھ کر دی کہ میری رائے تو یہ ہے کہ جس پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے گا ایسا ہونا چاہیے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیے اور وہی قطعی ہونا چاہیے۔ لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشا میرے ہرگز نہیں کرے گی۔ لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری

زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں اس انجمن کا
اجتہاد کافی ہوگا۔

(مرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ، ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

فتح حق ص ۳۳

الجواب : بے شک انجمن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جانشینی
میں اُس سے متعلقہ بعض ذمہ داریاں اپنی زندگی میں ہی سپرد کر دی تھیں تاکہ تقسیم عمل
کی وجہ سے آپ پر کام کا زیادہ بوجھ نہ رہے اور مذکورہ تحریر حضور نے انجمن کے
لیے اس لیے لکھ کر دی تھی کہ تا انجمن کے ماتحت کام کرنے والے لوگ انجمن کے احکام
کی پابندی کریں اور سرتابی نہ کریں۔ اور اپنے بعد آپ نے انجمن کو سپرد کردہ امور
سے متعلق ہی انجمن کے اجتہاد کو کافی قرار دیا ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ انجمن
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر رسالہ الوصیت اور ۲۷ اکتوبر کی اس
تحریر پر کس طرح عمل کرتی ہے۔

فاروقی صاحب کی | فاروقی صاحب تو لکھتے ہیں :-
خلافت کے متعلق غلط بیانی " واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود مرزا

غلام احمد صاحب کی جملہ تحریرات اور المامات میں
کہیں بھی اپنے بعد خلافت کے قیام کا تذکرہ نہیں۔

(فتح حق ص ۳۳)

الجواب : اگر یہ بات فاروقی صاحب کی درست ہوتی تو حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کی وفات پر صدر انجمن احمدیہ اور جماعت احمدیہ کیوں حضرت اقدس کے
بعد حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کو خلیفہ المسیح اور جماعت کا واجب الاماعت
امام تسلیم کرتی؟

فاروقی صاحب تو آج یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب کی جملہ تحریرات اور الہامات میں کہیں بھی اپنے بعد خلافت کے قیام کا تذکرہ نہیں“ حالانکہ صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں نے حضرت اقدس کی وفات پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ”وصیت“ کے مطابق ساری جماعت کو ایک شخص کے ہاتھ پر اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانشین اور اپنے لیے واجب الطاعت امام سمجھتے ہوئے بیعت کر لینی چاہیے۔ چنانچہ صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں نے بیعت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کے ہاتھ پر خود بھی کی اور جماعت سے بھی کرائی اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کو واجب الطاعت خلیفۃ المسیح تسلیم کیا بلکہ ان لوگوں نے یہ اعتراف بھی کیا کہ آپ کا حکم ہمارے لیے ایسا ہی ہوگا جیسا خود حضرت مسیح موعود کا حکم۔ پس صدر انجمن اور ساری جماعت کا ایک خلیفہ کے ہاتھ پر جمع ہو جانا اس بات کا عملی اقرار ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی وصیت یا تحریر کو پس پشت نہیں ڈالا گیا، بلکہ انھیں ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کو واجب الطاعت خلیفۃ المسیح تسلیم کیا گیا ہے۔ پس جب صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں نے حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ساری جماعت کا آپ کی خلافت پر اجماع ہو گیا اور صدر انجمن احمدیہ نے بھی اپنے اجتہاد سے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کو واجب الطاعت مان لیا تو ۱۷ اکتوبر کی تحریر پر بھی عمل ہو گیا۔ کیونکہ صدر انجمن نے اپنے اجتہاد سے حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسیح اور واجب الطاعت امام تسلیم کر لیا۔ حدیث نبوی میں آیا ہے :-

لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ
 کہ میری امت ضلالت پر جمع نہیں ہو سکتی۔

پس جماعت احمدیہ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر پہلا اجماع خلافت پر ہوا ہے اس لیے اسی سنت کے مطابق دوسرے خلیفہ کے تقرر کے وقت یہ سوال اٹھانا ہرگز جائز نہ تھا کہ مسیح موعودؑ کی جانشین صرف صدر انجمن احمدیہ ہے اور کوئی شخص واحد اس کے ساتھ بطور خلیفہ جماعت میں برسرِ اقتدار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ خلافتِ اولیٰ کا قیام نہ صدر انجمن احمدیہ کی جانشینی کے خلاف سمجھا گیا تھا اور نہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۹ء کی تحریر کے خلاف۔

پس جب صدر انجمن احمدیہ بلکہ ساری جماعت چھ سال تک حضرت مولوی نور الدین صاحب کی خلافت پر جمع رہی تو اب جماعت کو مولوی محمد علی صاحب وغیرہ کا کسی اور راہ پر ڈالنا اور صرف انجمن کو ہی جانشین قرار دینا کسی طرح درست نہ تھا۔ صدر انجمن احمدیہ تو مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بھی آپ کی جانشین تھی۔ پھر خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کے واسطے سے آپ کی جانشین رہی اور اس کے بعد خلافتِ ثانیہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان کاموں میں جانشین رہی جو کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجمن کے سپرد کر رکھے تھے۔ خود صدر انجمن احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر اجماعاً ذکر چکی تھی کہ آپ کے بعد آپ کا خلیفہ واجب الطاعت ہونا چاہیے اور ساری جماعت احمدیہ کا بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہو گیا۔ بلکہ پرانے احمدیوں کے لیے بھی صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں نے خلیفۃ المسیح کی بیعت ضروری قرار دی۔ اور صدر انجمن احمدیہ کے ممبر خود بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے آپ کے تابع فرمان ہو گئے۔ لہذا خلافتِ ثانیہ کے موقع پر پہلی خلافت سے مختلف قسم کی کوئی خلافت یا امارت جماعت میں قائم نہیں ہو سکتی تھی۔

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالہ ”الوصیت“ میں صاف تحریر فرماتے

ہیں :-

”یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ وہ اس سنت کو ظاہر کرتا رہا کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کُتِبَ اللَّهُ لَا غَلْبَ لَنَا أَنَا وَرُسُلُنَا رُحْدَانِے لکھ رکھا ہے کہ وہ اور اس کے نبی غالب رہیں گے۔ ترجمہ ماخوذ از حاشیہ) اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جن راستبازیوں کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھوں سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر کہ جو بظاہر ایک کامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دیدیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ جن کے ذریعہ

سے وہ مقاصد جو کسی قدر نامتام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔
 (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔

(۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمری ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بد قسمت مرتد ہوئے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور لگتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک ہی وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو کھڑا کر کے (نہ کسی انجمن کو ناقل) دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے تھاں لیا اور

اس وعدہ کو پورا کر دیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جادیں گے۔ (الوصیت ص ۵-۶)

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:-

”سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ ہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا وہ مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لیے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی (یعنی اپنی وفات قریب ہونے کے متعلق الہامات) ناقل (نماینہ) مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لیے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی (نہ کہ انجمن جو پہلے ہی موجود تھی) ناقل (جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔“

(الوصیت ص ۷ مطبوعہ ہشتی مقبرہ -)

اس اقتباس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثال دیکر اور خلافت کے متعلق وعدہ والی آیت کا ذکر فرما کر جماعت کو تسلی دی ہے کہ خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ میں اپنی سنت قدیمہ کے مطابق آپ کی وفات کے بعد دوسری قدرت جماعت کے لیے بھیج دیگا۔ یہ دوسری قدرت جماعت میں قدرت ثانیہ کے نام سے بھی معروف ہے اور یہ خلافت ہی ہو سکتی ہے نہ کہ انجمن، کیونکہ حضرت اقدس فرماتے ہیں وہ دوسری قدرت انہیں سکتی۔ جب تک میں نہ جاؤں۔ پس اس دوسری قدرت سے انجمن مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ انجمن تو آپ کی زندگی میں ہی آپ کے ساتھ موجود تھی۔

بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں سے روح القدس پا کر کھڑا ہونے والا موعود بھی قدرت ثانیہ ہے مگر وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خلیفہ ہی ہے۔ پس دوسری قدرت کے پہلے مظہر اول حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرے مظہر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔
فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

”حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی وفات کے بعد تمام جماعت احمدیہ کا مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ کو خلیفۃ المسیح مان لینا حقیقت میں حضرت صاحب کے حکم سب میرے بعد مل کر کام کرو“ پر عمل کرنے کے مترادف تھا۔“
فتح حق ص ۳۵

فاروقی صاحب پر گویا حضرت اقدس کے حکم سب میرے بعد مل کر کام کرو“ حجت نامہ سے فاروقی صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ اس حکم کا

اشارہ خلافت کی طرف ہی تھا۔ تبھی تو اس حکم کے ماتحت حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ واجب الاطاعت خلیفۃ المسیح تسلیم کیے گئے ورنہ مل کر کام تو انجمن بھی کر سکتی تھی۔ لیکن صدر انجمن احمدیہ اور جماعت احمدیہ نے بقول فاروقی صاحب اس فقرہ سے اجتہاداً انجمن کی جانشینی نہیں سمجھی بلکہ خلیفہ کی جانشینی سمجھی ہے۔ پس یہ لکھ کر فاروقی صاحب نے اپنے خلاف خود حجت قائم کر دی ہے کہ جماعت احمدیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر نظام خلافت جاری ہوا اور یہ کہ خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق خلافت تھی اور رسالہ ”الوصیت“ کے مطابق تھی۔ اور انجمن نے ان کی خلافت کو قبول کر لیا تھا۔ اور ایک خلیفہ کا جماعت میں مقرر ہونا منشاء الوصیت کے خلاف نہ تھا۔

فاروقی صاحب کی ایک غلط بیانی

فاروقی صاحب آگے لکھتے ہیں :-

”اسلامی نقطہ نگاہ سے حضرت مسیح موعود
مجدد صدی چہارم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
خلیفہ تھے۔ مگر نبی کی حیثیت میں بموجب الوصیت
قدرت ادنیٰ ہو کر۔ ناقل) اگرچہ مولوی نور الدین صاحب
خلیفۃ المسیح کہلائے اور اکثر احمدیوں نے انہیں بلکہ
سارے احمدیوں نے سوائے ایک کے۔ ناقل) ان کی
بیعت بھی کی جن میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ
کمال الدین صاحب بھی شامل تھے۔ ناقل) مگر جنہوں
نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی ہوئی تھی ان کے

لیے دوبارہ بیعت کرنا ضروری نہ تھا“ (فتح حق صفحہ ۳)

یہ آخری فقرہ جس پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے صریحاً غلط ہے کیونکہ حضرت

خليفة المسيح الاول رضى الله عنه کی خلافت کے وقت فیصلہ ہی ہوا تھا کہ نئے اور
پُرانے سارے احمدی آپ کی بیعت کریں۔ پس آپ کی بیعت سارے احمدیوں
کے لیے ضروری قرار دی گئی تھی۔ اور اس پر قوم کا اجماع ہو گیا تھا۔ چنانچہ خواجہ
کمال الدین صاحب پلیڈر سیکرٹری انجمن احمدیہ نے جون ۱۹۰۹ء کے اخبار ”بد“
میں ”اطلاع از جانب صدر انجمن“ کے عنوان کے تحت پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی
نعش کو لاہور سے قادیان لائے جانے کا ذکر کرنے کے بعد یہ اعلان کرنے
میں :-

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں
پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ الوصیت
کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجود
قادیان و اقرباء حضرت مسیح موعودؑ با جازت حضرت
ام المؤمنینؑ کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور
جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حاجی الحرمین
شریفین جناب حکیم نور الدین صاحب سلمہ کو آپ کا نائبین
اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی معتمدین
میں سے ذیل کے اصحاب موجود تھے :-

مولانا حضرت سید محمد احسن صاحب، صاحب سزاہ
بشیر الدین محمود احمد صاحب، جناب نواب محمد علی خاں
صاحب شیخ رحمت اللہ صاحب، مولوی محمد علی صاحب
ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین
صاحب، خلیفہ رشید الدین صاحب و خاکسار خواجہ

کمال الدین)

موت اگرچہ بالکل اچانک تھی۔ اور اطلاع دینے کا بہت ہی کم وقت ملا تاہم انبالہ، خالندھر، کپورتھلہ، امرتسر، لاہور، گوجرانوالہ، وزیر آباد، جموں، گجرات، بٹالہ، گورداسپور مقامات سے معزز اصحاب آگئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ ایک کثیر جماعت نے قادیان، لاہور میں پڑھا۔ حضرت قبلہ حکیم الامت سلمہ کو مندرجہ بالا جماعتوں کے اصحاب اور دیگر کل حاضرین قادیان نے جن کی تعداد اوپر دی گئی ہے بالاتفاق خلیفۃ المسیح قبول کیا۔ یہ خط بطور اطلاع کل سلسلہ ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح والہمدی کی خدمت بابرکت میں بذات خود یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں۔

خواجہ کمال الدین پلیڈر سیکرٹری انجمن احمدیہ

یہی مضمون اخبار الحکم کے غیر معمولی پرچہ مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا ہے۔ بیعت کے الفاظ یہ تجویز کیے گئے تھے: ”تین دفعہ کلمہ شہادت کے بعد یہ اقرار

”آج میں نور الدین کے ہاتھ پر تمام ان شرائط کے ساتھ

بیعت کرتا ہوں جن شرائط سے مسیح موعود اور ہمدی

معمود بیعت لیا کرتے تھے۔ نیز اقرار کرتا ہوں کہ خصوصیت

سے قرآن و احادیث صحیحہ کے پڑھنے، سننے اور اس

پر عمل کرنے کی کوشش کرونگا اور اشاعت الاسلام میں
 جان و مال سے بقدر وسعت و طاقت کمر بستہ رہوں گا۔
 اور انتظامِ زکوٰۃ بہت احتیاط سے کرونگا اور باہمی
 اخوان میں رشتہ محبت کے رکھنے میں اور قائم کرنے میں
 سعی کرونگا۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ
 اَتُوْبُ الْبَیْہُ دَیْنِیْ (اے رب! میں نے اپنے تمام گناہوں کا
 اعتراف کیا ہے اور تیری رحمت سے توبہ کرتا ہوں)۔
 لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ ترجمہ: اے میرے
 رب! میں نے اپنی جہاں پر ظلم کیا۔ اور میں اپنے گناہوں کا
 اقرار کرتا ہوں۔ میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے
 والا نہیں۔ آمین!

درخواستِ بخد مت مولوی نور الدین صاحب | مفتی محمد صادق صاحب
 ایڈیٹر اخبار "بدر" لکھتے ہیں:-

”جو حضرت بیوی صاحبہ حضرت ام المؤمنین سے دریافت
 کیا گیا، تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ مولوی صاحب صوف
 سے بڑھ کر کون اس قابل ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس
 کا جانشین ہو۔ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
 نے بھی اس پر اتفاق کیا۔ چنانچہ جب جنازہ بارغ میں رکھا
 ہوا تھا اور سب دوست بھی جمع تھے تو اس وقت احباب
 کے اتفاق سے عاجز راقم محمد صادق عفی اللہ عنہ ایڈیٹر
 بدر نے کھڑے ہو کر مفصلہ ذیل تحریر پڑھی جو حضرت

مولوی صاحب کی خدمت میں بطور درخواست کے تھی،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

الحمد لله رب العلمین والصلاة والسلام
على خاتم النبیین محمد المصطفیٰ وعلى
المسیح الموعود خاتم الاولیاء أما بعد
مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ رسالہ
الوصیّت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں
اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اول المهاجرین حضرت
حاجی مولوی حکیم نور الدین صاحب جو ہم سب میں عالم
اور اتقی ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص
اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام
علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار دے چکے ہیں جیسا
کہ آپ کے شعر

چرخِ نبوتش بودے اگر ہر یک زامت نور دین بودے

ہمیں بودے اگر ہر یک پر از نور یقین بودے

سے ظاہر ہے کہ ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت

موجود اور آئندہ نئے ممبر جمعیت کریں اور حضرت مولوی

صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا

ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔

(اخبار بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء ص ۲۷۱)

اس درخواست کے نیچے معتمدین صدر انجمن احمدیہ اور کئی دوسرے احباب کے نام درج ہیں جن میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کے نام بھی شامل ہیں۔

خواجہ کمال الدین صاحب کے اعلان اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی اس درخواست سے ظاہر ہے کہ اس وقت صدر انجمن احمدیہ کے تمام حاضر ممبران نے پُرانے احمدیوں کے لیے بھی بیعت اسی طرح ضروری قرار دی جس طرح نئے احمدیوں کے لیے ضروری سمجھی۔

لہذا فاروقی صاحب کا یہ کہنا کہ

”جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی ہوئی تھی

ان کے لیے دوبارہ بیعت کرنا ضروری نہ تھا“

سراسر ایک باطل بات ہے۔ لہذا جب خلافتِ اولیٰ جماعت احمدیہ میں قائم ہو چکی اور ساری جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کی بیعت کر لی، تو خلافتِ ثانیہ کے موقع پر بھی اسی طرح کی خلافت قائم ہونی چاہیے تھی۔ اور جن لوگوں نے جماعت احمدیہ میں سے خلیفۃ المسیح الثانیؑ کی بیعت نہ کی اور لاہور جا کر ایک نئی انجمن کی بنیاد رکھی ان کو انکارِ خلافت اور نئی انجمن بنانے کا کوئی حق نہ تھا اور یہ نئی انجمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشین قرار نہیں دی جاسکتی تھی۔ کیونکہ حضور کی خود قائم کردہ انجمن سلسلہ کے مرکزِ قادیان میں موجود تھی۔

فاروقی صاحب کی ایک اور غلطی | فاروقی صاحب نے الہام

”برسر صد شمار ایں کار را“

کو از خود مصلح موعود کے متعلق قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ تذکرہ طبع دوم ۱۹۴۷ء اور ۱۹۳۳ء پر اس الہام کے مصلح موعود سے متعلق ہونے کے بارے میں کوئی نوٹ

درج نہیں ہے۔ مصلح موعود کو خدا تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود کے ہاں پیشگوئی ۱۸۸۶ء کے بعد بموجب وعدہ الہی نو سال کے اندر پیدا ہونا چاہیے تھا۔ سو وہ پیدا ہو گیا۔ یہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب تھے جو حضرت مسیح موعود کے دوسرے خلیفہ اور جانشین قرار پا گئے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

بے شک قدرت ثانیہ مصلح موعود بھی ہے۔ جس کا صاحب الہام ہونا بھی ضروری تھا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُسے نہ مامورین اللہ قرار دیا ہے اور نہ مامورین اللہ سمجھا ہے۔ اگر آپ اُسے مامورین اللہ سمجھتے۔ تو پھر اسے اپنی موجودہ اولاد میں سے ہونے والا مردِ خدا مسیح صفت قرار نہ دیتے دیکھو تریاق القلوب ص ۱۸۱ بلکہ یہ فرماتے کہ وہ چوتھی صدی میں آئیگا۔ کیونکہ تین صدیاں تو میرا زمانہ ماموریت ہے۔ پس الہام ”برسر صد شمار ایں کار را“ سے صرف یہ مراد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ماموریت کا زمانہ تین سو سال ہے نہ کہ مصلح موعود کے ظہور کا وقت جس کے لیے بموجب وعدہ الہی نو سال کے اندر پیدا ہونا ضروری تھا۔

خلافتِ اولیٰ کے خلاف بعض لوگوں کی ریشہ دوانیاں | قدرت ثانیہ سے مراد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کے نزدیک بھی خلافتِ احمدیہ ہی ہے۔ چنانچہ آپ کی خلافت کے عہد میں آپ کی خلافت کے خلاف ”اظہار الحق“ نامی ڈیڑھ لکھ ایک گنم شخص کی طرف سے لاہور سے شائع ہوئے اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں تقسیم کیے گئے۔ اس کے بعد اخبارِ پیغامِ صلح لاہور میں بالو منظور الہی اور سید انعام اللہ مینجر پیغامِ صلح نے ان ٹریکیٹوں کے مضامین سے اپنا اتفاق ظاہر کیا۔ اور ”انصار اللہ“ کے نام ایک کھلی چٹھی شائع کر کے ان کو مورد الزام

ترار دیا۔ تو اس پر ”انصار اللہ“ کی طرف سے جواب میں ”خلافت احمدیہ کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا گیا۔ یہ رسالہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۳ء کو شائع ہوا۔ اس کے ضمیمہ میں درج ہے :-

”اگر ہم سیدنا و مولانا حضرت خلیفۃ المسیح علیہما السلام کی اس مربانی کا شکریہ نہ ادا کریں، تو یہ بڑی ناقابل تلافی فروگزاشت ہوگی، جو کہ حضور نے رسالہ خلافت احمدیہ کے طول و طویل مسودہ کو اس ضعیف پیری اور از دحام مشاغل کے باوجود ایک ہی مجلس میں سارے کو شرف ملاحظہ عطا فرما کر اور اشاعت کی اجازت اور وعدہ دعا فرما کر اظہار فرمائی۔“ (ضمیمہ خلافت احمدیہ ص ۱)

اخبار پیغام صلح کا ”اظہار الحق“ کی تائید میں مضمون شائع کر دینا ایک ایسا ناقول فعل تھا کہ یہ خلیفہ وقت کو ”پیغام جنگ“ دینے کے مترادف تھا۔

”اظہار الحق“ کے ٹرکیٹ میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ ”الوصیت“ میں ”قدرت ثانیہ“ کا جو وعدہ ہے اس سے خلیفہ مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خلیفہ تو آدمی ہوگا اور حضرت صاحب نے تو لکھا ہے کہ ”قدرت ثانیہ تو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی“ اس سوال کے جواب میں رسالہ ”خلافت احمدیہ“ میں ایک جواب یہ بھی دیا گیا تھا کہ ”قدرت ثانیہ کی پیشگوئی سے بھی خلفا کا سلسلہ مراوے اور باوجود تمہارے دھوکہ دینے کے تم اس کے اور کوئی معنی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمادیا ہے کہ ”قدرت ثانیہ کے معنی خلیفہ کے ہیں۔ اس کے ثبوت میں الوصیت کی وہ عبارت پیش کی گئی ہے جس میں دو قدرتوں کے ظاہر ہونے کا ذکر ہے اور جس میں دوسری قدرت کا مظهر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرار دیا گیا ہے۔“

پس ہم فاروقی صاحب کو بھی وہی جواب دیتے ہیں جو جواب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ نے ”اظہار الحق“ لکھنے والے کو دلوایا تھا۔ معترض نے قدرتِ ثانیہ کے دائمی ہونے کی وجہ سے انکارِ خلافت کیا تھا۔ اس کے جواب میں خلافت احمدیہ کے صفا پر لکھا گیا۔

”خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت
کا مظہر ہونگے۔“

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قدرتِ ثانیہ سے مراد جمہوری طاقت نہیں بلکہ بعض افراد کی طاقت ہے اور ان کی نسبت آپ نے خود لکھ دیا ہے کہ وہ خلفاء ہونگے۔“ ص ۱

اظہار الحق ۲ کے جواب میں جس میں اعتراضات حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کی خلافت کے خلاف درج تھے۔ انصار اللہ نے رسالہ ”اظہار حقیقت“ لکھا: یہ وہ ریشہ دوانیاں ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کے زمانہ میں خلافت کے مخالفین نے شروع کر دی تھیں۔“

اس وقت مولوی محمد علی صاحب نے بھی پیغام صلح لاہور کے اس مضمون کو ناپسند کیا تھا اور لکھا تھا کہ اس تحریر میں خلیفۃ المسیح کی شان میں نہایت نامناسب اور بے ادبی کے الفاظ تھے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”میں صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری ہونے کی حیثیت سے اپنے پانچ سالہ تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ جن امور میں آپ (خلیفۃ المسیح نازل) حکم دیتے۔ تو کوئی انکار کرنے والا نہ تھا۔ آپ نے ہمیشہ معاملات کو مشورہ احباب کے سپرد کیا۔“

پس مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی پوزیشن یہ تھی کہ جماعت میں آپ کے حکم کا کوئی انکار نہ کر سکتا تھا (دیکھیے ضمیمہ خلافت احمدیہ ص ۱۲)۔ اظہار الحق ٹریکیٹ لکھنے والے نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے متعلق لکھا تھا :-

”جناب مولوی نور الدین صاحب کی میرے دل میں عزت ہے، مگر افسوس ہے کہ ایسا موحد شخص اپنے امام کے کھیلے کھیلے منشاء کے خلاف ایک ہونہار قوم میں پرپرستی کا بیج بونا چاہتا ہے“

{ ملاحظہ ہو ٹریکیٹ ”تبعین خاص کارنامے“ مرتب کردہ حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل موعود }
جس میں ”اظہار الحق“ نامی اشتہار و درج ہے جس سے ہم نے یہ نفقات لیے ہیں۔
یہی اعتراض پرپرستی کا خلافت ثانیہ کے وقت غیر مبائعین دہرائے رہے ہیں۔
”اظہار الحق“ ٹریکیٹ ۱۲ میں یہ محض لکھتا ہے۔

”صدر انجمن کے بزرگ اراکین کی غفلت سے ساری قوم

صرف جناب مولوی نور الدین صاحب کے ہاتھ پر سبقت

کرنے پر مجبور ہو گئی۔ اور باقی سلسلہ کی وفات کے اضطراب

میں ”الوصیت“ کو پس پشت ڈال دیا گیا“

پھر ہی گندہ دہن ٹریکیٹ نویس جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ مولوی نور الدین صاحب

کی اس کے دل میں عزت ہے۔ نہایت گستاخانہ طریق سے لکھتا ہے :-

”ایک ایسا شخص جو عالم قرآن و حدیث ہے اور تجربہ کار

بھی ہے کس شرعی بناء پر آپ سے باہر ہو گیا۔ نہ مجرم

کو جرم کا پتہ۔ نہ اس پر فرد جرم لگائی گئی۔ نہ کھانا
حکومت کی طرح ایڈیٹر اور دوسرے متعلقین پیغام صلح
کو زبانی اور بذریعہ الفضل، ذیل و خوار کرنا شروع کر دیا
کیا یہی انصاف اسلام سکھاتا ہے۔ جس پر احمدی قوم
کو چلانا مقصود ہے۔“

پھر یہ لکھتا ہے :-

”صرف پانچ سال کی پیر پرستی نے ہماری قوم سے اخلاقی
جراثیم چھین لی ہے۔“

ان دونوں ٹریکٹوں کے تمام دس دس کا جواب حضرت مولوی محمد اسماعیل
صاحب فاضل علیہ الرحمۃ نے رسالہ ”بعض خاص کارنامے“ میں دیا ہے۔ مگر افسوس
کہ خلافتِ ثانیہ کے قیام پر مولوی محمد علی صاحب نے بھی گناہ ٹریکٹ لکھنے
والے کی طرح جماعتِ احمدیہ پر پیر پرستی کا الزام لگا دیا۔

فاروقی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلسہ سالانہ
۱۹۵۶ء کی تقریر میں سے ایک فقرہ لکھا ہے :-

”میاں صاحب نے یہاں تک تعلق سے کام لیا کہ اگر
کوئی ان پر سچا اعتراض بھی کرے تو وہ موردِ عذاب
ہوگا۔“ (فتح حق ص ۷۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا منشا تو ایسا کہنے سے یہ تھا کہ انسان
اعتراضات کرنے سے بچے۔ چنانچہ خود مولوی محمد علی صاحب نے ایک لمبے تجربہ
کے بعد ۱۹۳۷ء میں اپنے فریق کو یہ ہدایت دی کہ :-

”خدا نے کسی کی غیر حاضری میں اس کے خلاف

سچی بات کرنے سے بھی روک دیا۔

(پیغام صلح، ۲۷ اپریل ۱۹۳۷ء)

مزید فرماتے ہیں :-

”غیب شماری کی بیماری کو چھوڑ دو۔ اس سے خدا کی
پناہ مانگو اور ان باتوں سے الگ ہو جاؤ جو جماعت
کو کمزور کرنے والی ہیں۔ دنیا میں کوئی کام نہیں۔
جہاں نقص نہ ہو۔ اگر اس بات میں لگے رہو گے تو
کام کیا کرو گے۔“

نیز آگے چل کر فرماتے ہیں :-

”اعتراض کرنے کو مقصد قرار دے لو گے تو اصل
کام تو کیا۔ پس نکتہ چینی سے بچو اور قوم کے خلاف
ہر بات کو رد کرو۔“

پھر پیغام صلح اور منکرین خلافت کے اکابر جو نادیمان میں گدی بن جانے
اور پیرپستی کا الزام دیا کرتے تھے لیکن جس امر کو یہ لوگ پیرپستی قرار دیا
کرتے تھے بے تجربہ کے بعد اسی کی مولوی محمد علی صاحب برسر منبر خطبہ جمعہ میں
یوں تلقین فرماتے ہیں :-

”نظام کی بنیاد ایک ہی بات پر ہے۔ کہ اسمعوا
واطيعوا سُنو اور اطاعت کرو۔ جب تک
یہ روح نہ پیدا ہو جائے۔ جب تک تمام افراد
جماعت ایک آواز پر حرکت پر نہ آجائیں جب
تک تمام اطاعت کی ایک سطح پر نہ آجائیں

میں ہیں۔ اور انجمن کی جانشینی کو ان کی خلافت پر فوقیت دیتے ہیں۔ تو حضرت میر محمد اسحق صاحب رضی اللہ عنہ نے بعض سوالات لکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کئے۔ اور ان کے سلسلے میں آپ سے مسئلہ خلافت پر روشنی ڈالنے کی درخواست کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے یہ سوالات باہر کی جماعتوں میں بھجوا دیئے۔ جب جماعتوں کی طرف سے ان کے جوابات آ گئے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے ایک تاریخ مقرر کی جس میں بیرونی جماعتوں کے نمائندوں کو بھی بلایا۔ تاکہ ان سے مشورہ لیا جائے۔ اس موقع پر لاہور میں خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ نے اپنے مکان پر ایک جلسہ کیا جس میں جماعت لاہور کو بلایا گیا۔ کہ سلسلہ پر ایک نازک وقت ہے کہ اگر دور اندیشی سے کام نہ لیا گیا۔ تو سلسلہ کی تباہی کا خطرہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل جانشین انجمن ہی ہے۔ اگر یہ بات رہی تو جماعت تباہ ہو جائے گی۔ اور سب لوگوں کے اس امر پر دستخط لیے گئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق انجمن ہی آپ کی جانشین ہے۔ چونکہ لاہور کی جماعت کو یہ بتایا گیا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی یہی خیالات ہیں اس لیے اکثر نے اس پر دستخط کر دیئے۔ مگر قریشی محمد حسین نے دستخط نہ کیے اور کہا کہ ہم ایسے محضر نامہ پر دستخط کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہم جب ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اور وہ ہم سے زیادہ عالم اور زیادہ خشیت رکھنے والا ہے تو جو کچھ وہ کہیگا ہم وہی کریں گے۔ تمہارے خیالات کی ہم تصدیق نہیں کریں گے۔ ان کی وجہ سے ایک دو اور دوست بھی دستخط کرنے سے رک گئے جب سب نمائندے قادیان میں جمع ہو گئے تو حضرت خلیفۃ الاول رضی اللہ عنہ فرمے کہ یہ کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا :-

”تم نے اپنے عمل سے مجھے اتنا دکھ دیا ہے کہ میں اُس
حصّہ مسجد میں بھی کھڑا نہیں ہوا ہوں جو تم لوگوں کا
بنایا ہوا ہے بلکہ میں اپنے پیر کی مسجد میں کھڑا ہوا
ہوں.....“

لوگوں نے جب حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے یہ خیالات سنے تو گوجاؤت کے
بہت سے لوگ خواجہ صاحب وغیرہ کے ہم خیال ہو کر آٹے تھے گا اُن پر اُن
کی غلطی واضح ہو گئی اور انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ اور بعض تو زمین پر
ترپنے لگے۔ اس وقت مسجد ماتم کدہ معلوم ہوتی تھی۔ پھر حضرت خلیفہ اول
نے فرمایا:

.... کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام صرف نماز پڑھا دینا
اور یا پھر بیعت لے لینا ہے۔ یہ کام تو ایک ملاں
بھی کر سکتا ہے۔ اس کے لیے کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں
اور میں اس قسم کی بیعت پر کھوکھلا بھی نہیں۔ بیعت وہ
ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور خلیفہ کے کسی
ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے۔“

آپ کی اس تقریر کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کے دل صاف ہو گئے اور ان پر
واضح ہو گیا کہ خلیفہ کی اہمیت کیا ہے۔

تقریر کے بعد آپ نے خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب کو کہا
کہ وہ دوبارہ بیعت کریں۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ میں اُن لوگوں کے طریق
کو بھی پسند نہیں کرتا جنہوں نے خلافت کے قیام کی تائید میں جلسہ کیا ہے
اور فرمایا جب ہم نے لوگوں کو جمع کیا تھا تو ان کا کوئی حق نہ تھا کہ وہ الگ

جلسہ کرتے ہیجہ نے اُن کو اس پر مقرر نہیں کیا تھا۔ پھر جبکہ عدانے مجھے یہ طاقت دی ہے کہ میں اس فتنہ کو مٹا سکوں تو انہوں نے یہ کام خود بخود کیوں کیا۔ چنانچہ شیخ یعقوب علی صاحب سے بھی جو اس جلسہ کے بانی تھے، آپ نے فرمایا آپ دوبارہ بیعت کریں۔ غرض خواجہ کمال الدین صاحب، مولوی محمد علی صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب سے دوبارہ بیعت لی گئی۔

مجلس کے خاتمہ پر مسجد سے نیچے اترتے ہوئے مولوی محمد علی صاحب نے کہا کہ یہاں میری بہت ہتک ہوئی ہے، میں اب قادیان میں نہیں رہ سکتا۔ یہ بات معلوم کر کے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپ جلدی سے مولوی محمد علی صاحب کو منوالیں۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ نے فرمایا: ”ڈاکٹر صاحب! میری طرف سے مولوی محمد علی صاحب سے کہہ دیں کہ اگر انہوں نے کل جانا ہے تو آج ہی قادیان سے تشریف لے جائیں۔“ خلیفہ رشید الدین صاحب نے جب یہ سنا تو اُن کے ہوش اُڑ گئے۔ اور کہا کہ میرے نزدیک تو بڑا فتنہ ہوگا۔ حضرت خلیفہ الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ڈاکٹر صاحب! میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ اگر فتنہ ہوگا، تو میرے لیے ہوگا۔ آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ انہیں کہہ دیں کہ وہ قادیان سے جانا چاہتے ہیں تو کل کی بجائے آج ہی چلے جائیں۔“

نوٹ: یہ مضمون خلافت احمدیہ کے مخالفین کی تحریک ”بیان فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ سے مختصر کر کے نقل کیا گیا ہے۔

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب پر خواجہ کمال الدین صاحب کا رنگ چڑھ گیا اور اختلافی مسائل متعلق نبوت مسیح موعود اور کفر اسلام پیدا ہوئے۔

۱۹۰۹ء اور ۱۹۰۹ء تک صرف خلافت کا جھگڑا تھا۔ کفر و اسلام اور نبوت کے مسائل باعث اختلاف نہ تھے۔ اس وقت ان لوگوں کے دلوں میں اس خیال نے زور پکڑا کہ ایک شخص کو خلیفہ مان کر اور اس کی اطاعت کا اقرار کر کے ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ اب کسی طرح یہ غلطی رد کر دینی چاہیئے۔ تاجماعت دوبارہ اس غلطی کا ارتکاب نہ کرے۔ چنانچہ خلافتِ ثانیہ کے قیام کے وقت ان لوگوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی کی وصیت سے انحراف کر کے خلافتِ ثانیہ کا انکار کر دیا۔ نیز سلسلہ احمدیہ میں خلافت کے جاری رہنے سے بھی انکار کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کا ایک پُر شوکت اعلان

اپنے ایامِ خلافت میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ نے یہ پُر شوکت اعلان فرما دیا تھا :-

”مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بناٹے پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں۔ اور اس کے چھوڑ دینے پر ہتھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی رداء کو مجھ سے چھین لے“

(بدر - ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ خلیفہ کے عزل کے قائل نہیں تھے۔ نیز اعلان فرمایا :-

”اس نے (یعنی خدا تعالیٰ نے مافیل) نہ تم میں سے کسی

نے مجھے خلافت کا کرتہ پہنا دیا۔ میں اس کی عزت اور
ادب کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ باوجود اس کے کہ میں
تھارے مال اور تمھاری کسی بات کا بھی روادار نہیں
اور میرے دل میں اتنی بھی خواہش نہیں کہ کوئی مجھے سلام
کرتا ہے یا نہیں۔ تمھارا مال جو میرے پاس نذر کے
رنگ میں آتا تھا۔ اس سے پہلے اپریل تک میں اسے
مولوی محمد علی کو دیدیا کرتا تھا۔ مگر کسی نے غلطی میں
ڈالا اور اس نے کہا کہ یہ ہمارا روپیہ ہے اور ہم اس کے
محافظ ہیں۔ تب میں نے محض خدا کی رضا کے لیے
اس روپیہ کا دینا بند کر دیا۔ کہ میں دیکھوں کہ یہ کیا کر سکتے
ہیں۔ ایسا کہنے والے نے غلطی کی، نہیں بے ادبی کی۔
اسے چاہیے کہ وہ توبہ کرے۔ اب بھی توبہ کرے۔ اب
بھی توبہ کرے۔ ایسے لوگ اگر توبہ نہ کریں گے تو ان
کے لیے اچھا نہ ہوگا۔

(بدریکم فروری ۱۹۱۲ء ص ۳)

پھر لاہور میں حضرت خلیفہ الاول رضی نے تقریر فرمائی کہ :-
”خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس
بکھیرے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی
نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن
سکتا ہے۔ میں جب مر ڈنگا تو پھر وہی کھڑا ہوگا،
جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اسے آپ کھڑا کرے گا“

تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کیے ہیں۔ تم خلافت کا
 نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ
 تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں۔ اور نہ کسی
 میں طاقت ہے کہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور
 دو گے۔ تو یا درکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید
 ہیں جو تم کو مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔“
 (بدر جولائی ۱۹۱۲ء)

ایک اور اہم واقعہ

حکیم مولوی فضل دین صاحبؒ کی وصیت میں انجمن کو بھیرہ میں ایک
 حویلی ملی تھی حضرت خلیفہ المسیح الاولؑ دن کے حضور بھیرہ کے ایک شخص نے ایک
 خاص وجہ کی بنا پر یہ حویلی اسے رعایت سے دے جانے کی درخواست کی۔
 حضرت خلیفہ المسیح الاولؑ نے اسے رعایت سے یہ حویلی دیا جانے کا مستحق سمجھا
 اور اسے بازاری نرخ سے کم قیمت پر دیا جانے کا ارشاد فرمایا۔ لیکن مولوی
 محمد علی صاحب اور ان کے ہم خیال ممبران انجمن نے اس میں اختلاف کیا جس پر
 حضرت خلیفہ المسیح الاولؑ نے اعلان فرمایا کہ میں ان لوگوں کو عید الفطر تک
 موقع دیتا ہوں اگر انھوں نے اپنی اصلاح کر لی تو بہتر صورت میں اس عید کے روز
 انھیں جماعت سے خارج کر دوں گا۔ آخر عید کے موقع پر ان لوگوں نے معافی مانگ
 لی جس پر حضور نے درگزر فرمایا۔ اور خطبہ عید الفطر میں اس بات کا اعلان فرمایا
 اور یہ بھی اس خطبہ میں بیان فرمایا کہ :-

”حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ

ہے وہ شخص کھول کر سناٹا ہوں۔ جس کو خلیفہ بنا تا تھا
 اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا اور اُدھر چودہ
 اشخاص (محمّد بن صدر انجمن احمدیہ) ناقل (کو فرمایا
 کہ تم بشیعتِ مجموعی خلیفہ امسح ہو۔ تمہارا فیصلہ قطعی
 فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے
 پھر ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ
 پر بیعت کرادی کہ اس کو اپنا خلیفہ مانو۔ اور اس طرح
 انہیں اکٹھا کر دیا۔ پھر نہ صرف چودہ کا بلکہ تمام قوم
 کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا۔ اب جو اجماع کے
 خلاف کرنے والا ہے وہ خدا تعالیٰ کا مخالف ہے
 پس تم کان کھول کر سناؤ۔ اب اگر اس معاہدہ
 کے خلاف کرو گے تو نَأْعِقِبُہُمْ نَفَاقًا فِی قُلُوبِہِم
 کے مصداق بنو گے۔ میں نے نہیں یہ کیوں سنایا
 اس لیے کہ تم میں بعض نافرمان ہیں جو بار بار کمزوریاں
 دکھاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ مجھ سے بڑھ کر جانتے
 ہیں۔“

”خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے میں بڑے زور
 سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس کرتے کو ہرگز
 نہیں اتار سکتا۔ اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے
 مخالف ہو جاؤ تو میں بالکل تمہاری پروا نہیں کرتا
 اور نہ کرونگا۔ تم معاہدہ کا حق پورا کرو۔ پھر دیکھو

کس قدر ترقی کرتے ہو اور کیسے کامیاب ہوتے ہو....
 مجھے ضرورتاً کچھ کہنا پڑا ہے۔ اس کا میرے ساتھ وعدہ
 ہے کہ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ مجھے دوبارہ بیعت لینے
 کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے پہلے وعدہ پر قائم رہو،
ایسا نہ ہو کہ نفاق میں مبتلا ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔ جلد بازی
سے کوئی فقرہ منہ سے نکالنا آسان ہے مگر اس کا
نگلنا بہت مشکل ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تمہاری
 نسبت نہیں، بلکہ اگلے خلیفہ کے اختیارات کی نسبت
 بحث کرتے ہیں۔ مگر تمہیں کب معلوم کہ وہ ابو بکر اور
 مرزا صاحب سے بھی بڑھ کر آئے۔۔۔۔۔۔ مجھے
 ایک دفعہ شیخ صاحب نے کہا تھا کہ میں نے یہاں
 سکونت اختیار کر لی ہے۔ میں تمہاری نگرانی کروں گا
 تو میں نے کہا تھا۔ بسم اللہ دو فرشتے میرے نگہبان
 پہلے ہی سے مقرر ہیں۔ ایک تم آگئے۔ میں آج کے
 دن ایک کام کرنے والا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے مجھے
 روک دیا۔ اور میں اس کی مصلحتوں پر قربان ہوں۔
 میں ایسے لوگوں کو جماعت سے الگ نہیں کرتا
 کہ شاید وہ سمجھیں۔ پھر سمجھ جائیں۔ پھر سمجھ جائیں۔
 ایسا نہ ہو کہ میں ان کی ٹھوکر کا باعث بنوں۔ میں اخیر
 میں پھر کہتا ہوں کہ آپس میں تباغض و تخاصم کا
 رنگ چھوڑ دو۔ کوئی امر امن کا یا خوف کا پیش آ جاوے

عوام کو نہ سناؤ۔ ہاں جب کوئی امر طے ہو جائے، تو
بے شک اشاعت کرو۔

اب میں تمہیں کہتا ہوں کہ یہ باتیں تمہیں ماننی پڑیں گی
اور آخر کتنا پڑیگا۔ اتینا طائعین جو کچھ میں کہتا
ہوں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے
اور تمہیں ہدایت پر قائم رکھے اور خاتمہ بالخیر کرے
آمین!“ (خطبہ عید الفطر مندرجہ اخبار بدر ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۹ء)

سراخلافتہ کی عبارت کا مفہوم | فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

”حضرت مسیح موعود کے نزدیک خلفاء دو قسم کے ہوتے
ہیں۔ ایک وہ جو آیت استخلاف کے ماتحت ہوتے
ہیں۔ دوسرے وہ جو آیت استخلاف کے ماتحت نہیں
ہوتے۔ اور کتاب سراخلافتہ میں ص ۲ پر حضرت
علی رضی عنہ کی خلافت کا ذکر کیا ہے۔ جس میں امن نہیں تھا
..... اس لیے حضرت علی رضی خلیفہ تو بے شک تھے
مگر آیت استخلاف کے ماتحت نہ تھے۔ چونکہ انتخاب
خلیفہ خدا کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا اس لیے اس
بنا پر اسے محزول نہ کر سکنے کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا“
(فتح حق ص ۳۷)

واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب سراخلافتہ شیعہ اصحاب
کی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لیے لکھی تھی۔ اور اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنه کو قرآن کریم کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بلا فصل

ثابت کیا ہے اور دوسرے خلفاء پر ان کی افضلیت کا ثبوت دیا ہے اس میں یہ ثابت کرنا مقصود نہیں تھا کہ دوسرے خلفاء کی خلافت کلی طور پر آیت استخلاف کے ماتحت نہیں تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سر الخلافہ کے صانع پر بطور الزام خصم تحریر فرماتے ہیں :-

”حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی شان تمام صحابہ میں سے اعظم و ارفع

تھی اور بلا ریب وہی خلیفہ اول ہیں اور انہی کے بارہ میں آیاتِ خلافت نازل ہوئی تھیں۔ اور اگر تم کسی اور کو ان کے زمانہ کے بعد اس کا مصداق سمجھتے ہو تو واضح پیشگوئی

لاؤ۔ اگر تم سچے ہو“ (ترجمہ از عربی عبارت)

اگر اس عبارت کے یہ معنی لیے جائیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا ان کے بعد اس موعودہ خلافت کا کوئی مصداق نہیں تو یہ امر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری تحریرات کے صریح خلاف ہے۔ حضور شہادۃ القرآن میں آیت ہذا نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں :-

”یہ آیت درحقیقت اس دوسری آیت اَنَا مِنْ نَزَلْنَا

الذِّكْرَ وَاَنَا لَهُ لِحَافِظُونَ کے لیے بطور تفسیر کے واقعہ

ہے اور اس سوال کا جواب دے رہی ہے کہ حفاظتِ قرآن

کیونکر اور کس طور سے ہوگی۔ سو خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں

اس نبی کریم کے خلیفے وقتاً فوقتاً بھیجتا رہوں گا۔“

(شہادۃ القرآن ص ۴۳)

پھر آیت استخلاف کے ساتھ آیت وِیْزَالِ الذِّیْنَ کَفَرُوا وَانصِبْہِم بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةً اور تَحِلُّ قَرِیْبًا مِنْ دَارِہُمْ حَتّٰی یَأْتِیَ وَعْدَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ

لا یخلف المیعاد اور آیت دعا کتا موعذ میں حتیٰ نبعت رسولاً دُج کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں :-

”ان آیات کو اگر کوئی شخص قاتل اور غور کی نظر سے دیکھے تو میں کیوں کر کہوں کہ وہ اس بات کو نہ سمجھ جائے، کہ خدا تعالیٰ اس امت کے لیے خلافت دائمی کا صاف وعدہ فرماتا ہے۔ اگر خلافت دائمی نہیں تھی تو شریعت موسوی کے خلیفوں سے تشبیہ دینا کیا معنی رکھتا تھا اور خلافت راشدہ صرف تیس برس تک رہ کر پھر ہمیشہ کے لیے اس کا دور ختم ہو گیا تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ اس امت پر ہمیشہ کے لیے ابواب سعادت مفتوح رکھے“

(شہادۃ القرآن ص ۵)

پس شیعوں کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سر الخلافت میں صرف یہ بتایا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی خلیفہ اول اور اس آیت کا اکمل مصداق تسلیم نہ کیا جائے تو حضرت علی کی خلافت ثابت ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس آیت کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ خدا خلافت کے ذریعہ خوف کو امن سے بدل دیگا اور حضرت علی اس امن والے حصہ کے مصداق ثابت نہیں ہوئے۔ کیونکہ ان کے زمانہ میں بدامنی تو پیدا ہوئی مگر امن قائم نہ ہو سکا۔ ویسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برحق تسلیم کرتے ہیں بلکہ آپؑ اس کتاب میں دعا کی ہے اللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ دَالَاةٌ وَعَادِ مَنْ عَادَاةً (سرہ الخلافہ ص ۳۲) یعنی اے اللہ جو حضرت علی سے محبت رکھتا ہے تو اُس سے

مہجرت رکھ اور جو حضرت علیؓ کا دشمن ہے تو اس کا دشمن ہو جا۔

اور آپؐ سر الخلافۃ میں صاف لفظوں میں یہ بھی لکھا ہے :-

”وَالْحَقُّ أَنَّ الْحَقَّ كَانَ مَعَ الْمُرْتَضَى
وَمَنْ قَاتَلَهُ فِيْ وَقْتِهِ فَبَغَى وَطَغَى لَكِنَّ
خِلَافَتَهُ مَا كَانَ مُصْداقَ الْإِمْنِ الْمُبَشِّرِ
بِهِ مِنَ الرَّحْمَنِ بَلْ أُذِيَّ الْمُرْتَضَى مِنَ
الْأَقْرَبَانِ الْخِ (سر الخلافۃ ص ۳)

ترجمہ: سچی بات یہ ہے کہ حق علی المرتضیٰ کے ساتھ تھا اور جس شخص نے آپ کے وقت میں آپ سے جنگ کی ہے اس نے بغاوت اور سرکشی کی ہے۔ لیکن ان کی خلافت خدا کی طرف سے بشارت دیئے گئے امن کی مصداق نہ تھی۔ بلکہ مرتضیٰ اپنے ہم عصروں کے ہاتھوں ایذا دیئے گئے۔

پس ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کا اصل مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معالحد آیت استخلاف کے اکمل مصداق حضرت ابوبکر صدیقؓ رہے تھے، اور اول مصداق بھی وہی تھے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں کہ :-

”آیاتِ استخلاف میں خدا تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور

عورتوں سے وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان میں سے بعض یمنین

خدا تعالیٰ کے فضل و رحم سے خلیفہ بنائے جائیں گے اور

خدا ان کے خوف کو امن سے بدل دیگا۔ فَهَذَا أَمْرٌ

لَا نَجِدُ مُصْداقَهُ عَلَى وَجْهِ أَتَمٍّ وَ

أَكْمَلٍ إِلَّا خِلَافَةَ الصِّدِّائِقِ۔ (سر الخلافۃ ص ۱)

یعنی یہ وہ امر ہے جس کا مصداق اتم اور اکمل طور پر ہم حضرت صدیقؓ

کی خلافت کو پاتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ دوسرے خلفائے راشدین کی خلافت کے آیت استخلاف کے ماتحت ہونے سے انکار نہیں کیا گیا۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاً بعد اس کا اکل اور اتم مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے پس خلفائے راشدین کے عزل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے افاروقی صاحب نے ذیل کا اقتباس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلے خطبہ کا مفہوم کے خطبہ سے عزل خلفاء کو جائز ثابت کرنے کے لیے یوں دیا ہے کہ :-

”اے مسلمانو! میں تمہارے حبیب امت کا ایک فرد ہوں
میں صرف شریعت کی پیروی کرنے والا ہوں۔ میں اس میں
کوئی نئی چیز داخل نہیں کر سکتا۔ اگر میں اس شریعت پر
سیدھا چلتا رہوں۔ تو میری اتباع کرنا اور اگر میں اس
سے ادھر ادھر ہو جاؤں تو تم مجھے سیدھا کر دینا“
(فتح حق ص ۲۳ و ۲۴)

واضح ہو کہ اس اقتباس کا پہلا حصہ سراسر انکسار و پستی ہے اور اس سے انکلا
حصہ اس ٹھوس حقیقت پر مشتمل ہے کہ خلیفہ وقت شریعت میں کچھ اضافہ نہیں
کر سکتا۔ لہذا آپ کا یہ فقرہ کہ ”جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
کرتا رہوں تو تم بھی اطاعت کرتے رہو۔ اور اگر میں اللہ اور رسول کی نافرمانی کروں
تو تم پر میری کوئی اطاعت نہیں“ صرف یہ بتانے کے لیے کہ میں بھی اللہ اور اس کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں اور انہی کے احکام میں تم پر میری اطاعت
واجب ہے۔

فاروقی صاحب! آپ کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو خدا کے
 مامور خلیفہ تھے آپ اس امر سے ہرگز انکار نہیں کر سکتے۔ مگر آپ کی بیعت کی شرائط
 پڑھ کر دیکھیں تو اس میں اطاعت و معروف کی ہی شرط پاؤ گے۔ بلکہ قرآن مجید میں
 ہے کہ خواتین نے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو اس میں خدا تعالیٰ
 نے بھی یہ ہدایت کی تھی کہ وہ یہ اقرار کریں **ءَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ**۔
 (سورہ ممتحنہ ۲۷) کہ اے نبی معروف کاموں میں وہ تیری نافرمانی نہیں کریں گی۔
 تو کیا اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود
 علیہ السلام کو ٹی بڑا کام بھی بتا سکتے تھے جس کی وجہ سے یہ شرط لگائی گئی۔ پس
 ایسی عبارتوں سے خلفائے راشدین کے عزل کا استدلال بالکل نادرست
 ہے۔ جب رسالہ الوصیت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خلافت کو

خدا کی قدرت ثانیہ قرار دیا ہے تو خدا کی قدرت کو کون معزول کر سکتا ہے؟
 شیخ مصری صاحب کا جماعت ہر سچی جماعت میں کچھ منافقین بھی ہوتے
 سے **خارج ہوا تھا** | میں۔ فاروقی صاحب نے شیخ عبدالرحمن

مصری کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بیعت سے علیحدہ ہوئے (ط ۷۷) حالانکہ حقیقت
 یہ ہے کہ وہ جماعت میں ایک عرصہ تک منافقانہ طور پر رہے اور ان کے نفاق
 کا علم ہونے پر انھیں جماعت سے خارج کر دیا گیا تھا۔ وہ آپ علیحدہ نہیں
 ہوئے تھے۔

نام نہاد حقیقت پسند پارٹی | اسی طرح ۱۸۵۶ء میں چند منافقین علیحدہ
 ہو گئے اور ازاں و شرارت انہوں نے ایک پارٹی بنام حقیقت پسند بنائی
 اور منکرین خلافت احمدیہ جب عادت ایسے منافقین کی حرکات کو ہوا دیتے
 ہیں چنانچہ فاروقی صاحب نے ان لوگوں کے متعلق لکھا ہے۔

”۱۹۵۶ء میں تو ان کے بہت سے مریدوں نے تنگ

آکر اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ (فتح حق ص ۲۱-۲۲)

حالانکہ یہ صرف چند افراد تھے۔ جنہیں فاروقی صاحب نے بہت سے مرید قرار دیکر ایک صریح غلط بیانی کا ارتکاب کیا ہے۔ منافقین تو آغاز اسلام میں بھی موجود تھے اور ان کی مذموم حرکات کا بھی قرآن کریم میں ذکر موجود ہے۔ کہ ان کا کام الزام تراشی۔ اور شرارت ہی تھا۔ ان کے بارہیں ایک خاص سورۃ ”المنافقون“ کے نام سے قرآن کریم میں موجود ہے۔ پس منافقوں کا احمدیہ جماعت میں پایا جانا اور پھر ان کا الگ کیا جانا یا ان کا آپ ہی الگ ہو جانا تو جماعت احمدیہ کی سچائی کا ایک ثبوت ہے اور اس بات کی روشن دلیل کہ ہماری تنظیم خدا کے فضل سے ایسی ہے کہ منافق اس میں زیادہ عرصہ پنپ نہیں سکتا۔ اور زود یا بدیر اس کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔ پس منافقین سچی جماعت کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔

طریق انتخاب خلافت

اسلام میں انتخاب خلیفہ کا جو سادہ اور آسان طریق ہے اس کا ذکر

مقدمہ ابن خلدون ص ۱۶۱ مطبوعہ مصر میں یوں ہے :-

”جب طے ہو گیا کہ امام کا مقرر کرنا اجتماعی طور پر واجب

ہے تو یہ امر فرض کفایہ قرار پایا۔ اب ارباب حل و عقد

کے ذمہ ہوگا کہ وہ خلیفہ کا تقرر کرے اور باقی جماعت

پر واجب ہوگا کہ سب کے نسب خلیفہ کی اطاعت

کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اطیعوا

اللہ واطيعوا الرسول واولى الامر منكم

ایڈیٹر "المنار" مصر نے اپنی کتاب الخلافة میں بھی اس امر کی تائید کی ہے اور اس جگہ لکھا ہے کہ علامہ سعید الدین نقضانی شرح المقاصد میں متکلمین اور فقہاء کے ہم نوا ہو کر لکھتے ہیں کہ ارباب حل و عقد سے مراد علماء اور قوم کے سردار اور بڑے لوگ ہیں (الخلافة ص ۱۱)

جماعت احمدیہ میں انتخاب خلافت کے طریق میں یہ بیانات بھی مد نظر رکھے گئے ہیں۔ بے شک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر خلافت حق اسلام میں عیسائیوں میں پوپ کے انتخاب کے سادہ طریق کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ مگر اسی تقریر میں "المنار" مصر کے ایڈیٹر علامہ رشید رضا کے مندرجہ بالا حوالہ کا ذکر بھی موجود ہے۔ پوپ کے طریق انتخاب کے ذکر سے فاروقی صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس سے حضرت مسیح موعودؑ کے اس خواب کی تعبیر ہو گئی جس میں لکھا تھا کہ محمود انگریز (دجال) کو لیکر ہمارے گھر احمدیت میں داخل ہو گیا ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام بھی ہے۔

نزدہا علیٰ النصاریٰ (تذکرہ ص ۶۶) اس میں بھی خلیفہ صاحب کے مکر اور جماعت کی گمراہی کا ذکر ہے۔ یہاں "ہا" بطور تانیث آئی ہے جس سے عورت کی چال والی جماعت مراد ہے جنہوں نے عیسائیوں سے مشابہت اختیار کر لی۔ (فتح حق ص ۴۶-۴۷)

فاروقی صاحب کا یہ بیان مرام غلط بیانی پر مبنی ہے۔ انگریز کے آگے (دجال) اور ہمارے گھر کے آگے (احمدیت) کے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہیں لکھے اور الہام نزدہا علیٰ النصاریٰ میں "ہا" کی ضمیر بھی جماعت کی طرف نہیں پھرتی۔ یہ الہام مکمل صورت میں تذکرہ ص ۲۸۷

پران الفاظ میں درج ہے :

”اِنَّ النَّصَارَىٰ حَوَّلُوا الْاَمْرَ سَرَّوْذَهَا عَلٰی
النَّصَارَىٰ يُبَيِّنُ ذٰلِكَ فِي الْحُطْمَةِ“

اس کا ترجمہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تذکرہ ص ۲۹۲ پر یہ

درج فرمایا ہے :-

”نصارائی نے حقیقت کو بدل دیا ہے سو ہم ذلت

اور شکست کو نصاریٰ پر واپس پھینک دیں گے۔

اور آتھم نابود کر دینے والی آگ میں ڈال دیا جائیگا“

اس ترجمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اس الہام کا تعلق مسٹر عبد اللہ آتھم عیسیٰ

سے ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود نے پندرہ ماہ کے اندر ہلاکت کی پیشگوئی

فرمائی تھی۔ بشرطیکہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور چونکہ مسٹر آتھم نے رجوع کر لیا

نہ تھا اس لیے وہ پندرہ ماہ کے اندر ہلاک نہ ہوا۔ مگر اس پر عیسیائیوں نے اپنی

فتح کا ڈنکا بجایا اور جلوس نکالے اور مسٹر آتھم اس پر خاموش رہا تو اللہ تعالیٰ

نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام بتایا کہ ہم یہ ذلت نصاریٰ پر لوٹا دیں

گے اور آتھم ہلاک ہوگا اور جہنم میں ڈالا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسٹر آتھم

اخفاٹے حق کی وجہ سے پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی

میں جلد ہلاک ہو گیا اور دوزخ کا ایندھن بنا۔

نار دقتی صاحب نے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کے معانی

بگاڑنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ چنانچہ وہ آپ کے مندرجہ بالا الہام کے بالکل

غلط معنی کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود

فرما چکے ہیں جس میں نصاریٰ کی ذلت شکست کا بیان ہے نہ کہ جماعت احمدیہ کی

مگر اسی اور ان کے کسی خلیفہ کے مکر کا ذکر۔

چونکہ جماعت کے لیے خلافت کا طریق انتخاب مقرر کر دینے پر جماعت احمدیہ میں آئندہ فتنہ کا دروازہ بند ہو جاتا تھا۔ اس لیے فاروقی صاحب نے پوپ کے طریق انتخاب کا ذکر تو اعتراض کی خاطر کر دیا ہے مگر فقہائے اسلام کے بیان کردہ اسلامی طریق انتخاب کا ذکر چھوڑ دیا ہے اور لکھا ہے :-

”اس کے مطابق میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان

حکم دیتے ہیں: ”آئندہ یہ نہ رکھا جائے کہ ملتان

اور کراچی اور حیدرآباد اور کوئٹہ اور پشاور سب

جگہ کے نمائندے جو پانچ سو کی تعداد سے زیادہ ہوتے

ہیں وہ آئیں تو انتخاب ہو بلکہ صرف ناظرین اور کیلوں

اور مقررہ اشخاص یعنی ملازم عملہ کے مشورہ کے

ساتھ اگر وہ حاضر ہوں خلیفہ کا انتخاب ہو گا جس کے

بہر جماعت میں اعلان کر دیا جائے گا کہ جماعت اس

شخص کی بیعت کرے گی۔“ (فتح حق صفحہ ۷۷)

یہ عبارت انہوں نے قوسین کے اندر خلافت حقہ اسلامیہ کی تقریر ص ۵۶

کے حوالہ سے لکھی ہے۔ مگر ان الفاظ میں فاروقی صاحب نے حسب عادت

سراسر تحریف سے کام لیا ہے۔ ورنہ تقریر کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

”پس اسلامی طریق پر جو کہ میں آگے بیان کروں گا آئندہ

خلافت کے لیے میں یہ قاعدہ منسوخ کرتا ہوں کہ

شوریٰ انتخاب کرے بلکہ میں یہ قاعدہ مقرر کرتا ہوں

کہ آئندہ جب کبھی خلافت کے انتخاب کا وقت آئے

تو صدر انجمن احمدیہ کے ناظر اور ممبر اور تحریک جدید کے دکلا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے زندہ افراد اور اب نظر ثانی کرتے وقت یہ بات بھی بعض دوستوں کے مشورہ سے زائد کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ بھی جن کو فوراً بعد تحقیقات صدر انجمن احمدیہ کو چاہیئے کہ صحابیت کے سرٹیفکیٹ دیں اور جامعۃ المبشرين کے پرنسپل اور جامعہ احمدیہ کے پرنسپل اور مفتی سلسلہ احمدیہ اور

تمام جماعت ہائے پنجاب و سندھ کے امیر اور مشرقی پاکستان کا امیر مل کر اس کا انتخاب کریں۔“ اسی طرح نظر ثانی کرتے وقت میں یہ امر بھی بڑھانا ہوں کہ ایسے سابق امراء جو دو دفعہ کسی ضلع کے امیر رہے ہوں گو انتخاب کے وقت بوجہ معذوری امیر نہ رہے ہوں وہ بھی اس لسٹ میں شامل کیے جائیں اسی طرح تمام مبلغ جو ایک سال تک غیر ملک میں کام کر آئے ہوں اور بعد میں سلسلہ کی طرف سے ان پر کوئی الزام نہ آیا ہو۔ ایسے مبلغوں کی لسٹ شائع کرنا مجلس تحریک کا کام ہو گا۔ اسی طرح ایسے مبلغ جنہوں نے پاکستان کے کسی ضلع یا صوبہ میں رئیس التبلیغ کے طور پر کم سے کم ایک سال تک کام کیا ہو۔ ان کی فرست بنانا صدر انجمن احمدیہ کے ذمہ

ہوگا، مگر شرط یہ ہوگی کہ اگر وہ موقع پر پہنچ جائیں۔
 سیکرٹری شوریٰ تمام ملک میں اطلاع دے دیں
 کہ فوراً پہنچ جاؤ اس کے بعد جو نہ پہنچے اس کا اپنا
 قصور ہوگا اور اس کی غیر حاضری خلافت کے انتخاب
 پر اثر انداز نہ ہوگی۔“

{ تقریر خلافت حقہ شائع کردہ الشریعہ الاسلامیہ
 لمیٹڈ ربوہ ۱۵-۱۶ }

اب فیصلہ میں قارئین کرام پر چھوڑنا ہوں۔ وہ حوالہ جات کے پیش کرنے
 میں فاروقی صاحب کی غیر ذمہ دارانہ حرکت ملاحظہ فرمائیں اور دیکھ لیں انتخاب
 کا یہ طریق فقہائے اسلام کے بیان کردہ طریق کے مطابق ہے یا نہیں؟
 پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ جماعت پر ٹھونسنا
 نہیں بلکہ ۱۹۵۷ء کی مجلس مشاورت میں حضور نے اسے بطور تجویز مجلس شوریٰ
 پیش کیا اور اس پر ممبران مجلس شوریٰ کی رائے لی گئی اور باتفاق رائے
 یہ تجویز بصورت ریزولوشن پاس ہوئی۔ دیکھو رپورٹ مجلس مشاورت
 (۱۹۵۷ء ص ۹ تا ۱۶)

اور یہ امر فاروقی صاحب کی دیدہ و دانستہ غلط بیانی ہے کہ:-
 ”میاں محمود احمد صاحب نے اپنے بیٹے کو اپنے بعد
 اپنی گدسی پر متمکن کرنے کا ڈھونگ رچایا اور دوسرے
 پیروں کی گدیوں اور اس میں فرق نہ رہا۔“
 (فتح حق ص ۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ کے انتخاب کے لیے یہ

لائحہ عمل بتاتا ہے کہ مجلس شوریٰ کے اس مشورہ کے مطابق فیصلہ کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے آئندہ خلافت کے انتخاب کے موقع پر قسم کے فتنہ کا دروازہ بند کر دیا۔ خواہ اس کے نتیجے میں آپ کا کوئی بیٹا خلیفہ ہو یا جماعت میں سے کوئی اور موزوں بزرگ۔

البتہ اگر آپ کا کوئی بیٹا اہل ہو اور جماعت اسے انتخاب کر لے تو پھر بیٹا ہونے کی وجہ سے اس انتخاب کو کس طرح ناجائز یا کالعدم قرار دیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ کسی خلیفہ کے بیٹے کا انتخاب سے خلیفہ مقرر کیا جانا شرعاً ممنوع نہیں۔ افسوس ہے کہ فاروقی صاحب نے (معاذ اللہ) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو یزید کی خلافت سے تشبیہ دی ہے۔ حالانکہ یزید تو وہ تھا جسے اس کے باپ نے اپنی زندگی میں ولی عہد مقرر کیا تھا اور اس کے بقی میں لوگوں سے اپنی زندگی میں بیعت لی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تو یہ طریق اختیار نہیں کیا بلکہ خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ آپ نے فقہائے اسلام کے بیان کردہ طریق کے مطابق ارباب حل و عقد کے فیصلہ پر چھوڑا ہے۔ پس فاروقی صاحب کا آپ کی خلافت کو یزید کی خلافت سے تشبیہ دینا سراسر نا خدا ترسی اور ظلم عظیم ہے۔

اے خدا! تو ان لوگوں کی آنکھیں کھول دے تا یہ اپنے نفع و نقصان کو پہچان سکیں اور قیامت کی رسوائی سے بچ جائیں۔ اللہم آمین!



باب ہفتم

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

پر

تبدیلی عقیدہ کے الزام کی حقیقت

اپنی کتاب کے آخری باب میں فاروقی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ :

والف (۱۹۱۸ء) تک میاں محمود احمد صاحب کا یہ اعتقاد تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت بند ہے اور آج تک کوئی نبی نہیں آیا اور نہ آئندہ ہوگا۔ چنانچہ رسالہ تشبیہ الاذہان میں (جو قادیان سے شائع ہوتا تھا) اپریل ۱۹۱۸ء کے پرچہ میں میاں محمود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ :-

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سینکڑوں نبی گذرے ہیں جن کو ہم مانتے ہیں۔ مگر آنحضرت ص کے دعوے کے بعد تیرہ سو سال گذر گئے۔ کسی نے آج تک نبوت کا دعویٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔“

(ب) "۱۹۱۱ء تک میاں محمود احمد صاحب کا یہ ۶۱ ہفتاد تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔ آپ کی تابعداری اور ہر سے مشیل انبیا پیدا ہوئے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ چنانچہ اخبار بدر ۲۲ مارچ ۱۹۱۱ء میں میاں محمود احمد صاحب لکھتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ آپ کے کلمات اس حد تک پہنچے کہ آپ کے بعد کوئی مامور من اللہ نہیں ہو سکتا جب تک آپ کی اس پر اتباع (اتباع - ناقل) کی مہر نہ ہو۔"

(فتح حق ص ۵۵-۵۱)

الجواب: ان دونوں اقتباسات میں سے پہلے اقتباس میں "آج تک کوئی نبی نہیں آیا اور نہ آئندہ ہوگا" سے مراد مستقل نبی ہے اور دوسرے اقتباس میں "کوئی مامور من اللہ نہیں ہو سکتا جب تک آپ کی اتباع (اتباع - ناقل) کی مہر نہ ہو۔" سے مراد امتی اور ظلی نبی ہے۔

پس ان دونوں اقتباسوں سے جو نتیجہ فاروقی صاحب نے نکالا ہے وہ صریحاً لغو و باطل ہے کیونکہ ان حوالہ جات سے بہت پہلے ۱۹۰۶ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ۱۹۰۶ء میں رسالہ تشہید الاذہان کے پہلے پرچہ کے انٹروڈکشن میں صفحہ ۷ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے دنیا کے لوگوں کو مخاطب کر کے لکھا ہے:-

”کیا یہ تیرا خیال ہے کہ میں کسی بڑی قوم کا ہوں۔ یا میرے پاس زرد جواہر ہیں۔ یا میری قوت بازو بہت لوگ ہیں یا میں بہت بڑا رئیس یا بادشاہ ہوں یا بڑا ذی علم انسان ہوں، سجادہ نشین ہوں یا فقیر ہوں اس لیے مجھ کو اس رسول کے ماننے کی کوئی حاجت نہیں۔“

نیز ص ۸ پر لکھا ہے :-

”غرضیکہ ہر ایک قوم ایک نبی کی منتظر ہے اور اس کے لیے زمانہ بھی یہی مقرر کیا جاتا ہے۔ ہمارے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نشانات اس نبی کی پہچان کے بتائے ہیں اور اس کے پہچاننے کے لیے جو جو آسانیاں ہمارے لیے پیدا کر دی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے رسول کا مرتبہ کس قدر بلند اور بالا تھا۔“

پھر ص ۸ اور ص ۹ پر لکھا ہے کہ :-

”یہ دیکھنا چاہیے کہ اس زمانہ میں کسی نبی کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اس زمانہ کو اچھا کہا جائے یا بُرا۔ جہاں تک دیکھا جاتا ہے اس زمانہ سے بڑھ کر دنیا میں فسق و فجور کی ترقی نہیں ہوئی۔ تمام دنیا ایک زبان ہو کر چلا اٹھی ہے کہ گناہوں کی حد ہو گئی ہے۔ یہی زمانہ ہے کہ دنیا میں ایک مامور کی حد سے زیادہ ضرورت ہے۔“

یہ وہ مضمون ہے جس پر مولوی محمد علی صاحب نے بھی پُر زور رپورٹ لکھا تھا جس کا ایک اقتباس یہ ہے :-

”اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا بشیر الدین محمود احمد حضرت اقدس کے صاحبزادہ ہیں اور پہلے نمبر میں ۱۴ صفحات کا ایک انٹروڈکشن ان کی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جماعت تو اس مضمون کو پڑھ سکی مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بین دلیل کے پیش کرتا ہوں جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے۔ خلاصہ مضمون یہ ہے کہ جب دنیا میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور لوگ اس کی راہ کو چھوڑ کر معاصی میں بکثرت مبتلا ہو جاتے ہیں، اور مردار دنیا پر گدھوں کی طرح گر جاتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ تو اس وقت میں ہمیشہ سے خدا تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ انہی لوگوں میں سے ایک نبی کو مامور کرتا ہے کہ وہ دنیا میں سچی تعلیم کچھ پھیلانے اور لوگوں کو تحقیقی راہ دکھلانے۔ یہ لوگ جو معاصی میں اندھے ہوئے ہوتے ہیں وہ دنیا کے نشہ میں مخمور ہونے کی وجہ سے یا تو نبی کی باتوں پر سنہی کرتے ہیں یا اسے دکھ دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہیوں کو ایذا میں پہنچاتے ہیں اور اس سلسلہ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں مگر چونکہ وہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے انسانی کوششوں سے ہلاک نہیں ہوتا، بلکہ وہ نبی اس حالت میں اپنے مخالفین کو پیش از وقت اطلاع دے دیتا ہے کہ آخر کار وہی مغلوب ہونگے اور بعض کو ہلاک کر کے خدا دوسروں کو راہ راست پر لے آدینگا سو ایسا ہی ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو ہمیشہ

سے چلی آئی ہے۔ ایسا ہی اس وقت میں ہوا۔

یہ شاندار ریویو جو مولوی محمد علی صاحب نے اس مضمون پر لکھا، صاف ثابت کرتا ہے کہ ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور جناب مولوی محمد علی صاحب دروہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں نہ کہ غیر نبی۔ اور دنیا کے سامنے حضرت اقدس کو نبی کی ہی حیثیت میں پیش کرتے تھے نہ کہ محض ایک ولی کی حیثیت میں۔

اب ۱۹۱۱ء کی بات سنئے۔ دسمبر ۱۹۱۱ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے جو تقریر کی اس کے ذیل کے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

الف: ”یہ بھی یاد رکھو کہ مرزا صاحب نبی ہیں اور بحیثیت رسول اللہ کے خاتم النبیین ہونے کے آپ کی اتباع سے آپ کو نبوت کا درجہ ملا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اور کتنے لوگ یہی درجہ پائیں گے ہم انہیں (حضرت مرزا صاحب کو۔ ناقل) کیوں نبی نہ کہیں جب خدا نے انہیں نبی کہا ہے۔ چنانچہ آخری عمر کا الہام ہے کہ ”یا ایہا النبی اطعوا الجاثع والمعتز (دیکھئے تذکرہ ص ۷۴، ناقل)

ب: وہ جو مسیح موعود کے ایک لفظ کو بھی جھوٹا سمجھتا ہے وہ خدا کی درگاہ سے مردود ہے۔ کیونکہ خدا اپنے نبی کو وفات تک غلطی میں نہیں رکھتا۔“

ج: ”تم اپنے امتیازی نشانوں کو کیوں چھوڑتے ہو تم ایک گریز نبی کو مانتے ہو اور تمہارے مخالف اس کا انکار کرتے ہیں۔“

د: ”ایک نبی ہم میں بھی خدا کی طرف سے آیا اگر اس کی اتباع کریں گے تو وہی پھل پائیں گے جو صحابہ کرام کے لیے مقرر ہو چکے ہیں۔“

ان اقتباسات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ۱۹۱۱ء میں بھی جبکہ حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی مانتے تھے۔

اس کے بعد فاروقی صاحب نے ۱۹۱۱ء کے مضمون کا ذکر کیا ہے جس کا عنوان ہے، ”مسلمان وہ ہے جو سب مامورین کو مانے“ اس مضمون میں مسئلہ کفر و اسلام درج ہے۔ فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

”مسلمانوں کی تکفیر کے اعلان پر میاں صاحب سے سوال ہوا کہ صرف نبی کا منکر کافر ہوتا ہے، کیا آپ حضرت مسیح موعود کو نبی سمجھتے ہیں۔ تو اس پر میاں محمود احمد صاحب نے اپنے سابقہ مذکورہ بالا مضامین کے برخلاف یہ اعلان کیا کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں۔ یہ دوسری تبدیلی ہے جو میاں محمود احمد صاحب نے اپنے عقیدہ میں کی۔ (فتح حق ص ۵)

الجواب: فاروقی صاحب نے یہ سوال کیے جانے کے متعلق کوئی حوالہ نہیں دیا سو یہ سوال ان کی اپنی ہی بناوٹ ہے۔ در نہ یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا تھا کیونکہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے تو ۱۹۰۶ء کے مضمون اور ۱۹۱۰ء کی تقریر کی طرح خود اس مضمون میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی ہی کی حیثیت میں ہی پیش کیا تھا۔ چنانچہ آپ اس مضمون میں لکھتے ہیں :-

”ہمارا ایمان ہے کہ حضرت صاحب خدا کے مرسل تھے اور مامور من اللہ تھے، ہمارا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء ہمیشہ بھیجتا رہتا ہے اور نہ معلوم اور کتنے انبیاء بھیجے گا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ حضرت بنی کریم محمد رُؤف، رحیم، رسول اللہ، خاتم النبیین کے بعد کوئی شرعی نبی نہیں آیا اور آپ ہر قسم کی نبوتوں کے خاتم ہیں اور آئندہ جس کو اللہ تعالیٰ تک رسوخ ہوگا وہ آپ ہی کی اطاعت کے دروازے سے گذر کر ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْا نِیَّ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ اور اسی میں آپ کی عزت ہے کیونکہ کیا وہ شخص معزز کہلا سکتا ہے جس کے ماتحت کوئی بھی افسر نہ ہو، بلکہ معزز وہی ہوتا ہے جس کے ماتحت بہت سے افسر ہوں، دنیا ہی میں دیکھ لو کہ تم بادشاہ کے لقب کو زیادہ چاہتے ہو یا شہنشاہ کے لقب کو۔ پس شہنشاہ کا لفظ اس لیے کہ اس میں بادشاہوں پر حکومت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ بادشاہ پر معزز ہے ادنیٰ نہیں۔ اس طرح پر ایسی نبوت جس کے ماتحت اور نبوتیں بھی ہوں اس نبوت سے اعلیٰ اور افضل ہے جس کے ماتحت اور نبوت کوئی نہ ہو پس ہم اسی اصل کے ماتحت حضرت مسیح موعود کو بموجب احادیث صحیحہ نبی اور مامور

مانتے ہیں۔

{ تشیخ الاذہان جلد ۶-۷ ص ۱۳۰ و ۱۳۱ }
بابت ماہ اپریل ۱۹۱۲ء

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ ”مسلمان وہ ہے جو خدا کے سب ماموروں کو مانے“ والے مضمون میں ہی حضرت صاحبزادہ مرزا البشیر الدین محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بموجب احادیث صحیحہ نبی قرار دیا تھا۔ پس آپ کے عقیدہ میں تبدیلی کا یہ الزام کہ حضرت مسیح موعود کو غیر نبی مانتے ہوئے نبی قرار دینے لگے۔ ہر طرح سے باطل ہے۔
اس کے بعد فاروقی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ۱۹۱۲ء کی یہ عبارت نقل کی ہے:-

”نبوت کے متعلق میں آپ کو یہ بنانا چاہتا ہوں کہ سب احمدی حضرت مسیح موعود کو ظلی نبی ہی مانتے ہیں لیکن چونکہ حضرت مرزا صاحب کے درجہ کو اس وقت بہت گھٹا کر دکھایا جاتا ہے۔ اس لیے مصلحت و مجبور کرتی ہے کہ آپ کے اصل درجہ سے جماعت کو آگاہ کیا جائے ورنہ اس طرح لفظ نبی کے استعمال کو میں خود بھی پسند نہیں کرتا اس لیے نہیں کہ آپ نبی نہ تھے بلکہ اس لیے کہ ایسا نہ ہو کہ کچھ مدت بعد بعض لوگ اس سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال لیں۔ مگر یہ صرف چند ردزہ بات ہے اور بطور علاج -

(خط بنام محمد عثمان صاحب لکھنوی)

اس کے متعلق فاروقی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ یہ مصلحت بعد میں حقیقت بن گئی۔ ۱۹۵۳ء میں فرقہ احمدیہ کے خلاف مغربی پاکستان میں ایچی ٹمپشن شروع ہوا اور فسادات ہوئے اور بعد میں مارشل لا بھی لگا یا گیا۔ (فتح حق ص ۵۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی یہ عبارت اپنے مضمون میں صاف ہے کہ آپ اپنی خلافت کے ایام میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کو ظلی نبی ہی مانتے تھے ہاں آپ کا عقیدہ یہ تھا کہ ظلی نبی بھی ایک قسم کا نبی ہی ہوتا ہے۔ گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے انھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہتا ہی کافی تھا۔ مگر چونکہ غیر مبائعین اُس زمانہ میں حضرت اقدس کے درجہ کو گھٹا کر پیش کرتے تھے اس لیے مصلحت وقت کا تقاضا یہی تھا کہ آپ کی نبوت کی حیثیت بار بار پیش کی جائے تا جماعت آپ کے صحیح مقام سے آگاہ ہو جائے اور لاہوی فریق کی پیدا کردہ غلط فہمیوں میں مبتلا نہ ہو۔ ورنہ مصلحتاً نبی کے لفظ کو کسی اور پر اس میں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اپنا ایک الہامیوں درج فرماتے ہیں:-

”دنیا میں ایک نبی آیا مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔“

اور اس پر یہ نوٹ دیتے ہیں:-

”ایک قرأت اس الہام کی یہ بھی ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا۔“ یہی قرأت براہین میں درج ہے اور فتنہ سے بچنے کے لیے یہ دوسری قرأت درج نہیں کی گئی۔

{ تذکرہ ص ۱۰۸ بحوالہ مکتوب، ۱ اگست ۱۸۹۹ء
مندرج الحکم، ۱ اگست ۱۸۹۹ء }

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لفظ کے کثرت استعمال سے

اس فتنہ کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ کہ کچھ مدت بعد بعض لوگ اس نیت مستقلہ کا مفہوم نہ نکالیں۔ سو اگر پیغام صلح اور اس کے مہنوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا انکار کر کے آپ کو بار بار غیر نبی قرار دیتے اور نبوت کی بحث کو ۵۰ سال تک جاری نہ رکھتے تو ۱۹۵۳ء تا ۱۹۵۷ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف وہ ایجنسیشن شروع نہ ہوتی اور فسادات نہ ہوتے جن کے بعد لاہور میں مارشل لا لگایا گیا تھا۔ پس اس ابتلاء کے پیدا ہونے کا موجب زیادہ تر لاہوری فریق کا وہ پس پس بگنڈا ہے جو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے خلاف جاری کر رکھا تھا۔ کہ یہ حضرت مرزا صاحب کو نبی اور ان کے منکرین کو مانتے ہیں۔

یہ منکرین خلافت احمدیہ تو اب بھی یہ پروپگنڈا اچھوڑنے کو تیار نہیں جہاں پہ اس بارہ میں حال ہی میں ان کے تازہ ٹرمکٹ شائع ہو رہے ہیں اور فاروقی صاحب کی کتاب بھی اسی کا ایک شاخصانہ ہے جو منکرین خلافت احمدیہ نے ہماری جماعت کے خلاف کھڑا کر رکھا ہے۔

فاروقی صاحب کا یہ لکھنا صریح غلط بیانی ہے کہ یہ مصلحت بالآخر حقیقت بن گئی۔ کیونکہ جماعت احمدیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہ کبھی متقل نبی قرار دیا تھا اور نہ اب قرار دیتی ہے بلکہ ہمیشہ امتی نبی ہی مانا ہے۔ لیکن اس بات کا کیا علاج ہے کہ مخالف علماء نے اس اصل حقیقت کو دیتا سے پھپکا کر ایجنسیشن کی تھی۔

انکوائری کمیشن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا بیان

میں نہیں سمجھ سکا کہ فاروقی صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے

انکوائری کمیشن کے سامنے دئے گئے بیان کو درج کرنے کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ وہ ہمارے خلاف اپنا پُرانا پروپیگنڈا جاری رکھیں جس سے اب تک انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا، بلکہ آپس میں جھگڑ کر فریقین کی بہت سی طاقت زائل ہی ہوئی ہے۔ حالانکہ یہی طاقت تبلیغ اسلام پر صرف ہونا چاہیے تھی۔ مگر لاہوری فریق اب تک یہ پروپیگنڈا چھوڑنے کو تیار نہیں، اس لیے ہمیں بھی ان کے مقابلہ میں جواب دینا پڑتا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے ۵۰ سالہ بحث میں فریقین کے اختلافی مسائل پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ پڑھنے والا اس سے آسانی سے صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ مگر جو لوگ ہماری مخالفت کو ہی اپنی کامیابی کا راز سمجھتے ہوں گے وہ ہر طرح سے ناکام ہی رہے ہوں وہ بھلا مخالفانہ پروپیگنڈے سے کیسے باز آ سکتے ہیں۔ اللہ ہی ہے جو انھیں ہدایت دے۔

انکوائری کمیشن کے سامنے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے یہی بیان دیا، کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہیں اور آپ کا انکار کفر ہے اور یہ وضاحت بھی فرمادی ہے کہ یہ کفر قسم اول کا نہیں جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے انکار سے پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ عدالت میں آپ پر سوال ہوا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت مرزا صاحب کو ناقلاً (نبی کہا ہے؟

جواب : جی ہاں !

سوال : مرزا صاحب نے پہلی مرتبہ کب کہا کہ وہ نبی ہیں؟

جواب : جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے ۱۸۹۱ء میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔

یہ جواب درج کر کے فاروقی صاحب لکھتے ہیں۔

” ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۱ء تک ۹ سال کا عرصہ ہوتا ہے جس میں بقول مبالغہ محمد و احمد صاحب حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی نبوت سمجھ نہیں آئی حالانکہ بقول ان کے اللہ تعالیٰ نے خود ان کو نبی کہا تھا..... الخ“

الجواب: حضرت خلیفہ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مذہب تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شروع دعویٰ مسیح موعود سے ہی جو ۱۸۹۱ء میں ہوا نبی ہیں۔ گو آپ لفظ نبی کی تادیل محدث یا جزدی نبی کرتے رہے لیکن اپنے دعویٰ کی جو کیفیت آپ نے ۱۹۰۱ء سے پہلے بیان کی چونکہ وہ دراصل نبوت ہی ہے اس لیے اسی زمانہ میں اپنی محدثیت کی شان سمجھاتے حضرت اقدس نے اس کے آخر میں صاف لکھ دیا کہ:-

”نبوت کے بجز اس کے اور کچھ معنی نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں“

(توضیح المرام ص ۱۱)

پس ۱۸۹۱ء میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعویٰ کی کیفیت کا نام نبوت ہی رکھتے تھے۔ لیکن اپنے تئیں نبی یعنی محدث اس لیے قرار دیتے تھے کہ نبی کے لیے آپ کسی دوسرے نبی کا امتی نہ ہونا ضروری شرط سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو نبی کے ساتھ امتی بھی پاتے تھے۔ لہذا گو آپ اپنے نبی ہونے کی تادیل فرماتے تھے لیکن سوائے امتی نہ ہونے کی شرط کے نبوت کو اپنے وجود میں متحقق جانتے تھے۔ اس لحاظ سے حضرت خلیفہ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا مذہب یہی تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شروع دعویٰ سے ہی سے نبی تھے“ (ملاحظہ ہو حقیقۃ النبوت ص ۵)

پھر دعویٰ کی کیفیت کے پیش نظر ہی حضرت خلیفہ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ صاف

لکھ دیا:

”آپ جیسے نبی پہلے تھے ویسے ہی بعد میں رہے“

(حقیقۃ النبوة ص ۳۶)

پھر آگے چل کر آپ تحریر فرماتے ہیں۔

”جس دن سے آپ مسیح موعود ہوئے اسی دن سے آپ

نبی تھے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو نبی قرار دیا تھا“

(حقیقۃ النبوة ص ۳۸)

پس اپنی اس تحقیق اور عقیدہ کے موافق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ

عنه کا بیان انکوائری کمیشن کے سامنے بالکل درست تھا کہ:-

”جہاں تک مجھے یاد ہے انھوں نے ۱۸۹۱ء میں نبی ہونے

کا دعوے کیا تھا“

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

”جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا

ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی

شرعیّت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی

ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے

باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پا کر

اس کے واسطے سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی

ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شرعیّت کے اس طور کا نبی

کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں

سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو

اب بھی میں ان محنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار
نہیں کرتا۔ (ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۱۷ء)

فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

”ایسا شخص جو خود اپنی نبوت سمجھ نہیں سکتا، دوسروں کو اپنی

نبوت پر ایمان نہ لانے سے کافر کہہ سکتا ہے؛ کیا نبی اس

قسم کے ہوا کرتے ہیں جو خود اپنی نبوت نہ سمجھ سکیں؟“ (فتح حق ص ۵۷)

جو ابابار عرض ہے کہ ہم تفصیل سے اس کتاب میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام نے نبی کے لفظ کی تاویل میں ضرورت تبدیلی کر لی تھی اور وہ بھی خدا تعالیٰ کی

بارش کی طرح وحی الہی کے ماتحت نہ کہ از خود اور اس وقت جبکہ خدا تعالیٰ کے

صریح الہام میں آپ کو یہ بتادیا گیا کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے کشتی

نوح مطبوعہ ۱۹۱۷ء) پس احمدیوں کے لاہوری فریق کو یا تو حضرت مرزا صاحب

کی ماموریت سے سراسر انکار کر دینا چاہیے اور یا پھر سیدھے طور پر اس تبدیلی

کا قائل ہونا چاہیے جس کا اعتراف حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بیان میں کیا ہے۔

یہ امر تو کسی غیر جانبدار کی سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ ایک شخص الہام کی بنا پر اپنے آپ کو

مسیح موسوی سے افضل بھی قرار دے اور یہ کہے کہ وہ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح

ابن مریم سے بہت بڑھ کر ہے اور پھر بھی وہ نبی نہ ہو۔

پس جب تک آپ نے اپنی نبوت کی تاویل محدثیت کی اس وقت تک آپ نے

اپنے منکرین کو بھی کافر نہیں کہا اور جب یہ تاویل آپ نے انکشاف الہیہ سے ترک

کردی تو حقیقۃ الوحی کے ص ۱۷۹ میں کفر کی دو قسمیں بیان کر کے مسیح موعود کا انکار

کو کفر قسم دوم قرار دیا۔ ہاں آپ نے مسلمانوں میں سے مسیح موعود کا انکار کرنے

والوں کو کبھی کافر قسم اول نہیں کہا۔ جو آپ کے نزدیک اسلام کا انکار اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے جس سے انسان غیر مسلم کہلاتا ہے۔
یہی عقیدہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکوائری کمیشن کے
سامنے پیش کیا ہے جبکہ آپ پر یہ سوال ہوا:-

سوال از عدالت: کیا ایک پتختی بنی کا انکار کفر نہیں؟

جواب: ہاں یہ کفر ہے لیکن کفر دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس سے کوئی شخص
ملت سے خارج ہو جاتا ہے۔ دوسرا وہ جس سے وہ ملت سے خارج
نہیں ہوتا۔ کلمہ طیبہ کا انکار پہلی قسم سے ہے۔ دوسری قسم کا انکار اس
کم درجہ کی بدعقیدگیوں سے پیدا ہوتا ہے۔

فاروقی صاحب نے یہ سوال و جواب اپنی کتاب فتح فتنی کے صفحہ ۲۷ پر
کیا ہے۔ اب دیکھو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا یہ جواب حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کی تحریر میں درجہ حقیقت الوحی ص ۱۸ کے عین مطابق ہے جہاں کفر کی
دو قسمیں بیان کی گئی ہیں اور مسیح موعود کے انکار کو کفر قسم دوم قرار دیا ہے۔

عدالت میں سوال ہوا کہ آپ مرزا صاحب کو ان مامورین میں شمار کرتے ہیں
جن کا ماننا مسلمان کہلانے کے لیے ضروری ہے؟

جواب: میں اس کا جواب دے چکا ہوں کہ کوئی شخص جو مرزا غلام احمد پر
ایمان نہیں لانا دائرۃ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس پر فاروقی صاحب کہتے ہیں:

”قارئین کرام اس جگہ آئینہ صداقت ص ۱۸ اور خلافت

ص ۷) مندرجہ بالا حوالہ جات سے سوال نمبر ۱ کے جواب کا

موازنہ کریں یہ مبالغہ و محمداحمد صاحب کی تیسری تبدیلی

عقیدہ ہے۔“

پہلی اور دوسری تبدیلی عقیدہ کے الزام کا جواب تو ہم دے چکے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے پہلے نہ حضرت مسیح موعود کے انکار کو کفر قرار دینے سے انکار کیا تھا اور نہ نبی قرار دینے سے بلکہ آپ نے ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی آپ کو نبی لکھا تھا۔ اب جس امر کو آپ تیسری تبدیلی قرار دیتے ہیں اس کی حقیقت سنئے۔

یہ تیسری تبدیلی قرار دینے میں ایک مغالطہ ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آئینہ صداقت اور انوار خلافت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ نے غیر از جماعت مسلمانوں کو اسلام کی ظاہری چار دیواری سے ہرگز خارج قرار نہیں دیا تھا۔
 ”انوار خلافت“ میں ہم ”غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں“ کے الفاظ سے غیر احمدیوں کے ظاہر میں مسلمان ہونے سے انکار نہیں کیا گیا و ایسے تو ایسے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی استعمال فرمائے ہیں دیکھیے حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں :-

”یہ ایک تفریح کا مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے پھر جبکہ قریباً دو سو مولویوں نے مجھے کافر ٹھہرایا اور میرے پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا اور انہی کے فتویٰ سے یہ بات ثابت ہے مومن کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے اور کافر کو مومن کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے تو اس بات کا سہل علاج ہے کہ اگر دوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے اور وہ منافق نہیں تو ان کو چاہیے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کر دیں کہ یہ سب کافر

ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا تب میں ان
کو مسلمان سمجھ لوں گا بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شبہ
نہ پایا جاوے اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذب
نہ ہوں۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۵)

دیکھ لیجئے کہ اس کے باوجود کہ حضرت مسیح موعودؑ غیر از جماعت مسلمانوں کو مسلمان
نہیں سمجھتے پھر بھی جب آپ لوگ اس کی یہ تاویل کر لیتے ہیں اس جگہ رسمی مسلمان
ہونے سے انکار نہیں کیا گیا تو یہی مفہوم آپ انوار خلافت کے فقرے کا کیوں
نہیں سمجھ لیتے کہ اس میں بھی غیر از جماعت مسلمانوں کے رسمی مسلمان ہونے سے انکار
نہیں کیا گیا۔

اب رہ گیا اثینۃ صداقت میں دائرۃ اسلام سے خروج کا ذکر، سو ایسے الفاظ
اسلام میں دو معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ ایک مفہوم ان الفاظ کا یہ ہوتا ہے
کہ یہ شخص غیر مسلم ہے اور دوسرا مفہوم اس کا یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص حقیقت اسلام
سے بیگانہ اور ایک شدید بد عقیدگی میں مبتلا ہے۔ دیکھئے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہیں:-

مَنْ مَشَى مَعَ ظَالِمٍ لِيَقْوِيْهِ وَهُوَ لَعَلَّمُ اَنَّهٗ

ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ (مشکوۃ المصابیح)

ترجمہ: جو شخص ظالم کے ساتھ اس کو طاقت دینے کے لیے چل پڑا اور وہ جانتا ہے
کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ فاروقی صاحب! جب آپ
لوگ بھی اس حدیث کے یہی معنی لیتے ہیں کہ ایسا شخص حقیقت اسلام سے بیگانہ ہو
جاتا ہے تو اثینۃ صداقت میں مندرج دائرۃ اسلام سے خارج ہونے کے الفاظ
کا آپ یہی مفہوم کیوں نہیں لیتے کہ غیر از جماعت مسلمان مسیح موعودؑ کے انکار کی وجہ

سے حقیقتِ اسلام سے دور جا پڑتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ازالہ اوہام
ایڈیشن خورد حصہ ۲۹ اور ایڈیشن کلاں حصہ ۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔

”اب واضح رہے کہ اس زمانہ کے بعض موحدین کا یہ عترافی
کہ پرندوں کی نوع میں سے کچھ تو خدا تعالیٰ کی مخلوق اور کچھ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخلوق ہے سراسر فاسدانہ اور مشرکانہ
خیال ہے اور ایسا خیال رکھنے والا بلاشبہ دائرۃ اسلام
سے خارج ہے“

جن مسلمانوں کے متعلق اس عبارت میں ”بلاشبہ دائرۃ اسلام سے خارج“ کے
الفاظ آئے ہیں ان کے معنی بھی فاروقی صاحب کے نزدیک یہی ہونگے کہ یہ لوگ حقیقت
اسلام سے بیگانہ ہیں نہ یہ کہ یہ لوگ غیر مسلم ہیں۔ یہی تشریح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ
نے آئینہ صداقت کے قول ”دائرۃ اسلام سے خارج“ کی انکو اثری کمیشن کے سامنے
کی ہے۔ چنانچہ آپ سے سوال ہوا:

سوال عدالت: ”کیا آپ اب بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں جو آپ نے کتاب آئینہ
صداقت کے پہلے باب میں ۳۵ پر لکھا تھا۔ یعنی یہ کہ تمام وہ مسلمان جنہوں نے
مرزا غلام احمد کی بیعت نہیں کی خواہ انہوں نے مرزا صاحب کا نام بھی نہ سنا ہو
وہ کافر ہیں اور دائرۃ اسلام سے خارج ہیں“

جواب از حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ: ”یہ بات خود اس بیان سے ظاہر ہے کہ میں ان
لوگوں کو جو میرے ذہن میں ہیں مسلمان سمجھتا ہوں۔ پس جب میں کافر کا لفظ استعمال کرتا
ہوں تو میرے ذہن میں دوسری قسم کے کافر ہوتے ہیں جن کی میں پہلے وضاحت کر چکا
ہوں یعنی وہ ملت سے خارج نہیں۔ جب میں کہتا ہوں کہ وہ دائرۃ اسلام سے
خارج ہیں تو میرے ذہن میں وہ نظریہ ہوتا ہے جس کا اظہار ”مفرداتِ راغب“ کے

صفحہ ۲۴۰ پر کیا گیا ہے جہاں اسلام کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک دُون الایمان اور دوسرے فوق الایمان۔ دُون الایمان میں وہ مسلمان شامل ہیں جن کے اسلام کا درجہ ایمان سے کم ہے۔ فوق الایمان میں ایسے مسلمانوں کا ذکر ہے جو ایمان میں اس درجہ ممتاز ہوئے ہیں کہ وہ معمولی ایمان سے بلند تر ہوتے ہیں اس لیے جب میں نے کہا تھا کہ بعض لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہوتے ہیں تو میرے ذہن میں وہ مسلمان تھے جو فوق الایمان کی تعریف کے ماتحت آتے ہیں مشکوٰۃ میں بھی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو شخص کسی ظالم کی مدد کرتا اور حمایت کرتا ہے وہ اسلام سے خارج ہے۔“

فاروقی صاحب کیا عجیب بات نہ ہوگی کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان بعض مسلمانوں کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پرندوں کا خالق مانتے ہیں ایسا کرنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں تو یہ الفاظ آپ کو پیش معلوم ہوتے ہیں اور آپ ان کی جھٹ تاویل کر لیتے ہیں لیکن جب وہی الفاظ انہی معنی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ استعمال فرماتے ہیں تو یہ الفاظ آپ کو کڑوے معلوم ہوتے ہیں کیا یہ سب بغض و عداوت کا کرشمہ تو نہیں؟

پھر عجیب بات ہے کہ فاروقی صاحب نے انکو آئری کمیشن کے سامنے پیش کردہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی دائرہ اسلام سے خارج کی یہ تشریح جسے ہم نے اوپر بیان کیا ہے اپنی کتاب میں نقل نہیں کی۔ ع

”کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے“

آگے فاروقی صاحب انکو آئری کمیشن کے دو سوال اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ان کے جوابات درج کرتے ہیں:-

سوال: ”کیا احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اختلاف بنیادی ہیں؟“

جواب : اگر بنیادی کا وہی مفہوم ہے جو ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا ہے تب یہ اختلافات بنیادی نہیں ہیں۔

سوال : اگر لفظ بنیادی عام محنوں میں لیا جائے تو پھر؟

جواب : عام محنوں میں اس کا مطلب اہم ہے۔ لیکن اس مفہوم کے لحاظ سے بھی اختلاف بنیادی نہیں بلکہ فردعی ہیں۔

اس پر فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

”مگر میاں محمود احمد صاحب نے ایک دفعہ اس عبارت کے شائع کرنے کی اجازت دی۔ (دیکھو اخبار الفضل ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء) ”ورنہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ ان (عامۃ المسلمین) کا اسلام اور ہے اور ہمارا اور۔ ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور۔ ہمارا حج اور ہے اور ان کا حج اور۔ اس طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔

عجیب بات ہے کہ جو عبارت اس جگہ بصورت اعتراض فاروقی صاحب نے الفضل سے نقل کی ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ انکو اثری کمیشن کے سامنے خود اس کی تشریح فرما چکے ہیں عدالت میں یہی عبارت آپ کے سامنے پیش کر کے پوچھا گیا کیا یہ صحیح ہے؟ جس کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا:

”اس وقت جب یہ عبارت شائع ہوئی تھی میرا کوئی ڈائری نوٹس نہیں تھا اس لیے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میری بات کو صحیح طور پر رپورٹ کیا گیا ہے یا نہیں تاہم اس کا مجازی رنگ میں مطلب لینا چاہیے میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم زیادہ خلوص سے عمل کرتے ہیں۔“

فاروقی صاحب کی اس ساری بحث سے ظاہر ہے کہ انہوں نے خلافت احمدیہ حق سے انکار کر کے نبوت مسیح موعود کے متعلق محض تفریط کی راہ اختیار کر رکھی ہے اور ان کے عقائد کسی ٹھوس بنیاد پر مبنی نہیں۔ اُن کا حال اُس فرقہ کے مشابہ ہے جو امت موسویہ کے مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ازراہ تفریط نبی نہیں مانتا تھا بلکہ صرف ملی جانتا تھا اور موسوی دین کا ایک مجدد وقت سمجھتا تھا یہ فرقہ عثمانیہ کہلاتا تھا اور داؤد بن غنان اس کا بانی تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک ہماری جماعت کو غلو کی راہ سے بچایا ہے اور ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے مطابق آپ کو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی یا ظلی نبی ہی مانتی ہے اور حضور کے اپنے فرمان مندرجہ چشمہ معرفت کے مطابق اسے ایک قسم کی نبوت یقین کرتی ہے اور حضور کے ہی فرمان کے مطابق خدا کے حکم اور اصطلاح میں آپ کو نبی یقین کرتی ہے۔ ہاں غیر احمدیوں کی معروف اصطلاح میں جسے آج کل منکرین خلافت بھی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہرگز نبی نہیں قرار دیتے۔ پس اپنی کتاب ”فتح حق“ میں فاروقی صاحب کا ہماری جماعت کو عیسائیوں کے غالی فرقہ سے تشبیہ دینا جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا لیا صریح بے انصافی ہے بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان بھائیوں کی آنکھیں کھولے تا یہ اپنے نفع و نقصان کو پہچان سکیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد پر پاپا کی حملے کر کے سلسلہ احمدیہ کو بدنام کرنے کی کوشش کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرنے سے باز رہیں۔ اللہم آمین!

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

محمد زبیر لائل پوری